

سندھیں فارسی شاعری کا آخری دور

تمحیلة الفکملة

تحقیق و تصنیف

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ



مقتدرہ قومی زبان
پاکستان

Marfat.com

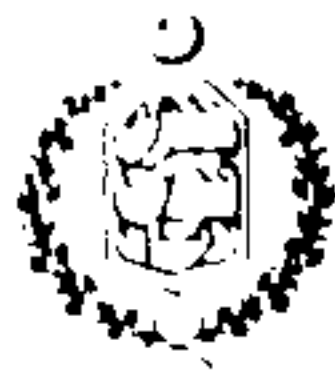
Marfat.com

سندھ میں فارسی شاعری کا آخری دور

مکتبۃ الفکر

تحقیق و تصنیف

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ



مقتدرہ قومی زبان • پاکستان

۲۰۰۷ء

129952

جملہ حقوق بحق مقتدرہ محفوظ ہیں

سلسلہ مطبوعات : ۴۷۳

عالمی معیاری کتاب نمبر ۳-۱۸۳-۴۷۴-۹۶۹-۹۷۸



طبع اول	۲۰۰۷ء
تعداد	۵۰۰
قیمت	۲۰۰/- روپے
اہتمام	محمد جاوید اختر
مطبع	ورڈ میٹ پرنٹرز، اسلام آباد
ناشر	پروفیسر فتح محمد ملک صدر نشین مقتدرہ قومی زبان پطرس بخاری روڈ، ایچ ۸/۴ اسلام آباد۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com



پیش لفظ

پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ہماری موقر ترین ادبی شخصیات میں انتہائی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایسے ماہر تعلیم ہیں جنہوں نے عمر بھر تعلیم و تدریس کے ساتھ ساتھ لسانیات اور ادبیات کے شعبوں میں بھی یادگار کارنامے سرانجام دیے ہیں۔ وادی سندھ میں مسلم ثقافت کے مختلف اور متنوع پہلوؤں پر انہوں نے بڑے استقلال کے ساتھ شاندار کام کیا ہے۔ ماضی کے علمی کارناموں کو زمانے کی دستبرد سے بچانے کی خاطر انہوں نے وادی سندھ کے فارسی، اردو اور سندھی تخلیق کاروں کے تذکرے بھی مرتب فرمائے ہیں۔ زیر نظر کتاب ”تعمدۃ التعمدۃ“ دراصل وادی سندھ میں فارسی شاعری کے دور آخر کی کہانی ہے جسے پروفیسر ڈاکٹر بلوچ نے بڑی محنت اور محبت کے ساتھ یکجا کیا ہے۔

اس گراں قدر کتاب کی اشاعت سے وادی سندھ میں فارسی شاعری کی پوری تاریخ محفوظ کر دی گئی ہے۔ میں پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے اس اہم تحقیقی کاوش کی اشاعت کی سعادت مفتقدراً قبول فرمائی۔ بخشش۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رہے اور وہ اسی طرح ہمارے علمی، ادبی اور تہذیبی احوال و آثار کو محفوظ کرتے رہیں۔

پروفیسر مفتی محمد ملک

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

معذرت مصنف

اس تذکرے کو قارئین کرام کے سامنے چند معذرتوں کے ساتھ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ سب سے اول یہ کہ مجھے اپنی فارسی دانی کی کمزوری کا احساس ہے۔ لہذا یہ کوئی نیا ادبی کارنامہ نہیں بلکہ ایک علمی کوشش ہے۔ اس لیے کہ وہ شعراء جن کا ذکر ماضی کے تذکروں میں نہیں پایا جاتا، ان کا ذکر خیر محفوظ ہو جائے۔

کتاب کے نام 'تکملۃ الکملۃ' سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ کتاب ماضی کے لکھے ہوئے دو تذکروں، یعنی قانع کی 'مقالات الشعراء اور خلیل کی 'تکملۃ مقالات الشعراء کے تاریخی تسلسل کی کڑی ہے۔ مگر اس معیار تک پہنچنا محال ہے۔ سند یہ و سند میں فارسی شاعری کے عروج کا زمانہ گزر چکا۔ البتہ ضروری ہے کہ شعراء ماضی کے کلام کو محفوظ کر دیا جائے۔ اگر تکمیل کی کوشش بھی کی جائے تو تتمہ کی گنجائش باقی رہے گی۔

فارسی زبان کے آثار کو اس دور میں محفوظ کرنا محال نہیں تو مشق ضرور ہے۔ حالات بدل گئے، نہ فارس دانی کی مہفلیں باقی رہیں اور نہ مشاعرے نہ معارف۔ بعض فضلاء نے اپنے اجداد کے آثار کو یعنی فتاویٰ، سندات، دواوین اور خانہ برد قوں تک منتخب کیا لیکن وہ بھی تھک گئے۔ باقیات سہاحات میں سے اس وقت مخطوطات شافہ و نادر ہیں، باقی باقی کاغذات منتشر صورت میں موجود ہیں۔ لہذا الشعراء کے انتخاب سے یہ کچھ کمزور نہیں۔ بعض معروف شعراء کے اشعار بھی ناپید ہیں۔

شعراء کے تراجم کے ساتھ، یہ کتاب سندھ میں فارسی مہم و ادب کے تاریخی و ادبی تاریخ ہے۔ اس لیے تاریخی تسلسل و پیچھے اور پھٹے سے ہے شعراء و ادباء میں تقسیم ہے۔

گیا ہے، جس کے لیے شروع میں فہرست اسماء الشعراء ملاحظہ ہو۔ یہ حتی المقدور قریبی تخمینہ اندازہ ہے۔

جیسا کہ مقدمہ میں واضح ہوگا، خلیل اپنے پیشرو قانع کے نقش قدم پر چلے یعنی کہ سندھ میں مقیم شعراء کے ساتھ سندھ میں وارد شعراء کو بھی اپنے تذکرے میں جگہ دی ہے۔ اس تاملتہ میں بھی اسی اصول کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے، جیسا کہ تاقرون یازدہم، والے اولین دور کے تحت ان شعراء کا ذکر موجود ہے جو سندھ میں آئے تھے یا جنہوں نے سندھ کے حوالے سے اشعار لکھے۔

بعض احباب نے مطلوبہ مآخذ مہیا کرنے میں مدد فرمائی اور میں ان کا شکر گزار ہوں۔ دانشگاہ تہران کے استاد کتر قاسم صافی گلپایگانی (حالا استاد افتخاری پنجاب یونیورسٹی) کا تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کے متن کو دیکھا اور ضروری اصلاح فرمائی۔

میں جناب پروفیسر فتح محمد ملک، صدر نشین، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے تکملۃ الکملۃ کے اس اردو ایڈیشن کو مقتدرہ کی طرف سے طباعت و اشاعت کے لیے منظور فرمایا۔

خادم العلم
ڈاکٹر نبی بخش بلوچ

علامہ آء۔ آء۔ قاضی چیمز
سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد سندھ
نیم۔ اپریل ۲۰۰۷ء

فہرست عنوانها

الف	معذرت مصنف
۱	مقدمہ
	شعراى تا قرن يازدهم
۴۱	امير خسرو
۴۲	بابا طالب اصفهانی
۴۳	علی بن حامد کوفی
۴۵	فتح محمد صدیقی
۴۶	محمد مخلص رضائی
۴۹	مطهر کرد
۵۰	ملا اسد قصہ خوان
۵۱	ملا قاسم سیوستانی
۵۲	ملا مرشد بروجردى
۵۶	مولانا محوی اردبیلی
۵۷	میر عبدالرزاق بکھری
۵۸	میر علی رضا مشہدی
۵۹	میر محمد فہیم
۶۰	میر محمد ہاشم طباطبائی، سنجر
۶۱	میر نعمت اللہ شیرازی، وصلی
	شعراى قرن يازدهم و دوازدهم
۶۶	باغ علی خان، خائف
۶۷	بزرگوار محمد

فہرست اسماء الشعراء ب تکملة التكملة

- ۶۹ خواجه عبدالحق درازی
- ۷۰ دیوان چینانند، مسرور
- ۷۱ سخی الہیار، یار
- ۷۲ سید رحمت اللہ بکھری
- ۷۳ سید علی طباطبائی، مشتاق
- ۷۵ عبدالرؤف خواجه بکھری
- ۷۶ غلام محمد خان لغاری، نگار
- ۷۸ فتح اللہ شاہ رضوی نصرپوری
- ۷۹ محمد سلیم نشاطی
- ۸۰ محمد صالح تتوی
- ۸۱ محمد علی، مولوی
- ۸۲ مخدوم ابوالحسن الداہری
- ۸۳ مخدوم عبدالرحیم گرہوری
- ۸۵ مخدوم غلام محمد بگائی
- ۸۷ میان سرفراز خان عباسی، سرفراز
- ۹۳ میر علی شاہ، شائق
- ۹۵ میرزا محمد علی
- ۹۹ لطف اللہ شاہ رضوی نصرپوری، لطفی
- ۱۰۰ نور اللہ شاہ رضوی نصرپوری، نوری

شعراى قرن دوازدهم و سیزدهم

- ۱۰۳ امامی، افغان
- ۱۰۴ آخوند صاحبده، صاحب
- ۱۰۷ آخوند محمد قاسم ساونى، قاسم
- ۱۱۰ حیات خان نظامانی

تکملہ التکملہ	ج	فہرست اسماء الشعراء
۱۱۲		■ سید جان اللہ شاہ رضوی، عاشق
۱۱۴		■ سید محمد راشد، صاحب روضہ
۱۱۶		■ صاحب راء، آزاد
۱۲۰		■ عبدالباقی ہالائی، باقی
۱۲۱		■ عبدالمجید جوکھیہ بکھری، مجیدی
۱۲۳		■ عبدالوہاب فاروقی عرف سچل، آشکار
۱۲۶		■ محمد ابراہیم سیوستانی، ابری
۱۲۷		■ محمد وفا لکھوی، وفا
۱۲۹		■ مخدوم عبدالواحد سیوستانی، واحدی
۱۳۱		■ مخدوم عبدالواسع سیوستانی، واسع
۱۳۳		■ مخدوم محمد صالح وزیر آبادی
۱۳۷		■ مخدوم محمد عثمان متیاروی
۱۳۹		■ مخدوم یار محمد صدیقی
۱۴۱		■ مراد خان زنگیجہ، مراد
۱۴۲		■ میر زنگی خان تالپور
۱۴۳		■ میر سہراب خان تالپور، مسکین
۱۵۰		■ میر غلام علی خان تالپور
۱۵۱		■ میر کرم علی خان، کرم
۱۵۲		■ میر مراد علی خان، علی
۱۵۳		■ میرزا مظہر طباطبائی، مظہر
۱۵۴		■ میرزا خسرو بیگ، خسرو
۱۵۶		■ نور محمد بوبکانی، نور
۱۵۸		■ ہونک خان، افغان

شعراى قرن سیزدہم

- ۱۶۹ آخوند عبدالصمد ساونى
- ۱۷۰ آخوند نور محمد ساونى
- ۱۷۲ آخوند یار محمد (ساونى یا تکهرائى)
- ۱۷۴ آغا کاظم شاه، سرخوش
- ۱۷۵ پیر امام الدین مجددى سرھندى شکارپورى
- ۱۷۷ پیر پاگاره (اول) سید صبغت اللہ شاه
- ۱۷۸ پیر پاگاره، سید على گوهر شاه، گوهر
- ۱۸۲ پیر نصیر الدین نوشهرائى، نصیر
- ۱۸۴ تاج محمد خان لغارى
- ۱۸۵ خلیفہ گل محمد ساونى، گل
- ۱۸۷ خلیفہ لطف اللہ ساونى، لطف
- ۱۸۸ عبدالقادر عرف قادر بخش، بیدل
- ۱۹۲ عبدالواحد، عبدی
- ۱۹۳ غلام محمد خان لغارى، غلام
- ۱۹۷ فتح الدین شاه
- ۱۹۹ فیروز خان مری، فیروز
- ۲۰۳ محمد صالح دمائی
- ۲۰۴ محمد عارف، صنعت
- ۲۰۹ محمد محسن، بیکس
- ۲۱۰ محمد مشتى، خاطی
- ۲۱۱ مخدوم محمد عاقل، عاقل
- ۲۱۴ مراد نصرپوری، مراد

- ۲۱۵ ■ ملا عبدالرحمان ساونی
- ۲۱۶ ■ مولوی گل محمد عباسی کندیوی
- ۲۱۷ ■ میر حسین علی خان تالپور، حسین
- ۲۲۰ ■ میر عباس علی خان تالپور، مومن
- ۲۲۱ ■ میر علی اکبر خان تالپور
- ۲۲۲ ■ میرزا فریدون بیگ، قانع
- ۲۲۵ ■ میر مبارک خان تالپور، مبارک
- ۲۲۶ ■ میر محمد حسن خان تالپور، حسن
- ۲۲۷ ■ نواب الہداد خان لغاری، صوفی
- ۲۲۸ ■ میر محمد علی خان تالپور، بہرور
- ۲۲۹ ■ نواب علی اکبر خان لغاری، علی
- ۲۳۰ ■ نور محمد پیرزادہ، عبدوی

شعراي قرن سیزدہم و چہار دہم

- ۲۳۱ ■ اسد اللہ شاہ، اسد فدا
- ۲۳۲ ■ آخوند احمد ساونی، احمد احمدی
- ۲۳۳ ■ آخوند فیض محمد
- ۲۳۴ ■ آخوند لطف اللہ شیرانی حیدرآبادی، لطف
- ۲۳۵ ■ آخوند لطف علی متیاروی، لطف
- ۲۳۶ ■ آخوند محمد علی
- ۲۳۷ ■ آخوند یار محمد متیاروی، فانی
- ۲۳۸ ■ امداد علی خان بلیدی
- ۲۳۹ ■ بہاؤ الدین ماتھیلوی، بہائی
- ۲۴۰ ■ سیر باکارہ سید حزب اللہ شاہ مسکن

فہرست اسماء الشعراء و تکملة التكملة

- ۲۷۲ پیر رفیع الدین سرہندی شکارپوری، رفیع
- ۲۷۴ پیر محمد اشرف نقشبندی
- ۲۷۵ جمال الدین
- ۲۷۶ حافظ حامد تکهرائی، حامد
- ۲۸۰ حافظ محمد یوسف، یوسف
- ۲۸۱ حافظ محمد ہارون، دلگیر
- ۲۸۶ حکیم مولوی محمد صادق رانی پوری
- ۲۸۹ دلپت رام، دلپت
- ۲۹۱ سید حیدر شاہ، حیدر
- ۲۹۲ سید رشد اللہ شاہ، اوہ
- ۲۹۴ سید محمد شجاع لکھوی، شجاع
- ۲۹۷ سید میران شاہ، قاری
- ۲۹۸ شمس الدین، بلبل
- ۳۰۱ عبدالغفور ہمایونی، مفتون
- ۳۰۵ عبدالقادر، عبدی
- ۳۰۸ عطا محمد عرف اللہ بخش عباسی، عاصی
- ۳۱۰ غوث بخش، خاکی
- ۳۱۲ غلام محمد خانزئی
- ۳۱۴ فقیر محمد، سائل
- ۳۱۶ فیض محمد لاشاری، فیض
- ۳۱۹ قاضی عبداللہ، تپتی
- ۳۲۰ قائم الدین شاہ نصرپوری، شاہنشاہ
- ۳۲۲ محمد امیر جان سرہندی، امیر
- ۳۲۴ محمد حسین جان، سرہندی

فہرست اسماء الشعراء	ز	تکملہ التکملہ
محمد شفیع پاتائی		۳۳۱
محمد ضیا سبزپوش تتوی		۳۳۲
محمد عاقل سومرہ، عاقل		۳۳۳
محمد عمر جیکب آبادی، عاجز		۳۳۵
محمد قاسم بن نعمت اللہ ساونی قریشی، قاسم		۳۳۶
محمد یعقوب لغاری، امین نامی		۳۴۰
مخدوم شیر محمد عباسی، مخلص		۳۴۲
مرزا دوست محمد، دوست		۳۴۳
مرزا علی قلی بیگ، آد غریب		۳۴۴
مرزا قلیچ بیگ، قلیچ		۳۴۵
مشتی محمد ابراہیم سومرہ، ناظم		۳۴۹
مولوی عبدالرحیم سومرہ زنگی پوری		۳۵۰
مولوی عطا محمد مہیسرائی، عطا		۳۵۲
مولوی قادر بخش گولہ		۳۵۱
مولوی نبی بخش کولہچی، امین		۳۵۹
میان احمد صوئی بہتائی، احمدی		۳۶۱
میر امیر علی علی آبادی، خاکسار امیر		۳۶۳
میر خداداد خان تالپور، عاشق		۳۶۵
میر خیر محمد خان تالپور		۳۶۶
میر خیر محمد خان تالپور، ضیا		۳۶۹
میر راضی محمد خان، عاشق		۳۷۰
میر علی محمد خان تالپور		۳۷۱
میر علی مراد خان تالپور		۳۷۲
میر فخر الدین علوی		۳۷۴

- ۳۷۶ میر علی نواز علوی
- ۳۸۲ نواب فقیر ولی محمد خان لغاری
- شعراۓ قرن چہار دہم و پانزدہم
- ۳۸۴ سوبھا خان، عاصی
- ۳۸۵ عبدالرحمان پتافی، ضیائی
- ۳۸۸ عبدالستار، احقر
- ۳۸۹ عبدالغفار شاہ راشدی
- ۳۹۰ علی اکبر شاہ رضوی روہروی
- ۳۹۱ علی محمد کاکپوتہ
- ۳۹۲ علی محمد مہیری، علی
- ۳۹۳ غلام رسول جان سرہندی، غلام
- ۳۹۶ غلام حسین سچاروی، مشتاق
- ۳۹۷ غلام عمر آریجوی، غلام
- ۳۹۸ قاضی محمد ابراہیم، خلیل
- ۳۹۹ محمد اسمعیل جان سرہندی، روشن
- ۴۰۳ مولوی عبدالسلام، عزیز
- ۴۰۵ مولوی محمد بخش ماتھیلوی، خیالی
- ۴۰۷ مولوی ہدایت اللہ میمن ہالائی
- ۴۱۰ میر گل محمد مگسی، زیب
- ۴۱۶ میر مہر نجف خان تالیور، غریب
- ۴۱۷ نور محمد شاہ، نور
- ۴۱۸ محمد ابراہیم جان سرہندی



باسمہ تعالیٰ

مقدمہ

دوسری صدی ہجری میں سندھ میں اسلام کی آمد سے لیکر آٹھویں صدی ہجری تک عربی زبان اور علوم کا مطالعہ جاری رہا اور اس عرصہ میں عربی زبان کے عالم ادیب و شاعر پیدا ہوئے۔ آٹھویں صدی میں سلطان فیروز شاہ کی فتوحات اور سندھ میں خاندان سمہ کی حکومت کے قیام سے فارسی زبان کے مطالعے کا دور شروع ہوا۔ گیارہویں اور بارہویں صدی میں عہد اکبری اور مغلیہ دور میں سندھ میں فارسی نش و نظر و شاعری اور انشا پر دازی کے معیار مزید بلند ہوئے۔ شہر ٹھٹھہ اعلیٰ تعلیم اور مصداق کامرکز بنا اور سندھ کے شہروں میں فارسی زبان کے شاعر پیدا ہوئے۔ بارہویں صدی کے نصف میں مغل انتظامیہ سندھ میں زوال پذیر ہوا اور سنہ ۱۵۵۰ھ میں ٹھٹھہ اور پائین سندھ کی حکمرانی مقامی عباسی خاندان کو منتقل ہوئی۔ سنہ ۱۷۴۷ھ میں ٹھٹھہ کے نامور مورخ شاعر اور ادیب میر غلام علی شہر تخلمس قانع نے فارسی شعرا کا تفصیلی تذکرہ بعنوان مقالات الشعر تصنیف کیا جس میں سات سو انیس شاعر (۱۹۷) کے منتخب اشعار اور منتخبہ سوانح کو قلمبند کیا۔ بارہویں صدی کے آخر میں سندھ کی حکمرانی عباسی خاندان سے تالپورانیہ وں کو منتقل ہوئی جو سب کے سب فارسی زبان کے ادیب اور شاعر تھے۔ اس دور میں فارسی میں تعلیم و تربیت انشا پر دازی اور شاعری کے معیار بلند ہوئے۔ یہ تالپورانیہ وں کی قدردانی اور ان پر امن دور میں تعلیم و تربیت کا اپنا حق ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

حیدرآباد اور دوسرے شہروں کے علاوہ اطراف و نواحی میں بھی فارسی زبان کے کئی شاعر پیدا ہوئے۔

سنہ ۱۲۵۹ھ (۱۸۴۳ع) میں انگریز سندھ پر قابض ہوئے تو انہوں نے فارسی میں تعلیم و تربیت کو ختم کر کے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا۔ عربی و فارسی میں تعلیم دینے والی درسگاہوں کے وظائف بند کر دیئے۔ باوجود اس کے علماء نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، جس سے فارسی علم و ادب کی آبیاری ہوتی رہی اور فارسی شاعری کی روایت چودھویں صدی ہجری کے نصف اول تک باقی رہی۔

چودھویں صدی کے شروع میں، ٹھٹھہ کے عالم و ادیب و شاعر محمد ابراہیم تخلص خلیل (ولادت ۱۲۲۳ھ) کو یہ توفیق ہوئی کہ انہوں نے میر علی شیر قانع کے دور کے بعد والے شعراء کا تذکرہ لکھا جو گویا مقالات الشعراء کا تامل تھا (۱)۔ سنہ ۱۳۰۵ھ میں اس تذکرہ کو مکمل کیا، اور اس کو مرغوب نوا اور تاملتہ مقالات دربار کے تاریخی نام دئے (۲)۔ تاملتہ میں بیاسی (۸۲) شاعروں کا تذکرہ شامل ہے۔ خلیل اس تاملتہ میں شعراء کے انتخاب میں قانع کے نقشہ قدم پر چلے ہیں، تاکہ بقول ان کے وہ "بعینہ طرز و راہ آن یگانہ رود، یعنی اہل سند و ہراہل ولایت کہ از سند در گذرد درج نماید"۔ البتہ قانع کی نظر وسیع تھی اور مقالات کو انہوں نے

(۱) اس سے پہلے میرزا علی مداح نے ۱۲۱۸ھ میں "مجمع البلغ" مرتب کیا جو اب ناپید ہے۔

(۲) رقم کے تحتیہ میں محفوظ نسخہ میں یہ اندراج موجود ہے، یہ تذکرہ تاملتہ مقالات شعراء کے نام سے چھپا ہے۔ مرحوم صاحب المدینہ راشدی نے اس کو ایک ضعیف نسخے سے ایڈٹ کیا۔ بعد اس میں بعض غلطیوں کے ہیں۔ مثلاً اس ۵۲ پر حال نہ ہو تو عبارت یہ ہوگی: "تاریخ ۲۵ شعبان ۱۲۸۵"۔ "تاملتہ" پر صحیح عبارت، "تاریخ تویش (۱۱۰۲) الفظ حسن، غیب اللہ ہاتھ لکھا۔"

شاعروں کا جہان بنا دیا ہے۔ خلیل نے زیادہ تر اہل سندھ کو لیا ہے تاہم سندھ میں آرد و وارد کو بھی شامل کیا ہے۔ باوجود اس کے سندھ کے بعض قادر الکلام شعراء بھی تاملہ میں شمولیت سے رو گئے ہیں۔ مگر خلیل کا یہ بڑا کارنامہ ہے، کہ دور زوال میں تاملہ کی تصنیف کا اہتمام کر کے انہوں نے مزید تکمیل کے لئے دعوت دی۔

یہ کتاب ایک حد تک خلیل کے تاملہ کی تکمیل ہے، مگر حقیقت میں آئندہ تاملہ کا پیش خیمہ۔ میرے سامنے اس کا خاص مقصد یہ رہا ہے کہ سندھ میں فارسی دانی اور فارسی شاعری کی باقیات صالحات محفوظ ہو جائیں۔ انتخاب کا زرین دور گذریا۔ اب جب کہ آموزش فارسی کو ختم ہوتے ہوئے بھی پڑے دو سو سال ہونے والے ہیں تو فارسی شعر کی جو بھی تصنیف دستیاب ہو وہ غنیمت ہے۔ اس کے نقش و افقانی نظموں اور قطعات تاریخ کو بھی فارسی شاعری کے شواہد کے طور پر جاننا ہے۔

تاریخی طور پر ہم زمین سندھ میں فارسی شاعری کے شواہد کے لئے زرخیز ثابت ہوئی۔ شعراء کے تذکرے جو یہاں پر تصنیف ہوئے وہ نصف ان دیوانی اور اشعار ہارپارڈ ہیں بلکہ ہمیشہ ان میں فارسی کے شعر کی تمدن کا احاطہ کیا گیا۔ خراسان اور ہندوستان کے ہر ماں شعراء کے شعراء نے شعریات کو اپنی ہونے والی روایات و بدائع و معانی میں اشعار و موازنہ میں راہیں ہموار کیں۔ مقدمات و تصنیف ہونے والی اور جن اشعار پر پیش مرتب ہوئے۔ یہاں پر ان مجموعہات و Anthologies) کا منتخب طور پر بیان ہوتا ہے۔

مجموعات و منتخبات

منتخب ماں یہ ہے۔ ہر ماں شاعر کا نام الف باء میں لکھا گیا ہے۔

قابل قدر تصنیف ہے۔ بقول قانع بیاض جامع اشعار صاحب سخنان قدیم و جدید است۔ محسن کی نظر پوری غزل کے حسن پر تھی اور انہوں نے مکمل غزلوں کو منتخب کیا۔ شروع میں حافظ کی غزل (الایا ایہا الساقی - الخ) لائے ہیں اور پھر دوسرے شعراء کی مثالی غزلیات جو زیادہ تر ایران و ہند کے شعراء کی ہیں۔ سنہ تکمیل ۱۱۳۷ھ ہے۔

☆ بیاض محک الشعراء حدیقۃ البلغاء (سال تصنیف ۱۱۶۱ھ)۔ میر علی شیر قانع (ف ۱۲۰۳ھ) نے اپنی اس محک حدیقہ میں فارسی شاعری کے حسن و شعور کو ملحوظ رکھا اور 'مقالات الشعراء' میں شاعروں کے سوانح و کلام کو۔

☆ مجموعہ دلکشا: تالپور امیروں کے عہد میں فارسی شاعری کا ذوق پرواں چڑھا چنانچہ ملک کے حکمران اعلیٰ پایہ کے شاعر و مصنف ہوئے۔ "سرکار عظمت مدار" میر کرم علی خان کرم (ف ۱۲۰۱ھ - جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ) نے یہ مجموعہ مرتب کیا۔ ذوق مطالعہ کا کمال تھا کہ (مقدمہ میں بقول ان کے) "گاہی بہ گاہی غزلی یا مفرداتی باقطعہ و رباعی از متقدمین خواہ متاخرین بنظر می رسید و پسند می آمد" تو اس کو قلمبند کر لیا۔ بعد تنقیح "مجموعہ دلکشا" چھ فصولوں (قصائد، غزلیات، مفردات، قطعات، رباعیات اور ساقی نامہ جات) میں مرتب ہوا۔

☆ محک خسروی: یہ محک فرمانروا "سرکار جہان مدار" میر مراد علی خان نے تالیف کی اور سنہ ۱۲۳۷ھ میں اس کو مکمل کیا۔ اس انتخاب میں قوانی کی حد بندی ہے، اشعار متقدمین اور متاخرین کو قوانی کے اعتبار سے منتخب و مرتب کیا گیا ہے۔

بیاضات جنگ اشعار

ان مجموعات کے علاوہ، بعض با ذوق شعراء نے اپنے دلپسند منتخب فارسی اشعار کے

بیاضات رکھے۔ یہ 'منتخبات بیاض جنگ اشعار' ان کے فارسی شاعری سے شغف کے آئینہ وار ہیں۔ ان منتخبات سے فارسی شاعری کے وسیع مطالعے کے علاوہ محک و موزانہ، تنقید و تحسین کے پہلو بھی روشن ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ منتخب اشعار کے بیاضوں کو مرتب کرنا بعض شعراء کے لئے بذات خود ایک دلپسند و دلچسپ اور بی مشغلہ تھا۔ کہیں کہیں جو بچے کھچے اوراق ملتے ہیں، ان سے گمان ہوتا ہے کہ بارہویں تا چودھویں صدی ہجری تک کئی شاعروں نے منتخب بیاض مرتب کیے۔ وقت گذرنے اور حالات بدلنے سے سب کے سب سلامت نہیں رہے۔ جو چند معروف ہیں یا رقم کو دستیاب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ منتخب بیاض جنگ اشعار محسن عجمی (ف ۲۰ شوال ۱۱۶۳ھ) یہ ان کی ایک کتاب سے جدا گانہ ہے۔

۲۔ بیاض جنگ اشعار میر کرم علی خان۔ یہ بیاض رقم نے پچاس سال پہلے جعفر علی شاہ راشدی، مرحوم شہر جندو کے ذخیرے میں دیکھی تھی۔

۳۔ منتخب بیاض آخوند آمد ساولی، بالاقدم

۴۔ منتخب بیاض امید علی سہا، بالاقدم

۵۔ منتخب فیہ وزی، شاعر فیہ وزی خان مری، ذخیرے دستہ ہونجی (رقم)

۶۔ منتخب صوفی، جنگ اشعار اب الہدائے فارسی، ذخیرے دستہ ہونجی

۷۔ منتخب بیاض آخوند محمد قیل اور انتخاب اب الہدائے فارسی، ذخیرے دستہ ہونجی

۸۔ مہدائے ان تہذبات (۱۰۰ سالین راشدی، تصانیف سے تہذبات سے تعلق رکھتی ہیں)

۹۔ منتخب بیاض مہدائے ان تہذبات (۱۰۰ سالین راشدی، تصانیف سے تہذبات سے تعلق رکھتی ہیں)

- ۹۔ منتخب، بیاض مرتضائی (ذخیرہ حسام الدین راشدی)
 ۱۰۔ منتخب، بیاض جنگ اشعار، میر حامد الحق علوی شکار پوری (تذکرہ لطفی، جلد دوم)
 ۱۱۔ منتخب، بیاض اشعار، قاضی دین محمد بختیار پوری، ذخیرہ راقم دکتربلوچ (منتقل شدہ
 'سند آرشیو' Archives کراچی)

- ۱۲۔ منتخب، بیاض جنگ اشعار (کیم) میر عبدالحسین خان سانگی، ذخیرہ دکتربلوچ (منتقل ایضاً)
 ۱۳۔ منتخب، بیاض اشعار (دویم)، میر عبدالحسین خان سانگی، ذخیرہ دکتربلوچ (منتقل ایضاً)
 ۱۴۔ منتخب، بیاض حکیم، میر عبدالحسین خان سانگی (راجع 'کلیات سانگی'، تحقیق دکتربلوچ)
 ۱۵۔ منتخب، بیاض اشعار، غلام محمد شاہ گدا حیدر آبادی (ف ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۵ع) درتحویل
 حسام الدین راشدی (در تعلیقات 'تکملة المقالات' از و نقل کرد)۔

ان میں سے، منتخب فیروزی، منتخب صوفی اور منتخب سانگی جو سر دست راقم کے
 سامنے ہیں ان کے اندراجات کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس آخری دور
 زوال میں سندھ کے شعراء کی فارسی کے شعری ذخیرہ پر وسیع نظر کا اندازہ ہو۔

منتخب فیروزی: اس منتخب بیاض غزلیات کا دست نویس نسخہ راقم کے
 کتبخانہ میں موجود ہے جو اول و آخر میں ناقص ہے۔ فقط درمیانی حصہ۔ ورق ۹۱ تا
 ورق ۲۲۲ سلامت ہے۔ ہر ورق کا ہر صفحہ دو عمودی طاقون میں منقسم ہے اور با خطوط
 رنگین مزین۔ کاتب خوش خط ہے، شعراء کے ناموں کو سرخی میں اور غزلوں کے متن کو
 سیاہی میں لکھا ہے۔ اس بیاض غزلیات کا انتخاب کرنے والا شاعر وقت فیروز خان
 مری (بلوچ) ہے جو قرن دوازدهم کے آخر اور سیزدهم کے اوائل میں حال حیات تھا۔
 نسخہ کے بعض اوراق پر ان کی مہریں ثبت ہیں، جن میں نام 'فیروز خان مری' صاف
 پڑنے میں آتا ہے اور سال کا عدد ۱۲۲۱ (یا ۱۲۲۳ھ؟)۔ اس وقت تک یہ متحقق نہ ہو سکا

کہ فیروز خان مری سندھ میں کہا کے رہنے والے تھے؟

منتخب فیروزی افراد و اشعار کے بجائے مکمل غزلیات کا انتخاب ہے۔ ابتدا میں اس کو دیوان کی ترتیب سے مرتب کیا گیا لیکن آخر میں یہ ترتیب باقی نہیں رہی۔ متقدمین و متاخرین کی ہم قافیہ اور ہم معنی غزلیات کو ساتھ رکھا گیا ہے۔ بیشتر انتخاب ایران و خراسان کے معروف و مشہور شعراء کی غزلوں میں سے ہے۔ کتاب کے باقی ماندہ اوراق میں جن شاعروں کی غزلیں موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں: حافظ، سعدی، امیر خسرو، جامی، نظیری، سرمد مشہدی، حیدر نیشاپوری، قطب الدین، نور الدین، واقف، فخری، میر نجات، عاشق، کلیم، بیدل، عظیم آبادی، قدسی، حسامی، عرفی، صاحب، زرفشان، بنیش، محمد جعفر، احسن کشمیری، رفیع، معلوم، قاسم دیوانہ، تجلی، آذر، حزین، طالب، نوعی شیرازی، طغرا، محمد رفیق، نیازی، کمال پارسی، شمس تبریز، وحید، زین، خاقانی، حیرت، محسن، جانباز، غنی، صیدی، جلال خان، اسیر، موسوی، ناصر علی، تنجر، خالص، محمد تقی، فغفور، علی شیر خانی، شوکت، ولی حسدی، بوعلی قلندر، سرخوش، مرزا قلندر، آصفی، فغانی، آفرین، بخشی، بی، سامی، محمد تقی، بعض دیگر۔ سند کے شعراء میں سے کچھ تہوی، میر عظیم الدین تہوی، ملا عثمان، نور الدین شاہ نوری، رضائی، امیر علی، جلال، فیروز خان نے اپنی غزلیں منتخب کی ہیں۔

منتخب صوفی: غزلیات کے بجائے صرف چیداشی کا یہ منتخب بیان ہے۔ شاعر و ادیب نواب احمد خان لغاری تخلص صوفی (ف ۱۳۰۰/۱۸۸۲ ع) نے

تیرویں صدی ہجری کے نصف آخر میں بصورت کتاب جمع کیا۔ خود کو جامع صوفی لکھا ہے۔ ایک ورق پر حاشیہ میں سال ۱۲۶۲ھ درج ہے۔ اس منتخب کا ایک خوشخط نسخہ راقم کے ذخیرے میں موجود ہے، جس میں ایک سو اوراق (دوسو صفحے) باقی ہیں۔ آخر میں دو چار ورق ضائع ہو چکے ہیں۔

جامع صوفی کسی ایک شاعر کا شعر دیتے ہیں اور پھر وزن، قوافی، افکار و معانی کے اعتبار سے دوسرے شاعر (یا شعراء) کے اشعار لاتے ہیں۔ ہر شاعر کے ایک یا دو (کبھی تین) اشعار پر اکتفا کیا ہے۔ ان کے اپنے اشعار میں بھی بہ اختصار ملحوظ ہے۔ انتخاب خواجہ حافظ کے دیوان کے پہلے شعر سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد دوسرے شعراء کے اشعار کو بطور شواہد و موازنہ لایا گیا ہے:

حافظ:

ایا ابھا الساقی ادر کا سا و ناو لھا کہ عشق آسان نمود اول و لے افتاد مشکھا

بیوی نافہء کا خر صبا زان طرہ بکشايد ز تاب جعد مشکینش چہ خوان افتاد درد لھا

بلالی استر آبادی:

ز طوفان سر شک خود بگردانی گرفتارم کہ عمر نوح گریا بمر نہ بینم روی سا حھا

شیدائی حندی:

سلوک کا روان عشق کُنا م است سالک را جس از ناقہ بکشايد چون بندید خمھا

طغرائی مشحدی:

بیا افتادہ تر سو موی آن غار تگر و لھا بود چون آفتاب از مو بر اندامش سلا سھا

☆ مرزا طاهر وحید

بکوء دوست رهرو ذوق آسایمیش نمی داند نمی افتد گره بر رشته این ره زمزمه لها

☆ موسوی خان فطرت

درین دریای طوفان خیز نتوان برکنار آمد که چنان کشتی درون موج می‌گردید ساحلها

☆ معلوم تہریزی

تو چو لیلی درین وادی اَر محمل نشین باشی ز چشم آهوان برنا قها بندند مُلها

☆ آقا محمد کریم، عاشق

نمی دانم چه در سر دارد آن آشوب کفلیها صف نرگان سیاحتی می زند بر غارت دلها

☆ محسن قیومی

- چو چاک دل نداشتد جوش خون جراح تا محشر به تارائف قاتل تاندوزی زخم سملسا

- بشوری می روم گودمش محسن چویرانه که ریزد خون بجای اشک چشم شمع منقلب

☆ میر جان شاہ صوفی

درین بحر بلاطوفان بقاء جز بیکانش نبود حباب آسایدوش موج بزمستیمزنی

کتاب میر غلام علی مومن

اگر در کمال خست نماید یک نظر لیلی چون جوان داشت پیوسته بر آن آید و کمال

۱۸۷۰ء کو اب ولی محمد خان لغاری

شده که آتش عشقت بآب از دیده در میان حنونا بن شعله آتش فشان

۱- نقش شیخ و امام، مدینه

الطوفان والافتراس في الدنيا شقي عظيم

☆ خواجہ غیاث الدین

ز جوش بحر دل ہر دم ز را و دیدہ می بارم بسان ابر در یاد دل در مکنون ساحلها

در اوراق آخر:

☆ رفیق سری فروش

بہ دشت محنت و کوہ بلایش می دل و دین را چولی ساختی مجنون چو شیرین کوہکن کردی

☆ الحمد او خان لغاری صوفی

نگارا مشب از شوخی زدی سرز جود شاید دل آشفته حالان را پریشان وطن کردی
منتخب صوفی کے باقی ماندہ اوراق میں سواسو کے قریب شعراء کے نام اور ان کے چیدہ
اشعار موجود ہیں۔ جو نام پڑھنے میں آئے لکھے جا رہے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ
سندھ میں تیرو ہیں صدی ہجری کے شعراء کو فارسی شاعری کے تمدن سے کتنی آشنائی
تھی۔ بیاض میں اکثر شعراء کے نام ان کے مختلف اشعار کے ساتھ بار بار آئے ہیں
یہاں پر نام صرف ایک بار لکھا گیا ہے۔

حافظ شیرازی	حلالی استر ابادی	طغرائی مشہدی	مرزا طاب و حید
موسوی خان فطرت	آقا محمد کریم عاشق	معلوم تبریزی	خواجہ غیاث الدین
شوکت بخاری	مخلص کاشی	احسن بیگ	رفیع بلت التا
صائب	فطرت فقی	فردا	غفور خان
محمد جامی جیخود	طالب آملی	بینش	نور العین واقف
نظہ	مخدور جامی	فدا	میرزا اسکندر
قاسم دیوانہ	نجات	امیر خسرو دہلوی	شیخ محمد علی حزین

کاظم والہ اصفہانی	نوعی	نجر	سائی
خالص	قزلباس خان امید	افغانی شیرازی	اسیر
ملا علی رضا	تجلی کاشی	ملا عبدالرزاق فیاض	مختشم کاشی
شہر ت	امام الدین ریاضی	نزاری	خولجہ شعیب
میر سید علی مشتاق	آغا محمد عاشق	مفلوک تبریزی	ناطق
کھیم	عالی	میرزا سید محمد ستاب	عرفی
فتح علی شاہ خاقان	میر هوتک افغان	نخن	شرف الدین وافی
زیب انسا	محمد تقی صاحب	میر سید علی سیتانی	شیخ سعدی
صدیدی	فیضی	لطف علی بیک آذر	عافی
عاقل خان رازی	سید جلال الدین	مشتاقی مروی	شاہ اسماعیل سنوی
والحی اردوبیلی	سیادت	سحری بخاری	میرزا محمد حسین وافی
حزینی سیاسی	اسد	سعید الحسنی	شیخ محمد فیاض
وحدت	زالالی	مقیم	میر غازی شہید
زحینی (؟)	میرزا ارباب	محمد سعید اجاز	غفری
ابن یمن	اسکی قندھاری	میرزا بدیع الزمان	نکی ماسک بھانی
وکی	منیر احمدانی	سعید قصاب	مع احمدانی
حسین مہدی رزاق	سید احمد سائف	شیخ الی دانی	سید محمد حسین
نکی مہدی رزاق	نامور و رازموری	نکی شہیدی	سید
نہایتی شہانی	تاریب شہانی	نکی	میرزا شہانی

رفیق سیری فروش محسن تتوی میر جان شاہ صوفی میرزا غلام علی موسیٰ
 نواب ولی محمد خان لغاری منشی شیو کرام عطار د سید صابر علی تتوی سید علی شیر قانع
 منشی صاحبزادہ آزاد سید عظیم الدین تتوی الھد اد خان لغاری، صوفی محمد قاسم
 میان محمد سرفراز خان عباسی قاسم سید غلام علی مائل دیوان جیٹھانند مسرور
 حسین علی لغاری، نجیف مخدوم نور محمد بوبکائی میر کرم علی خان تالپور میر مراد علی خان تالپور
 یہ ایک وسیع مطالعے اور لطیف موازنہ کا منظر ہے۔

منتخب میر عبد الحسین خان: میر عبد الحسین خان (وفات ۸ ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۴ع) سندھ کے تالپور گھرانے کے آخرین چراغ تھے۔ خلیل نے 'تکملة مقالات' میں ان کا ذکر کیا ہے۔ فارسی شاعری کے مطالعہ کا ذوق تھا اور اس سلسلے میں انہوں نے دو بیاض جنگ اشعار مرتب کیے۔ پہلے میں زیادہ تر فارسی شعراء کا انتخاب پیش نظر رہا۔ تاریخ ۵۔ شعبان ۱۳۲۶ھ (سپتمبر ۱۹۰۹ع) میں انتخاب کرنا شروع کیا اور ۸۔ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ (یکم جنوری ۱۹۱۰ع) کو اتمام کو پہنچا۔ اس میں تقریباً پونے دو سو شاعروں کے فارسی کلام میں سے انتخاب شامل ہے، جن میں سے گیارہ سندھ کے ہیں: محسن ٹھٹھوی، حاجی عثمان، سرفراز، محمد روشن حیدر آبادی، آدم بروہی، سید غلام محمد شاہ گدا، مرزا عزیز، جان اللہ شاہ روہروی، صنعت، رسول بخش ربی اور حزب اللہ شاہ 'مسکین'۔ ان کے علاوہ خود اپنے اشعار شامل کئے ہیں (۱) جملہ نام یہ ہیں:

شوکت	ناصر علی ہندی	محمد علی حائق	منشی
عالمگیر شاہ	صائب	قدسی	نور جہان بیگم

(۱) میر عبد الحسین خان کا یہ دست نویس یہاں درج ہے ۱۳۶۵ھ میں مرحوم میر علی محمد خان تالپور کے بیٹے نے اسے جمع کیا۔
 مقدمہ کی کتاب (۳۵) تحقیق رقم: ۱۳۶۵ھ میں جمع کی گئی۔ بی بی پیرا، حیدرآباد، سندھ ۱۳۸۹ھ (۱۹۶۹ع) میں شامل ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

مغرمی	رفع	راضی شبستری	در کے قتی (؟)
راغب	رضائی	رائج	رہی
سنا	سلیم	سالک	محمود
شاہ نظر	شکیبی	شفائی	شاہ پور
ملاصبائی	میر صیدی	صادق	حرفی ساوجی
فرخی	قاسمی	نعمت خان عالی	ضمیر ہمدانی
فقیر	ابو تراب	فصیحی ہروی	میر فائز گیلانی
وحشی	نسبتی	کاکائی قزوینی	غنی بیگ
حلالی	ہاتف	طاہر وحید	وصفی
میرزا رضی	حزین	وصال مرزا	فتح علی شاہ ایران
خاقتانی	معانی کابلی	صانعی	مختتم
شیدا	سلمان	اوحدی	نسیم
اشرف	طالب	صہبائی	نیاز
ظہوری	طالع	منیر	عالی
پیام	دانش	سالک یزدی	سر خوش
حسن	حیرتی	فارغ	لطیفی
میر	سیاری	شاہی	مقبلی
یاس	غنی کشمیری	قاسم	صہبائی
بیج حزب اللہ شاہ رومی	نخشہ	صوت	سید انشاء اللہ خان

شاہ وفاقی اسماعیل عادل شاہ شاہ عالم شاہ درد
 شیخ بھلول خالص برہمن نشاط
 ضخیم بیاض، یہ میر صاحب کا دوسرا دست نویس بیاض ہے جو راقم نے
 'کلیات سانگی' پر تحقیقات کے دوران دیکھا (۱) میر صاحب ۱۹۱۹ء میں یہ انتخاب کر
 رہے تھے۔ اس میں تاریخ ۱۲- نومبر ۱۹۱۹ء کا اندراج ہے۔ اس انتخاب کے تقریباً
 چار حصے اردو شعرا کے ہیں اور ایک حصہ فارسی شعراء کا جن کے نام یہ ہیں:

رحیم	فردوسی	حافظ	نظامی
گرائی	ظہیر فاریابی	سائیک	محمد علی سیم
سوریا سویدا	رائع	عالی	فطرت
رفیع	تہجر	ظہور	صنعت
امانی	امیر خسرو	مستق	سعید اشرف
اثر	وحید	اشرف	منفید خجندی
وحشی	باقی ہاشمی	سائیک یزدانی	والہ شہرستانی
ملا شامی	مسار	غنی	بانی
ظہوری	نظامی	اسماعیل	محمود بہ
خورشید سہارنپوری	رشیدی	انتظامی	سہانی
حمید	نجات	ممدان	بانی
شیر	شامی و آصف	امین	لیکن
خالص	عالی	نسی	نہانی

(۱) - اس انتخاب کی کلیات سانگی میں ۲۱

قدی	حلالی	جلال	اسیر
رسا	میرشمس الدین	ممتاز	میرحمادی
قاسم بیگ	ولی	نظیری	گدا
حشمت	واجد علی شاہ	شاملو	بیدل
مسرت	آزروہ	غالب	نثار
ضمیر ہندو	رشیدی	واقف	خواجہ حسین
نظیرین	بابر بادشاہ	شیخ اوحدی	ملاحیرتی
وسر	طالع	آصفی	اسحاق خان
علی اکبر دہلوی	اسیری	طالب	حیدر
نخشہ	حسن	برہمن	مشتاق
قاضی جعفر ٹھٹھوی	رومی	صائب	آخوند قاسم
نفیمت	سنائی	مسما تھری	مولوی میرعباس
محمود شہستری	شریف بانو	خاتانی	مولانا جمالی
سنجر	حکیم رکنا	صبوحی	رسوا
محمد علی حزین	غلام علی سبزویش	نظیر	آخوند غلام حیدر
مخدوم خلیل	عرفی	فخر رازی	مولوی منصور
طغرا	سہی ترکمانی	برقی	عان
حاذق گیلانی	میر	دبیر	

ان میں بعض ہند کے شعراء اور بارہ سندھ کے شامل ہیں: سرفراز، محسن ٹھٹوی، صنعت شکار پوری، صابر، قاضی جعفر ٹھٹوی، ابراہیم خلیل ٹھٹوی، حاجی عثمان، غلام محمد شاہ گدا، آخوند محمد قاسم، آخوند غلام حیدر، غلام علی سبز پوش، احمد علی احمد اور خود میر عبدالحسین۔

میر عبدالحسین خان نے یہ منتخب ۱۹۱۹ء میں مرتب کیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کے ربع اول تک سندھ میں فارسی شعر و شاعری کے مطالعے کا ذوق باقی رہا۔

محفل انجمنیں

اوپر والے تجزیہ و تفصیل سے معلوم ہوا کہ بعض شعراء نے اپنے ذاتی ذوق شوق سے شعری ذخیرہ کا وسیع مطالعہ کیا اور مجموعات و منتخبات مرتب کر کے فارسی شاعری کے سرمایہ کا احاطہ کیا۔ اس ذوق شوق کا دوسرا منظر شعراء کی محفلیں اور غیر رسمی انجمنیں تھیں جن کو بعض ہستیوں نے اپنے ذاتی وقار، شاعرانہ معیار اور لوازمات سے قائم رکھا۔ وہ ان محفلوں کی شمعیں تھیں، جن کے گرد معاصر شعراء پروانہ وار پروانے لگے۔ سندھ کے فرماں روا میر کرم علی خان کرمی، میر عبدالحسین خان سانگی اور پیہ صاحب پادشاہی۔ حزب اللہ شاہ و ان شمعوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

شمع انجمن میر کرم علی خان کرمی، فرماں روا سندھ، ۱۳۰۵ھ بمطابق ۱۹۱۷ء میں خان تاپور ۱۲۲۱ھ تا ۱۲۴۲ھ میں تک سندھ میں فارسی شاعرانہ شمع انجمن رہے۔ سندھ جہاں شاعرانہ خاص عمر میر کرم علی خان کرمی، صاحب پادشاہی کے فطرت

میر عظیم الدین ٹھٹوی، میر غلام علی مائل ٹھٹوی، مخدوم نور محمد بوبکانی، آخوند نور محمد بالائی، میرزا خسرو بیگ چرکس، میر صابر علی صابر ٹھٹوی، میر کاظم شاہ سرخوش، سلیمان صباحی، عبد الحمید جوکھیہ، منشی صاحبزاد، آزاد، میر هوتک خان افغان، آغا محمد عاشق، میرزا جعفر، سید طباطبائی اور منشی دولہرام (۱)

شمع انجمن میر عبدالحسین خان: میر عبدالحسین خان کو زندگی کے نشیب و فراز نے مردم شناس بنایا اور اعلیٰ تعلیم و تربیت نے ان کو سخن شناس، اعلیٰ ادیب و شاعر بنایا۔ ۱۸۵۱ء میں جب کہ سندھ کے تالپور فرمانروا انگریزوں کے قید و بند میں تھے، عبدالحسین کلکتہ (دم دمہ) میں پیدا ہوئے۔ والدہ ایک انگریز خاتون تھیں۔ ابتدائی اردو-فارسی تعلیم وہاں کے عالم، شاعر اور کاتب میرزا حسن علی عرف میرزا بیگ 'مومین قلم' تخلص 'وفا' سے حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء میں والد عباس علی خان سندر بن میں شکار کھیل رہے تھے کہ خود اپنی ہی بندوق سے شکار ہو گئے۔ اس جان گداد حادثہ میں صغیر فرزند عبدالحسین اپنے والد کے ساتھ تھے۔ ۱۸۵۹ء میں جب تالپور حکمرانوں کو قید فرنگ سے نجات ملی تو عبدالحسین کو حیدرآباد سندھ لایا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۸ سال تھی۔ تین سال کسمپرسی کی حالت میں گزارے اور ۱۸۶۳ء میں جب ان کے چچا میر محمد حسن علی خان کلکتہ سے حیدرآباد پہنچے تو عبدالحسین کے لئے تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا گیا، یعنی اس وقت سندھ میں عربی و فارسی کے بڑے عالم و مدرس ادیب و شاعر آخوند احمد و حاکم

(۱) تعلیق تہ حسان الدین برتلمدہ مقدمات شعر .

سے بلوا کر حیدر آباد میں بٹھایا تاکہ عبدالحسین کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہو سکے۔ فاضل استاد آخوند احمد عربی و فارسی کے بڑے عالم ادیب و شاعر تھے۔ ان کی معیاری تربیت اور صاحبزادہ عبدالحسین کی ذہانت نے رنگ لایا اور وہ فارسی کے بڑے سنخور اور سخن سنج ادیب و شاعر ہو گئے اور تادم حیات اپنے مدرس استاد کے ممنون و ثنا خوان رہے۔ جوان ہوئے تو عشقیہ شادی کی لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہ پری پکیر ۱۸۷۴ء میں فوت ہوئی۔ عبدالحسین خان کو درد و انگیز ہوا اور محبوب کے فراق میں وہ 'ساکنی' بن کر رہ گیا (سندھی لفظ 'ساکنی' یعنی بے گھر، بیچارہ، بے قرار)۔ بعد میں سندھی کلام میں اپنا تخلص 'ساکنی' کر لیا اور اسی تخلص سے مشہور ہوئے۔ البتہ فارسی شعر میں اپنا نام 'عبدالحسین' لائے۔ غم اور فراق میں 'سندھی کا فیون' کا سہارا لیا اور ۱۲۹۳ھ میں مجموعہ 'کافیان' سوز 'ساکنی' مرتب کیا۔ بعد میں ان کی سندھی غزلیات، منظومات کے تین دیوان مرتب ہوئے۔

میر عبدالحسین خان ۱۲۹۳ھ کے بعد فارسی شعر و شاعری سے منقطع نہیں مشغول ہوئے اور منتقبات 'مرتب کیے۔ حیدر آباد میں میر عبدالحسین خان کی وفات کے بعد فارسی شعر و شاعری کا ذوق بڑھتا رہا اور میر عبدالحسین خان کے 'نمائان' شباب میں وہاں سید عالم محمد شاہ، سید اور سید فیضی شاد جیسے قوراء و شاعرانہ وجودات تھے۔ عبدالحسین خان نے شہر حیدر آباد اور قواری کے شعرا و ادیب اپنی ادب پروردگی سے مدد و ہدایت دی۔ ۱۲۹۶ھ میں ان کے بڑے صاحبزادے شاد یونس خان کی عمر ۱۳ سال ہوئی ان کے

دوسرے صاحبزادے ایزد یار خان کی ولادت پر فارسی گو شعراء نے مبارکباد کے قصیدے اور تہنیت نامے پیش کئے۔ میر صاحب موصوف جملے فارسی شعراء کے مدوح اور ان کی محفلوں کے میر مجلس مانے گئے۔

میر عبدالحسین خان نے تقریباً تیس سال (۱۸۹۳- وفات ۱۹۲۳ء) تک فارسی اور سندھی شعر و سخن کی محفلوں کی آبیاری کی۔ مندرجہ ذیل شعراء ان کی سخنوری اور ادب پروری سے متاثر اور ممنون تھے اور وہ خود شمع انجمن تھے۔ میان احمد بھٹائی (ساکن بھت) تخلص احمد و احمدی، آخوند محمد قاسم، آخوند امید علی سہا، غلام محمد شاہ گدا، آخوند غلام حیدر حیدر آبادی، مخدوم محمد ابراہیم، خلیل، ٹھٹھوی، حاجی سید کریم بخش شاہ شیرازی ٹھٹھوی، میرزا محمد شفیع منٹھری (ایڈیٹر اخبار 'مفرح القلوب' کراچی)، آقا سید تقی شاہ قندھاری 'تائب' (جام لس بیلہ کے میر منشی)، میرزا محمد حسین شیرازی 'ناخدا'، میون وڈل حیدری، میرزا قلیچ بیگ 'قلیچ'، آخوند لطف اللہ شیرانی 'لطف' حیدر آبادی، سید حیدر شاہ حیدر آبادی۔ ان کے علاوہ امداد علی خان بلیدی، میرزا احمد علی (سالت اسپیکٹر، بلوچستانی) سید فاضل شاہ حیدر آبادی، حافظ حامد، مرتضائی ٹھٹھوی، فضل محمد ماتم، منشی رسول بخش 'رہی'، میر غلام علی سہرپوش، میرزا دوست محمد، دوست۔

غلام محمد شاہ 'گدا' نے اپنی تہنیت میں واضح طور پر کہا کہ:

میر صاحب ذوالعطا عبدالحسین ابر نیشان دست گوہر بار او
ہست بی ریب و شک و وہم و گمان قلزم جود و سخا سردار او

کرد از خواب سیه بختی رها مفلسان را دولت بیدار او
 شرم می آید مرا گر گویمش در سخاوت هست حاتم وار او
 شمع انجمن سید حزب اللہ شاہ پیر پا گارہ: میر کرم علی خان کرم اور میر عبدالحسین خان
 نے پائین سندھ میں پایہ تخت حیدرآباد میں فارسی شعر و شاعری کی ذوق و زرخیزی کو
 پروان چڑھایا۔ شمال سندھ میں یہ شرف درگاہ پیران پا گارہ، پیر جو گوٹھ (خیر پور
 ریاست) کو حاصل ہوا جہاں پر سجادہ نشین سیوم پیر پا گارہ حزب اللہ شاہ نے اپنی
 علمی ادبی یگانگت، فارسی شعر و شاعری میں ذوق و ذہانت اور ذاتی سیادت و سخاوت
 سے خود کو علمی ادبی محفلوں کے لئے شمع انجمن بنایا۔ علماء ان کی طرف متوجہ ہوئے اور
 شعراء ان کی محفلوں سے منسلک ہوئے: تقریباً تیس سال (۱۳۸۰-۱۳۹۸ھ) تک
 انہوں نے شمع انجمن بن کر ان محفلوں کو رونق بخشی۔ مشرق کے اصناف سے بھوالدین
 بھائی، شمال سے نبی بخش والاچی امین اور مغرب میں لارکانہ سے محمد عاقل، عاقل اس
 انجمن کے ستون تھے، یعنی پورے شمالی سندھ تک اس کا دائرہ وسیع تھا۔ مرکزی طور پر
 فزندار جمند علی اصغر شاہ تخلص علی بہم نشینوں میں سے تھے، اور جناب حزب اللہ شاہ
 مسکین اس انجمن کے روح رواں تھے۔ شاعر بھوالدین بھائی نے اپنے ایک
 قصیدے میں کہا کہ:

ز ملک سند چد گویم کد تا مالک ہمد

اسیر داد کر منہای اوست بیرو جوان

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

خاص شمال سند کے ممتاز شاعروں کے علاوہ دوسرے مشہور معروف شعراء جو بعد میں میر عبدالحسین خان سانگی کی محفل سے وابستہ ہوئے، جناب حزب اللہ شاہ کی محفل سے منسلک رہے۔ رسول بخش 'رہی'، حالہ کے آخوند احمد احمدی جو طریقت میں پیر صاحب کے مرید تھے، اور حیدر آباد سے غلام محمد شاہ 'گدا' اور سید فاضل شاہ۔

جناب حزب اللہ شاہ، سخن شناس و سخن سنج تھے۔ جو خنوران کے قریب تھے ان سب کے ساتھ محفلیں ہوتی رہیں۔ آن جناب نے فرزند ارجمند علی اصغر شاہ علی کی خاص تربیت کی تھی اور وہ فارسی کے قادر الکلام شاعر اور اپنے مربی والد کے مصاحب و ہموا ہوئے۔ ایک شب چودھویں رات چاند کے گرد حالہ دیکھ کر فرزند علی اصغر شاہ علی کو فرمایا:

خط خوبی بگرد مه کشیده

'علی' نے فی الفور جواب میں کہا:

نی چشمی دید نی گوشی شنیده

بسا اوقات جناب مسکین کی نو ساختہ غزلوں کے تتبع میں علی اصغر شاہ اور مواوی محمد عاقل اپنی غزلیں پیش کرتے۔ جناب مسکین نے مندرجہ ذیل مطلعوں سے دو غزلیں کہیں:

نگارا باد و تیغ ابرو بزم چون تاختی رفتی

مرا معجروح کردی و نہ مرہم داشتی رفتی

--

129952

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

ز بدبین دیدہ من بر رخ نقاب انداختی رفتی

نقاب ابرسیہ بر آفتاب انداختی رفتی

ان غزلوں کے تتبع میں علی اصغر شاہ 'علی' نے اپنی غزل پیش کی کہ:

بتا دوش از روِ دورم نگہ انداختی رفتی

ز خواب صبر، چشم و سینہ را پرداختی رفتی

پھر 'علی' کے ارشاد پر مولوی محمد عاقل نے اپنی غزل پیش کی کہ:

بہ تیر چشم پُر نازت شہیدم ساختی رفتی

شہیدت را بجز و گور و کفن انداختی رفتی

ایک مغل میں جناب پیر صاحب نے یہ مصرعہ پڑھا:

بنانی حسن برد استاد بالائی فلک چندان

اور عاقل کو ترغیب دی کہ دوسرا مصرعہ پڑھیں تاکہ شعر پورا ہو۔ عاقل نے فی البدیہہ

مصرعہ پیش کیا:

کہ از برجش فلک لرزید، معماری چنین باشد

جناب پیر صاحب حسن شعر پر اس گھون روادیتے تھے۔ روایت مشہور ہے کہ پیر

سندھ کے سید عالم شاہ سے ناراض تھے یمن انہوں نے ماننے آتے ہی یہ شعر پڑھا:

کہ خوش دوران و کف اہیہ ان کی کھلم میں کاشعور انہوں نے اپنی پانچ

شعر پیش کیے تھے اور سب پر فاشات ہوئی تھیں یمن حسن کے اشعار خوب سے

خوب تر ہوتے تھے ان کو میر مجلس بھی اپنی پسند کا انعام دیتے تھے۔ ایک محفل میں سب پر نوازشات ہوئیں لیکن جب بہاء الدین 'بہائی' نے اپنا یہ شعر پیش کیا تو بیحد خوش ہو کر ان کو اپنا ہاتھی بخش دیا (۱)۔

قرب حق شد منزلِ ماء، عشق جانِ جانِ ماست
 ماشہ ملکِ دل و عرشِ عظیمِ ایوانِ ماست
 باعثِ ایجادِ مائیم از پی ہر دو جہان
 ہر دو عالم فی الحقیقت منتِ احسانِ ماست
 ماکہ از روزِ ازل مارا محبتِ مشرب است
 عشقِ بازی دینِ ما و عشقِ عشقِ ایمانِ ماست
 عشقِ یعقوب است و عقلِ اخوانِ ماما یوسفیم!
 ما عزیزِ مصرِ عشقیم و خودی زندانِ ماست
 مابدنیا سخت نادانیم و در دیوانِ عشق
 عقلِ عالم نو سبق شاگرد شاگردانِ ماست
 آفتابِ عالم افروز است نورِ فیضِ ما!
 از مہیلہ تا کراچی جلوہ جولانِ ماست
 عالمِ عقبی کراچی و مہیلہ این جہان

(۱) دکنی ہونو دیوان مسکین، اکام مقدمہ، ص ۱۴۱-۱۴۲

هر دو عالم روشن از خورشید نور افشان ماست
 مدح ما مشهور الانسان سری واقع است
 واقع آن شاهد سر صورت انسان ماست
 از ازل ما را چه دستار خلافت بر سر است
 شان ما ایمان ما قرآن مابرهان ماست
 در دو عالم گوئی اقبال از همه کس برده ایم
 از زمین تانه فلک با عرصه میدان ماست
 در دو عالم گردی از چیزی نیابی چون سخن
 بارهء بنگر که آن هم لعل خوش اذکان ماست
 از پی ما خاک گسترده بساط انجمن
 آسمان در رقص و حالت باهم از دستان ماست
 طالب ذات خدائیم و خدا مطلوب ماست
 درد مند ایزدیم و ذات حق در مان ماست
 این همه اقبالها داریم از اقبال عشق
 بندگان حضرت عشقیم و او سلطان ماست
 این نه فخریه بگفتم بلکه حمدیه بود
 نحن اقرب را بین برهان ما قرآن ماست
 گر کلام مار قاصدین فرد خارج فساد

باک نبود چون کمالِ دوستان نقصان ماست
 ای بهائی قدر خود را کاشکی نشناختیم
 ورنہ مدح بیحد مانی حد امکان ماست۔
 'بہائی' نے گزارش کی کہ: حضرت! میں غریب ہوں اور ہاتھی کو کہاں پال سکتا
 ہوں۔ اس پر پیلبان دیا اور روزانہ اخراجات دیے جب تک ہاتھی 'بہائی' کے پاس
 ہو۔ انہوں نے پھر یہ ہاتھی بہاولپور کے نواب کو بیچ دیا۔

مراسلے

فارسی شعر سے یہ شغف تھا کہ بعض معاصریں ایک دوسرے کو اپنی غزلیں / نظمیں
 ارسال کرتے اور جواب طلب کرتے۔ بعض کی 'جواب طلب غزلیں' کثرت سے
 موجود ہیں۔ یہ جواب طلب مراسلے بصورت مناقشے و محابے نہیں تھے، بلکہ ترغیب و
 تحسین کے لئے مطالبے تھے۔ جو بھی مثالیں موجود ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ لیں
 دین قادر الکلام شاعروں کے میان طبع آزمائی کے ساتھ طلب تحسین والی مشق تھی۔
 تیرہویں صدی کے آخر سے لے کر چودھویں کے اوائل تک فارسی میں یہ شعری
 مراسلے بہت مقبول رہے۔ اور پھر سندھی کے شعراء نے بھی اسی روایت کو اپنالیا۔

ان کی ایک مثال یہ کہ شاعر شمس الدین 'بلبل' نے ایک نئی غزل لکھی جس کا

مطلع تھی: ماہ تابى عجبى، حسن شباى عجبى

لب عنابى عجبى، رخ چو گلابى عجبى

’بلبل‘ نے یہ غزل اپنے معاصر خواجہ محمد حسین ’سرخندی‘ کو ارسال کی اور اس کے جواب کے لئے گزارش کی۔ خواجہ موصوف نے جواب میں یہ غزل ’بلبل‘ کو ارسال فرمائی:

رخ گلابی عجبی زلف نقابی عجبی آفتابی عجبی زیر سحابی عجبی
 بی تو چون ملہی بی آب بگلشن ما است اضطرابی عجبی رنج و عذابی عجبی
 ز آتش روی تو چون زلف پریشان دارد انقلابی عجبی عقدہ و تابی عجبی
 بت ابروی تو کلک ازل از نقطہ خال انتخابی عجبی کردہ ربابی عجبی
 حال بر کنج لبش ہر کہ بہ بیند گوید وہ ذبابی عجبی در خوشنای عجبی
 لب و دندان ترا وصف محقر اینست در حبابی عجبی در خوشنای عجبی
 دل دیوانہ ما از نگہ مست تو شد از شرابی عجبی مست و حواری عجبی
 در برش جوش ہوس موج لطافت انگیزخت این حبابی عجبی حاشنہ راسی عجبی
 خوش فنادہ ست خط سبز تو بر دفتر حسن گشنہ نابی عجبی رتب کبابی عجبی
 خوش بود گر کنی از دولت و حاصل آباد نہ توایی عجبی حالہ حاسی عجبی
 ناد کدو تر نبود ہر کہ حور دار لب تو می نابی عجبی منہ و سیرابی عجبی
 لحظہ باش کہ از حور و حشای تو کم بسببی عجبی باغ حشای عجبی
 ای خوش آنکہ کہ کسد ہم زلف تو کند سیر مسابی عجبی سہ سہ عجبی
 حواہم از چشم سخن دان تو تا شرح شد نہ حشای عجبی عجبی حشای عجبی
 سکر از لب نشان بہر و کاب حشای عجبی نابی عجبی نہ حشای عجبی

غنچه طبع من از گفته بلبل بشگفت از خطابی عجبی داد جوابی عجبی
 از رخ خوب تو سرھندی عاجز دارد صبر و تابى عجبى نقش بر آبى عجبى
 بقول خواجہ موصوف ”بلبل سندھ این غزل گفته برای جواب فرستاد خواہ مخواہ
 درین سنگلاخ تخم خیال کاشته شد“۔ تاہم یہ مراسلہ فائدے سے خالی نہ رہا۔ شعریت
 اپنی جگہ، مگر الفاظ کی ندرت و عمق پریت اور بندش میں اختصار ایک نیا تجربہ تھا۔
 ’سرھندی‘ کے فرزند آغا محمد اسمعیل ’روشن‘ نے بھی ’بلبل‘ کے مراسلہ کا
 جواب اپنے شعر میں دیا جو دیوان ’روشن‘ میں (بغیر مطلع کے) موجود ہے:

ز آتشین رویش این طرہء مشکین دارد اضطرابی عجبی پیچش و تابى عجبی
 بخت بیدارم آن لحظہ کہ رفتی ز برم بہ شتابی عجبی رفت بخوابی عجبی
 صد مسلمان چو بیک عشوہ کشد خولہد شد احتسابی عجبی روز حسابی عجبی
 دل بہ ہستی جہان ہر کہ بہ بندد گویا زد حسابی عجبی نقش بر آبى عجبی
 حسب فرمودہ بلبل بہ شمی روشن کرد این جوابی عجبی درج کتابی عجبی

موازنے

’شعر کی روح‘ تکلف تصنع سے بالاتر ہے، نظم گوئی سے بالاتر ہے۔ معنوی و صورتی نقطہ
 عروج پر ’شعر‘ فطری تخلیق سے ہمکنار ہے، مگر ابتدائی مرحلہ بہر حال نظم گوئی ہے جو
 ہنرمندی کی رہیں منت ہے۔ فارسی شعراء نے ایران و خراسان خواہ ہندو سند میں منظوم
 ہنرمندی کے جوہر دکھائے۔ ایسے اشعار منظوم کیے جن میں سب الفاظ کے حروف

باناتوں ہوں یا بے نقاط، شفتین کو نہ لگیں یا تالو کو نہ چھوئیں۔ الفاظ کی ندرتوں اور لطیف بندشوں سے اشعار میں حسن پیدا کیا۔ ایک خاص ہنرمندی یہ بھی مانی گئی کہ ابجد کے حساب سے نظم میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ جن کے حروف کا جملہ عدد وہ برآمد ہو جو کہ مقصود ہو۔ اس طرح واقعات، ولدیات، وفیات، اور تعمیرات کے سنہین کو متعین کرنے کے لئے تاریخی قطعات منظوم کرنا ایک خاص شاعرانہ ہنرمندی تسلیم کی گئی۔ بعض شعراء کو اس فن میں حیرت کن دسترس تھی، اور انہوں نے اس ہنرمندی میں اپنے معاصروں سے موازنے کے لئے تاریخی قطعات منظوم کئے۔

سندھ میں چودھویں صدی کے شروع تک شعراء کو اس فن میں تہنی دسترس تھی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عالم و عارف خواجہ عبدالرحمن بن ہندی سنہ ۳۱۵ھ میں شہر 'تکسر' سندھ میں فوت ہوئے۔ متعدد معاصرین شعراء نے بطور عقیدت تاریخی قطعات منظوم کئے۔ سید اسد اللہ شاہ فدا جو خواجہ صاحب کے معتقد و مرید تھے، انہوں نے مندرجہ ذیل قطعہ ہنرمندی سے منظوم کیا تاکہ تسمیہ کے موازنہ والی صورت پیدا ہو۔ اس میں انھیں کس بیت (اشعار) ہیں اور بیت کی بسمت سے تاریخی ماہ و برآمد ہوتا ہے۔

آواز ترخیل آن سن ماہ ۳۱۵ بر پتھر عمر انور ماہتاب ۳۱۵
مخزن اسرار حق و داد ۳۱۵ بطریق حق و برحق ۳۱۵
نور باش قدم روشن دامن ۳۱۵ ملت حق و برحق ۳۱۵
درمان نقش انکس ازل ۳۱۵ درمان کائنات ۳۱۵

اس طرح ۱۲۸ بیات کی ۵۶ مصرعوں میں سے ۱۳۱۵ کا عدد برآ مد ہوتا ہے۔
 خواجہ محمد سعید، سجادہ نشین لواری نے، تاریخ بطرز جدید نکالی اس طرح کہ
 بر مصرع سے سال ولادت (۱۲۴۴) اور سال وفات (۱۳۱۵) دونوں برآ مد ہوں۔
 انہوں نے شروع میں، بطور پیش لفظ کے بیان حال، منظوم کیا کہ:

ہر یک از شعراے در سال بسفت ہر یکے طرز بلاغت را بگفت
 لیک طرز گفتہ شان باز گفت سیر در لوزینہ کردن نہفت
 با قدید آوردن و نام جدید یا بشکر خوردن صبر است جفت
 اے باید تخم بہادان کہ پیش، نے باغ شاعری آن گل شگفت
 ہچو جامی کن رہا شرمندگی صاف و درد آور بکھفل پیش مفت
 بادہ بخش و ساقی دین دل رباء کے بزادو کے بخت کو رخت
 بین بطرز نو سعید اشک ریز خار غم از صحن کاخ دل برفت

تاریخ بطرز جدید

فضل و اور بو و عالی، خواجہ کش سر ہندیان	دست بوسان عیش گیران، عشق جوشان جانفشان
۱۲۴۴	۱۳۱۵
خاتم علم پیامی، ملجا رہ شیخ و شاب	یاسمن باغ نویدی، دوحہ دل ارغوان
۱۲۴۴	۱۳۱۵
کاشف فرقان حاجت، سر مخفی را عمید	غازی حق عدل واجد، نور راسخ و الحق جان
۱۲۴۴	۱۳۱۵
مہ مخلوت انجمن زی، انما بخشی بریق	عشوہ شد ہوش در دم، باز گلشتش در کیان
۱۲۴۴	۱۳۱۵

چاق شطرنج نصف، سیریک شہ یادداشت زین کہ فرزین دم بدستش، بیذق از عرصہ طعان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 فخر عالم جہد داور، عبد رحمان ظل ہو فیض ہادی قطب اکبر، گشت بہ فرور جنان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 حق بدیدہ مخلصانش، خون گریان فزع کار سده جویان جان نثارش، خاک در سر و فلس جان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 کیست کو بر سر نوری، خون نگرید زار و فاس عشق سازمان اندر، لہ و لیل و صد فغان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 دل سعید این مصرعت، ہر شعب تولید و وفات برودہ میلا دو خوشی، گہ درو چین برفوت شان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵

خواجه محمد سعید کی اس جدت پر فدا نے مزید جدت سے قطعہ تاریخ منظوم کیا

جس کی ہر مصرعہ سے تین عدد برآمد ہوں: وفات وقت عمر کے سال (۷۱)، سال

وفات (۱۳۱۵) اور سال ولادت (۱۲۳۴):

ساحزن، آن مطلع سر ولادت از جہاں پاک امجد، چارہ سازی مقتدا کی عارفان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 واء ویلا احیاء، رحلت کرو آن میں ایتھین بوی احمد، سر و سازم شدہ اس و جان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 پاک بازی زیب وہ، آن خازن اسرار نجی بزم ایضہ، کائنات و دنیا وین فخر زمان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 بود مبدی، نائب شرع محمد حق شناس زاہد، امجد، ہمیش نو باد و باغ جان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵
 بدوین، بدر کا، رشد صاحب عقل و فہم مریط اجواہر، کمال و کمال و سر جان
 ۱۲۳۲ ۱۳۱۵ ۱۲۳۴ ۱۳۱۵

۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	مبداء جہی، رضی اللہ عنہ طالبا	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	مخزن سرنہان
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	الم، واقف سرفرقان و نور عدل	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	کلی اہد، فیض اعلیٰ عطیہ والا مکان
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	زبدہ اہل زہاد، آن موروفیض دولای	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	احمدی آداب، ثانی احمد و اکبر انشان
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	بابدا محبوب، قدسی خاص رحمان عبده	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	لحاظ اللہ علیہ البیان
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	یوح مجہ، دین پناہ سرسبحان الذی	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	اطیب امجاد، حق بین فائض معجز بیان
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	با احد دائم، بذات حق محولایزال	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	جلہ جمہود، سکندر مدحت و صاحب قرآن
۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	بالادب این، آمدہ رحلت ولادت	۷۱	۱۳۱۵	۱۳۳۳	سنہ نوبیاب بلزجان فداہر مصرعہ کی ہر کارین

مشاعرے

جب تین یا تین سے زیادہ شاعر کسی شعر، غزل یا رباعی کی خوبی سے متاثر ہو کر اس 'طرح' کے تتبع میں شعر لکھتے تھے اور ایک دوسرے کو سناتے تھے تو مشاعرے والی صورت ہو جاتی تھی۔ پہلے ٹھہرے اور حیدر آباد میں ایسی محفلیں ہونیں۔ اس کے بعد شمالی سندھ میں 'ہمایونی' شکار پور اور درگاہ پاگاہ پر جناب حزب اللہ شاہ کے دور سجادگی میں، اور پانچ سندھ (لاڑ) میں شہر 'تنگہر' میں جہان سرہندی بزرگوں کی آمد سے فارسی شاعری کا ذوق عروج کو پہنچا۔ حافظ محمد یوسف، اسد اللہ شاہ فدا، خواجہ محمد حسین

’سرہندی‘، محمد ہارون‘ دلیگر‘ اور محمد اسماعیل‘ روشن‘ سب‘ تنکھر‘ کے شاعر تھے۔ ان میں سے سرہندی، فدا، دلیگر اور روشن نے جس مشاعرے کو پرواں چڑھایا اس میں ’طرح‘ شیخ سعدی کی یہ غزل تھی:

معلمت همه شوخی ز دلبری آموخت
جفا و ناز و کتاب و ستمگری آموخت

خواجہ محمد حسین‘ سرہندی‘ نے تتبع میں اپنی یہ غزل کہی کہ:

ز طعم نوش لبث قندشکری آموخت ز بوی سنبل تو گل معطری آموخت
طرب ز جلوہ تو بادہ سرود کشید فرخ ز خندہ تو روح پروری آموخت
بہار از گل روی تو صد چمن آراست بہشت از بر حسن تو نوبری آموخت
ز چشم فتنہ بدوش تو ناتوان ز گس کتاب سحر و فسون خواند و مہر کی آموخت
متاع ناز و ادای ترا بہ نقد روان خریدن از دل عشاق مشتہ کی آموخت
دلہ چو طرہ شمشاد صد شکن دارد چرا کہ از قد تو سر و سروری آموخت
شامل تو صبا برد چون بجا بلتا طعید حور و تجل شد ملک پری آموخت
اگر بتابی صاحب الدان مقدر نیست قضا چرا بتوان ناز و دلبری آموخت
بہ ارشدر کہ برگردان بدوریت دوہاتم از خم زلف تو چہ بی آموخت
فغان ز جور رقیبان کہ تیرہ نمرود او بوقت صلح بمن جنگ کی آموخت
چہ نسبت ست بہ من اہل سندھ را کہ مرا از راتقی ست ز طرزی کی آموخت
خبر و ہید بساحب الدان کہ سرہندی بطرزی ص ز سعدی غنوری آموخت

قاضی اسد اللہ شاہ 'فدا' نے 'سرہندی' کی غزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی غزل پیش کی کہ:

ز طیب فحہ تو گل معطری آموخت ز نور طلعت تو خور منوری آموخت
 ز نوش لعلت گلقتند شکری آموخت ز نیش زلفت ثعبان ازوری آموخت
 از ان زمان کہ جدا گشتہ ز ما صنما! ز سورہای دلم عود مجری آموخت
 چہ غم ز سہول پیش قلب و خفقہ کبدی چو زلف یار شامات غبری آموخت
 ز سرپا ہمہ مطبوع خلق و خلق آمد جز اینکه با من آئین ستمگری آموخت
 کلبش نقاب کہ خوبان کشیدہ صف بہ صف اند پیا کہ غمزہ تو طرح صفدری آموخت
 رخت چو مہر اگر مہر سرود بودی قد تو سرواگر سرو دلبری آموخت
 چو وصف زلف و رخ تست و الضحیٰ واللہیل دلم وظیفہ قرآن بہ ازبری آموخت
 میان موی و میان تو فرق بس مشکل در این دقیقہ گہر پنجش شدری آموخت
 بلا غمتی کہ بہ نظم جناب 'سرہندی' ست برائتی کہ 'فدا' در سخنوری آموخت
 نہ در کلام معجز نظام 'خاقانی' ست نہ در مقالہ 'سعدی' نہ انوری آموخت
 محمد ہارون نے 'تخلص' 'دلگیر' کے بجائے اپنے نام ہارون سے غزل سرائی کی:

نگار من چورہ و رسم دہری آموخت بہ دلخیزی من شیوہ پری آموخت
 بیار بادہ کہ از تازگی فصل بہار ایغ لالہ بہ گلزار ساغری آموخت
 ز تنگنای جفا کی کشادگی یابد کسی کہ برد کویش مجوری آموخت

بہ آہ سرد محالست مہربان شدنش چو بہر چاک دل من ستمگری آموخت
 بیک کرشمہ ربودہ ہزار دل ای وای! فشان تیر نظر طرفہ ماہری آموخت
 نشاط بستر راحت بخواب خواهد دید سری کہ در سر عشقش قلندری آموخت
 کنون کہ چاک گریبان گذشت از دامن چہ سود زانکہ دلش روح پروری آموخت
 وفا بوعده نکردن خلاف مردمیست فغان کہ یار من آئین کافری آموخت
 رنجی کہ پردہ صبرم درید و چاک نمود بہ التیام دل من رفوگری آموخت
 ز حسن عالم سوزش، جنون عشق مرا مثال ببل عنوان بی پرکی آموخت

محمد سارون کے تلمیذ رشید محمد اسماعیل روشن نے غزل پیش کی کہ

رخ تو ماہ اگر ماہ دہری آموخت لب تو لعل اگر لعل شمیری آموخت
 عجب مدار کہ ساز مستحبات اس شوق و مر زدید و تو ز فسونگری آموخت
 نیافت مردم چشم بہ پنج حسن تو راہ از ان کہ زلف تو آئین ازوری آموخت
 گندہ برقع بارش می گذشت یارب باغ کور بطن گل این رسم چاہی آموخت
 ز رشک غوطہ بہ خون جگر خورای قوت چو لعل لبش اورج پروری آموخت
 امید خط تو مانند ابرو ان شاید خط زہریت آئین حسن آموخت
 بدست من دراصل تو عافیت افتد مہر بہر قوت چون شام کی آموخت
 ز خط کشف رویت میان بہ صحت قلند بہر زان کہ درین چہ اختر آموخت
 شد و است از سر نو زید و عمر و شاعر از ان زمانہ کہ شمع آموخت
 یہ پیش رو چو دہائی صد کی جو کی کے لعل اس میں (۳۵۰) کے پتے (۱۰۰)

حسن شعر کی داں ویاں کی روایت

حسن شعر کی داں ویاں کا شعراء کے کردار میں خاص مقام ہے، سندھ میں متآخریں فارسی شعراء نے حسن شعر کی روایت کو زندہ تابندہ رکھا۔ اپنے پیشرووں کی غزلیات میں سنخوری کی اس طرح داد دی کہ اپنی طبع رسا سے اسی زمین میں تتبع کیا۔ میر شہداد خان تالپور تخلص 'حیدری' سندھ کے تالپور حکمران گھرانے کے امیر تھے اور قید فرنگ میں سنہ ۱۲۸۴ھ میں فوت ہوئے۔ فارسی کے صاحب دیوان و قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے ایک دلپذیر غزل منظوم کی تھی کہ:

کاش باشد اختیار من بمن گر نہ باشد لطف یار من بمن
لطمہ طوفان نہ کردی آنچه کرد موج چشم اشکبار من بمن
با خط شبرنگ و زلف عنبرین تیرہ کردی روزگار من بمن
دشمن خونخوار با دشمن نکرد آنچه کرد این دوستدار من بمن
خون دل از دیدہ ام ریزد کہ نیست لطف یار غمگسار من بمن
این دل آشفته ام دیدی چہ کرد آن مہ زیبا عذار من بمن
'حیدری' نگذاشت چشم پرفتش طاقت و صبر و قرار من بمن
'پیر پاگارہ' ثالث جناب حزب اللہ شاہ (۱۲۵۸-۱۳۰۸ھ) نے حیدری کو یاد کیا۔ وہ فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے اور تخلص 'مسکین' تھا۔ انہوں نے یہ غزل کہہ کر حیدری کی سنخوری کو دوام بخشا۔

کاش بودی گل عذار من بمن مایہ صبر و قرار من بمن

آسمان! گوتا کجاشد ماہ من گوشہ من انتظار من بمن
تایکی سوزم بہ آتش دوریش نالہ جان سوزد شرار من بمن
پند از سوز جنونم میدہد این دل امیدوار من بمن
بعد ازین در روزگار درد و غم کی عنان اختیار من بمن
ہمچو مجنون ام پنی لیلی وشی دشت مجنون کوهسار من بمن
می رود دامن کشان رنجیدہء آن بُت چابک سوار من بمن
من برانم تا شود یکجا مقیم یا الاهی دوستدار من بمن
این ہمہ تر دامن مارا کہ ہست گریہء ابر بہار من بمن
ہمچو طفلہ در کنار مہد غم زالہ چشم اشکبار من بمن
ہر زمانم تیرگیہا بر فرود ظلمت شبہای تار من بمن
صبر چون صبرست در کامم ہنوز آفت جان ہجر یار من بمن
خیر مسکین کوششی بیجا مکن نیست دست اختیار من بمن
پیر جناب حزب اللہ شاہ کے معاصر و مداح سید عالم محمد شاہ تخلص: مدائن دیدار آبادی
(۱۲۲۳-۱۳۲۲ھ) نے اسی زمین میں غزال راہی کر کے اس شاعرانہ روایت و زندہ
تائید کیا اور ساتھ ہی جناب حزب اللہ شاہ عین وان کی بخوری پرادہ کی مدائن غزل
کاش گردد یار یار من بس سرو قد گدازد بس
مہربان بر من شود ان مہرور یا گدازد حسد من بس
صد ہزاران موج چون طوفان موج کرد جسم اشکبار من بس

آہ بربلب داغ در دل درد سر بخش کرد این روزگار من بمن
از عنایت جامع المتفرقین جمع سازد غمگسار من بمن
ورد من این مصرع 'مسکین' گدا 'نیست دست اختیار من بمن'
اس مختصر مقدمے کا یہاں پر خاتمہ ہوتا ہے۔ کتاب کے متن میں شعراء کی سوانح اور کلام کے مطالعہ
سے مزید معلومات برآمد ہو سکتے ہیں۔

نبی بخش بلوچ

متن

کتاب تکملة التکملة

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

شعراى تا قرن يازدهم

—

امير خسرو

در عنفوان شباب، آن وقت (۶۷۸-۶۸۲ هـ: ۱۲۷۹-۱۲۸۳ م) که امير خسرو در ملتان مصاحب شاهزاده محمد بن سلطان بلبن بود، گمان غالب است که يکبار درسند تا تهته آمد. راقم در يک مقاله اى خود استدلال کرده است که پير طريقت امير خسرو، يعنى عارف نظام الدين اولياء دهلوى هم در سند آمده بود اشاره به شهر اچه و شهر تهته در اين شعر شاهد است که امير خسرو حسن خوبان سند را مى شناخت.

سرو چو تو در اچه و در تهته نباشد
گل مثل رخ خوب تو، البته نباشد (۱)



۱- اين شعر امير خسرو، مشهور است. براى مى رجوع کنند به دهم از دهم
خسرو، تصحيح محمود درو، من مظهره تهران ۱۳۲۳ تا ۱۹۶۵ ع

بابا طالب اصفهانی

بابا طالب اصفهانی نخستین بار بطور ایلچی از جانب اکبر بادشاه به تته آمد تا که فرمان اکبری در سپردگی ولایت سند بمیرزا غازی بیگ صادر شود. یعنی که بعد از وفات پدرش میرزا جانی بیگ (۱۰۰۹هـ) "بدستور والی سنده بوده باشد." وقتیکه بابا اصفهانی به تته آمد، میرزا غازی بیگ مشغول به مهمات بیرون از تته بود و بابا اصفهانی در تته توقف کرد. بعد مراجعت، میرزا غازی را به فرمان و منشور والا و گرانمایه خلعت و نوازشات بادشاهی سرفراز کرد. به گمان حسام الدین راشدی، بابا طالب در سال ۱۰۱۰هـ به تته آمد و تا دو یا دو و نیم سال آن جا ماند. وقتیکه میرزا غازی بیگ در سال ۱۰۲۳هـ متوجه دربار اکبری شد بابا طالب نیز همراه شد. بابا طالب در سال ۱۰۳۰هـ در سری نگر کشمیر فوت شد^(۱).

جهانگیر بادشاه، اغلب این رباعی بابا طالب را می خواند:

زهری بفراق می چشانی که چه شد
خونریزی و آستین فشانی که چه شد
ای غافل ازین که تیغ هجر تو چه کرد
خاکم بفشار تا بدانی که چه شد



^(۱) منشور در کتب اسرار غازی بیگ ترخان، تصنیف سید حسام الدین راشدی

علی بن حامد کوفی

علی بن حامد بن ابی بکر کوفی از شام به سند آمد و در شهر اچ اقامت کرد. پس از آنجا به شهر ارور در سند آمد و آنجا نسخه خطی تاریخی دید در بیان فتوحات مسلمانان در قرون اولی. که قاضیان ارور محفوظ می داشتند این کتاب بزبان تازی بود. علی کوفی خواست که آن را در زبان فارسی ترجمه بکند زیرا که چون در پرده حجازی بود و از تزیین و تحلیه لغت پهلوی عاری بود. متداول اهل عجم نشد پس او این عروس تازی را لباس فارسی زرین پوشانید و در سال ۶۱۳ هـ (۱۲۱۶ ع) این ترجمه مکمل شد. این اول کتاب (فتحنامه یا چچنامه) در نشر فارسی بود که در شبه قاره هند تالیف یافت علی کوفی شاعر بود و در مقدمه ای که نوشت و در جایهای دیگر اشعار خود را در متن شامل کرده (۱) ازان جمله در مدح امیر المومنین سلطان ناصر الدین قباچه

خسروا ملک بر تو خرم باد
از تو آباد ظلم ویران شد
خطبه تعظیم یفت از نامت
و آنچه در ملک جم نبود ترا
چتر میمون و هست عالیت
هر دلی کز تو حال عتسیان ست
کل گیتی ترا مسلم باد
بتو بنیاد عدل محکم باد
همچنین سال و مه معظم باد
همه زیر نکین مختم باد
سایه دار سپهر اعظم باد
همه کارش حمد و ثناء در هم باد

اس جملہ اشعار پر وفور میں کتاب مسدود شدہ ہے۔
 دوسرے طرح مضبوطی کے ساتھ بند کیا گیا ہے۔

تا کمر و بیش در شمار آید دولتت بیش و دشمنت کمر باد
بیمینت چو ملک داد یسار در یسار تو خاتم جمر باد
زیر 'معذرت مصنف':

آن سروران که نام نکو کسب کرده اند
رفتند و یادگار از ایشان جز آن نماند
نوشیروان اگرچه فراوانش گنج بود
جز نام عدل از پس نوشیروان نماند

عاشق شدن رانی برچچ:

هیچت افتد کین دل من شاد کنی
وز هجرو فراق خویش آزاد کنی
وز باز کشی ای صنماروی زمن
فریاد کنم مها که بیداد کنی

—

خرسندم اگر سال بسالت بینم
ور در عمری شبی خیالت بینم
نومید نگردم از خیالت صنما
آخر روزی شب و صالت بینم

بیت:

هم فیل داری هم چشم هم خیل داری هم خدم
مردانه بیرون نه قدم زیرو زبر کن خصم را

رباعی:

منگر تو بدان که ذو فنون آید مرد
در عهد وفا نگر که چون آید مرد
در عهده عهد اگر برون آید مرد
از هر چه گمان بری فزون آید مرد



فتح محمد صدیقی

فتح محمد صدیقی ابن عالم و عارف مخدوم نوح (ف ۹۹۸هـ) در قریه هالا قدیم متولد شد؛ وی عارف ابن عارف بود. در سلوک 'رساله فتحی' را در سال ۱۰۱۹هـ تصنیف کرد شاعر زبان فارسی بود و 'فقیری' تخلص می کرد (۱).

کی بود بیمار عشقت را تمنای صحت
زهر نوشانِ بلا را حاجت تریاق نیست

—

در هر مکان که دارند از جان و دل رهانند
فقیری اگر تو باشی طالب رضای جانان



۱- دکتر عبدالغفار سومر در مقاله 'مخدوم فتح محمد صدیقی' مطبوعه دارالمجله
اسد ماهی شهران، اسنادی ادبی آوردند. حیدرآباد، سند، سند، دهم، بی تاریخ، ص ۲۰۲.

محمد مخلص، رضائی (۱)

حاجی محمد مخلص رضائی در قرن یازدهم می زیست. مثنوی "زیبانگار" (۲) را که مشتمل بر ۵۵۰ بیت است در سال ۱۰۷۱ هـ با تمام رسانید.

"گلی از باغ" خواندم در ستایش که هم تاریخ باشد هم خطابش
او صوفی مشرب بود و عقیدت و ارادت با شیخ نظام
الدین اولیاء دهلوی می داشت. افسانه، 'زیبا نگار' داستان نو
نیست، بلکه رضائی 'داستان سسئی پنون' را که از قدیم الایام
در سند رائج و مقبول عام بود بنام نو 'زیبانگار' منظوم کرد
'زیبا' را بجای 'سسئی' و نگار را بجای 'پنون' آورد و شهر
'بنبور' را 'حسن آباد' کرد. این چند اشعار از مثنوی زیبانگار
چون در معشوق حسن و زیب دیدم پی او نام 'زیبا' را گزیدم
همان شهری که می باشد مکانش نهادم شهر 'حسن آباد' نامش
'نگار' از بهر عاشق ساختم نام که نقش اوست زیب لوح ایام
بحسن دلبری دل داده از دست بمعشوقی ز جام عشق شدمست
همین منظوم کز من یادگار است بعالم نام او 'زیبانگار' است

(۱) محمد مخلص 'رضائی' غیر از شاعر رضائی تتوی است که از و میر غلام
علی شیر قانع در مقالات الشعراء اعلام داده

(۲) لطف الله بدوی، نسخ خطی 'زیبانگار' را در شهر شکارپور یافت و در تذکره
لطنی، جلد دوم از ان اعلام داد از ان پس سدارنگانی در عقده خود "شعرای فارسی
سند" درین موضوع بتفصیل نوشت

رضائی درین مثنوی این اشعار در بیان 'عشق در ملک سند' دارد:

دلم را داستانها هست معلوم
هم از ایران و از توران و از هند
که ملک سند کان عشق دیدم
محبت را درو بازار گرم است
بود آب و هوایش آتش انگیز
به عشق آباد هر ویرانه، سند
که هر کس را بود سودای یاری
دیار سند گوئی لاله زار است
تھی از عشق نبود هیچ جائی
دران هر مرغ را دیوانه یابی
مقیم سند غیر از یار نبود
زهر مو در پئی زنجیر موئی
بهر بازار سودای محبت
تو گوئی زاد و بوم عشق، سند است
به ملک سند ماند جاودان عشق
بلی کلزار خوبی آن دیار است
ندارد هیچ ملکی خوبی سند
بود هر شهر حسن آباد در سند
که خاکش طرفه دامن گیر گردد
زمین آن بهارستان حسن است
به هر روشی که افتاده نکاهت
کند یک روز طغلس شوخی آغاز
متاع حسن در سند ست بسیار

ز هر شهر وز هر ملک وز هر بوم
ولی یک سرگذشته گویم از سند
بهر کوئی دکان عشق دیدم
که چشم مردمش بسیار گرم است
بدل سوز محبت را کند تیز
بود بازار در هر خانه، سند
بود در خانه اش خوش روزگاری
که هر دل داغدار یک نکار است
بود زین فتنه در هر جا بلائی
حریف بلبل و پروانه یابی
در آنجا زحمت اغیار نبود
بود دیوانه، در های و هوئی
بهر کاشانه غوغای محبت
که آباد از رسوم عشق سند است
مقیم آنجا بود لی خائن عشق
ز کلرویان سنبل مو بهار است
اگر باشد خراسان و ر بود هند
بماند یای در کل باد در سند
به پای آب روان زنجیر کانی
دیوار آن نکارستان حسن است
نساید بهتر از خورسند، ماهیت
به جسم ناکسوده می کند در
بود ناحار عشق آنجا خریدار

نگار را زیبا در خواب دید و برحسنش فریفته شد. و در غم
عشق بیمار شد.

کشیدنش بسلك خوبرویان که دل بندد بدان زنجیر مویان
دلش گیرد بخوبان انس و الفت برون آید ز بند درد و کلفت
ببزم دلفریبان شاد گردد ز غم فارغ ز درد آزاد گردد
بلی داروی هر رنجور حسن است بعالم مرهم ناسور حسن است
دوای درد هر دل روی خوب است که روی خوب مرغوب القلوب است
کمی کش درد عشق یار باشد دوايش شربت دیدار باشد.



مطهر کره

مطهر کره منسلک به دربار سلطان دهلی سلطان فیروز تغلق بود. دران ایام که سلطان تهته را فتح کرد (۵۲۰هـ). مطهر قصائد در مدح سلطان ونیز در حسن ورونق شهر تهته سرود. (۱) غالباً مطهر اغلب با سلطان فیروز شاه به سند می آمد.

وز جمله فتوح، کل فتح تهته بود
کز استماع آن هئ، خلق انتشار بود
مطهر قصیده در تعریف تهته سرود:

نی نی که شهر نیست، بهشتی است دلپذیر
آراسته بسندس واستبرق و حریر
حوران درو کواعب اتراب بی نذیر
سلسانی و سلسبیل درو چشمه و غدیر
وز شربت و شراب خمیرش در آبگیر
جاری هزار جوی می و انگین و شیر



۱- ماخوذ از مقاله دکتر الهادی حسن بن الحجابی حسان الدین راسدین، ...
این اشعار را در مقدمه کتابی نامه مسقط درج

ملا اسد قصه خوان

ملا اسد از ایران عازم دربار اکبری در هند شد و بین سال ۱۰۰۳ هـ و ۱۰۱۰ هـ در تته رسید. درین عرصه میرزا غازی بیگ آنجا فرمانروا بود. تقی اوحدی در تذکره 'عرفات العاشقین' احوال و اشعار ملا اسد را این طور تحریر کرد: "میرزا غازی که هنوز در طفولیت بود، با او گرمی بسیار کرد و از اثر خصوصیت او ترقی در طبع و روش آن میرزای سعید شهید بهم رسید. وی را ازو انتفاع بسیاری بود، و بعد از شهادت، وی همچنان در تته بود." این اشعار او از "عرفات العاشقین" نقل می شود:

آن دل که سودا و همگی، در زبان اوست
جنس کساد مهر و وفا در دکان اوست
نازک دل مرا که بزلف تو خو گرفت
زنهار نشکنی که غمت در میان اوست
برگردن وجود ازو طوق آتشست
عین عدم، که حلقهء میم دهان اوست (۱)

میر علی شیر در مقالات الشعراء، ملا اسد قصه خوان را یاد نکرده است.



(۱) میرزا غازی بیگ، تصنیف حسم الدین راشدی، مطبوعه انجمن ترقی ردد پاکستان، کراچی ۱۹۷۰ ع

ملا قاسم سیوستانی (سیوهانی)

ملا قاسم از قصبه سیوهن، مرید و معتقد عالم و عارف مخدوم نوح بود. مخدوم موصوف، روز خمیس، ۲۷ ذوالقعد ۹۹۸ هـ فوت شد. ملا قاسم مرثیه و قطعه تاریخ زیر سرود که آن را فاضل وفائی در 'مشاهیر سند' (جلد دوم) مختصراً نقل نموده:

غرق دریای شهادت محو مطلق بس بدان
پاک از آلاهی قساوت نوح مخدوم انس و جان
بو یزید و بو سعید و بشر و حافی و جنید
در مراتب در مناقب کم زپس ایشان مدان
طالبان او که از احصاء و حصر آمد فزون
چون ستاره هر یکی زایشان مناره در جهان
جوق و جوق طالب او چون ملک در هفت چرخ
صف صف اندر صبح و شام از جان و دل الله خوان
هان ولایت ختم شد بر افتخار اهل فخر
چون نبوت ختم شد بر مفخر آخر زمان
آمدی گر بردر او مرد جانی غافل
ذاکری زنده دل گشتی ز فیضش آن زمان
بوده آنکه نهصد و هم یازده بوده فزون (۱)
سال تاریخ ولادت آن ولایت کیس دان
مدتی عمر کرامی آن کرامی مایه را

جمله هشتاده هفت سال بود اندر جهان (۲)
 سال فوت آن غوث حق پرسید شد چون از خرد
 از سر حسرت فغان برداشت آنگه گفت هان
 آن سنه نهصد و هشتاد هژده وقت صبح
 بیست هفتم در شب پنجشنبه ذی قعدان*.



«

* از تذکره مساهیر سند، جلد دوم، تألیف مولوی دین محمد وفاتی که از ارشاد الطالبین و دلیل الذاکرین نقل کرد

ملا مرشد بروجردی

ملا مرشد در نصف آخر قرن دهم در بروجرد از مضافات همدان متولد شد. در عنفوان جوانی به شیراز رفت و مدتی آنجا اقامت گزید تا سال ۱۰۱۲هـ آنجا بود که بر تشویق ملا اسد قصه خوان، فرمانرواء سند میرزا غازی بیگ ملا مرشد را دعوت کرد و در همان سال براسته بندر هرمز به تنه رسید این اشعار از قصیده ای که ملا مرشد آن وقت سرود:

ز بس که تازه شد از فیض ابر عالم پیر
شگوفه ریزد از بن شاخ بر سر نخچیر
هوا چنان بر طوبت که از زبان تا گوش
هزار جای زند ریشه ناله، شبگیر
چنان ز لطف هوا گشت طبع آتش تر
که شعله چون مئی گلرنک بگذرد ز حریر

میرزا غازی بیگ قصر نو ساخته بود و در گوشه، آن یک حجره خاص مرصع به شیشه، سبز ساخت ملا مرشد بر تکمیل حجره این قطعه سرود:

فرمان ده سند شاه غازی	کز دولت آباد جاوید
بر گوشه، قصر حجره ساخت	چون خانه، ماه برج خورشید
از دوست پر، وز کرد اغیار	خالی، چو درون اهل برآمد
چون شیشه سبز ز فلک را	بر گوشه، خاندنهای او آمد
از بس که ز لطف خاطر او	حون آینه بر ز نور کردند

تصویرش از لباس صورت عریان شد همچو اهل تجرید
تاریخ بنای حجره او شد روزن از بهشت جاوید
۱۰۱۲هـ

میرزا غازی بیگ ملا مرشد را به دولت و جاگیر و
بخطاب 'خان' نواخت و نیز بر منصب 'مهر و وکالت' فائز کرد.
این قصیده او شاهد بر این الطاف کریمانه:

ای صاحبی! که شعله رایت ز آفتاب
بر فرق روزگار نهاد است افسری
میخواست از مراد تو ایام، سرکشد
برگردنش، ز چرخ نهادند چنبری
دادی مرا وکالت بر روی صحبت
از هجر خودکشیدی سد سکندری
بهتر زمن وکیل توان یافت در جهان
لیکن چو من بدهر نیابی ثناگری
کردی مرا شریک بقومی که کارشان
برکار ناشناسی شان کرده محضری
بر درگه تو گرچه برابر نشسته ایم
هریک نشسته ایم بنادر برابری
یک ملک ده وکیل ازان جمله من یکی
بادسته، گیاه که بستست عبهری
حاجت بده عوان، نبود یک دمار را
کافیست، بهرکشتن یک شهر، خنجری
در ضبط کائنات که گامی دو بیش نیست
کس را چه احتیاج بامداد دیگری
بابندگان که بهر تمنای دنیوی

بر خون یکدگر شده هر یک سجل گری
جمله خریم و مهر نشانهای سمر ما
کو کمر ز یک طویل نشان سمر خری.

در سال ۱۰۱۳هـ که میرزا غازی بیگ تته را گذاشته بطرف
دربار اکبری روانه شد. ملا مرشد نیز همراه او رفت. مرشد در
سال ۱۰۱۴هـ در آگره بود و در سال ۱۰۱۹هـ در قندهار با میرزا
غازی بیگ که حکمران آن ولایت بود. در خلال ایام ملا مرشد
در تته می آمد و جاگیر خود را که بطرف بدین واقع بود نگه
داری می کرد تا وفات میرزا غازی بیگ در سال ۱۰۲۱هـ ملا
مرشد گاه گاه در تته می آمد و می رفت. سید حسام الدین ادر
کتاب میرزا غازی بیگ) بیان نموده که در سال ۱۰۲۱هـ و
۱۰۲۲هـ ملا مرشد در تته مجاورت مدفن مرزا غازی بیگ
ممدوح خود می کرد. ازان وقتیکه حاکم نو میر عبدالرزاق
معموری همه ارغونیان و ترخانیان را از تته بیرون کرد و
همراه خود برده پیش بادشاه جهانگیر حاضر کرد. ملا مرشد نیز
تته را ترک کرده همراه این قافله رفت. ازان پس تا عهد
شاهجهان در دهلی و آگره زندگی می کرد و در عشرده بعد از
سال ۱۰۳۱هـ فوت شد.



مولانا محوی اردبیلی

وقتیکہ میرزا غازی بیگ والی قنندھار بود، محوی اردبیلی و مرشد بروجردی از ایران آمدہ بمیرزا منسلک شدند۔ بعد از وفات میرزا غازی بیگ کہ ممدوح ایشان بود، ہردو بہ سندھ آمدند۔ جہانگیر بادشاہ میرزا رستم را صوبہ دار تہ معین کرد و او تاریخ ۱۰- محرم ۱۰۲۲ھ بہ تہ رسید۔ مولانا محوی بمیرزا رستم منسلک شد۔ بعد ازان میرزا رستم از خدمت معزول شد و در ماہ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ پیش بادشاہ در اجمیر حضور یافت۔ مولانا بہ اتفاق او رفت۔

سید حسام الدین گمان برآہ کہ مولانا محوی تقریباً دو سال در تہ اقامت کردہ بود۔ بالاخر مولانا بطرف برہانپور رفت و در راہ قریب بہ آنجا در سال ۱۰۴۳ھ فوت شد۔ این اشعار او از تذکرہ خیرالبیان نقل می شود^(۱):

جز من کہ مرا روی تو دیدن نگذارند
بلبل نشنیدم کہ بگلشن نگذارند
خواہم ز میان شعلہ داغی بکفن برد
آن ہم دل من نیست کہ با من نگذارند
دامن طلبست آتش من وای کہ احباب
کارم بمددکاری دشمن نگذارند



(۱) 'میرزا غازی بیگ نرخان'، تصنیف سید حسام الدین راسدی، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، ۱۹۴۰ع

میر عبدالرزاق بکھری

میر عبدالرزاق فرزند میر ابو البقا امیر خان، عالم و فاضل و شاعر بود. بدربار مغل شاهنشاه شاهیجهان منسلک گشت. در سال ۲۶ جلوس شاهیجهانی مطابق ۱۰۶۲ھ فوت شد. این اشعار از یک غزل او (تذکره مشاهیر سند، جلد دوم) نقل می شود

می فروزد جان ما چون دست سری می برد
می فزاید حال ما چون لب بسوئی می برد
مخفیم در جوهر معنی چو معنی در سخن
دیدن من هر که خواهد گو بمنی می برد
دردمندم قطره خوئی خواهم از زلف کجست
خواهش مبروص باشد تا ز افعی قی برد



میر علی رضا مشهدی

میر علی رضا مشهدی نام بعنوان تجارت رو به سند آورد کالای بلاغتش معروض بارگاه میرزا شاه حسن ارغونی گردید و میرزا بجان خریدار گوهر گرانمایه استعدادش شد. تاحیات معز الیه نقد آمالش کامل عیار و جنس حالش گرم بازار برده، بعد فوت او بوطن مراجعت کرد. در مدح میرزا گفت (۱).

خلق حسن از جبینت روشن
زیبید بولای عالیت نام حسن.

میرزا شاه حسن ارغون بعد وفات پدرش شاه بیگ (در سال ۹۳۰هـ) حکمران سند شد و در سال ۹۶۰هـ فوت شد. گویا مشهدی در دورهء حکومتش از سال ۹۳۱هـ تا سال ۹۶۰هـ به سند آمده باشد.



(۱) این عبارت نقل کردم در سال ۱۹۵۲، ۱۹۵۳ع، ماخذ را ننوشتم

میر محمد فہیم

از خدمت میر محمد فہیم، اولاد قطب چہارم میان سید محمد حسین المعروف بہ پیر مراد شیرازی تتوی، چنین بہ سمع رسیدہ کہ میان سید عبدالکریم صاحب ہلری (ف ۱۰۳۲ھ) بیٹی در زبان ہندی بطریق موعما بجانب استاد خود مخدوم نوح ہالہ کندی (ف ۹۹۸ھ) فرستادند تا جواب بفرمایند ہر گاہ جواب و سوال بنظر میر معزی الیہ در آمد، مضمون ہر دو بیت در یک بیت فارسی بستہ تشفیء خاطر طرفین فرمودہ منہ:

جان بجانان دہ و گرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش ای دل این نکویا آن نکو! (۱)



۱. اس عبارت نقل کردہ در سال ۱۹۵۲-۱۹۵۳ ع محمد فہیم نے بیان کیا ہے۔
تذکرہ مراد

میر محمد هاشم طباطبائی، سنجر

شاعر معروف میر محمد هاشم طباطبائی کاشانی (ف ۱۰۲۱ھ) متخلص به 'سنجر' از ایران به هندوستان آمد و با میرزا جانی بیگ که منسلک به دربار اکبری بود مصاحب شد.

میرزا جانی بیگ فرمانروای آخرین دودمان ترخانیه در سند بود. شهر تهته پایه تخت بود. در سال یک هزار هجری سند از استیلاء افواج اکبر بادشاه مفتوح گشت و در سال ۱۰۰۱ھ میرزا موصوف در آگره منسلک به دربار اکبری شد. از ۱۰۰۱ھ تا ۱۰۰۹ھ سند بطور جاگیر مرزا را مرحمت شد و بعد وفات (۱۰۰۹ھ)، فرزندش مرزا غازی بیگ چهار سال (۱۰۰۹-۱۰۱۳ھ) تهته را نگاه داشت و بعد ازان در آگره منسلک به دربار اکبری گشت. بعد وفات اکبر بادشاه در ۱۰۱۴ھ، فرزندش جهانگیر بادشاه میرزا غازی بیگ را بر مهم قندهار مامور کرد. بعد کامیابی در این مهم میرزا غازی بیگ به بکهر مراجعت کرد و انتظام سند و ملتان و قندهار به وی مفوض شد. در سال ۱۰۲۱ھ فوت شد.

میر محمد هاشم سنجر در ایام ۱۰۰۱ھ تا ۱۰۰۹ھ با میرزا جانی بیگ متعارف شد و با فرزندش میرزا غازی بیگ در تهته پیوست. هر دو والد و فرزند هر دو ممدوح سنجر گشتند. این اشعار از قصیده سنجر در مدح میرزا جانی بیگ است.

باز وقت ست که بطرف چمن بلبل و زاع شود دستانزن...

میرزا جانی آن شیر شکار میرزا جانی آن قلب شکن
 آنکه گسود امروز منم عقل تصدیق کند پیش از من
 توئی امروز سخن سنج زمان منم امروز خداوند سخن
 ملک ایران بکلامر نازان همچو هندستان بر نظر حسن
 لیک در هند سیہ بوم و پرم همچو درچاہ بافسون بیزن
 سنجر با میرزا غازی بیگ مانوس برد و بعد وفات میرزا جانی
 بیگ، میرزا غازی بیگ با او مزید عنایات ورزید و ممدوح
 خاص گشت. از سال ۱۰۰۱ھ تا ۱۰۱۳ھ میرزا غازی بیگ از
 طرف اکبر بادشاہ حاکم تہتہ بود و درین عرصہ سنجر نیز انجا
 متمکن بود و این قصیدہ سرود کہ دران میرزا غازی بیگ و
 شہر تہتہ (تتہ) ہردو ممدوح بلکہ محبوب سنجر ند

من بلبل گلستان تتہ من راوی داستان تتہ
 حب وطن از دلم بدر برد مہر کل و مہربان تتہ
 قائم شدہ است اشتیاقم چون منطقہ بر میان تتہ
 تیغ سخنم کہ آبدارست جاری شدہ فسان تتہ
 پرورده آب و نان سندم آباد آن خان و مان تتہ
 تا سال ذخیرہ بندم ہر سال ز ارمغان تتہ
 در ہند نمی توان کہ دریافت بیکوئی رایکان تتہ
 در ہر قدمی ہزار یوسف کم کشتہ کاروان تتہ
 ہر کوشہ ہزار پیر کنعان دل بستہ بکجوان تتہ
 دروازہ مصر را بہ بیکبانی وا داشتہ آسمان تتہ
 در ہند ندیدم ان سر ساق از من برسی بہان تتہ
 بیدار دلی دمی حضورست داد از دل بدخان تتہ
 دل برد امیر جہانم از گرمی میرکان تتہ
 بر تہمت نسب خویش دارم خندم کلہ از زبان تتہ

پر تته قطب عالم آرا آن محور آسمان تته
 آسوده چو گنج لوحش اند در خاک عنبر سان تته
 بر حضرت اویکی گنر کن ای باد ز گلستان تته
 برگو بزبان بی زبانی کای قبله راستان تته
 برفرست ز راه بی نشانی بوئی بمن از جهان تته
 وانگاه ز من غزل سرا شو بر درگه قهرمان تته
 از گفته من گهر فشان شو بر تارک در فشان تته
 هم مرتبه میرزای غازی آن تاج سرکیان تته
 کای رایت کاویان تته وی رستم داستان تته
 ای وارث تاج و تخت ترخان وی حارث و پاسبان تته
 برمسنند سند شاب بنشین ای شاه ملک نشان تته
 از مهر بتاب بر خلائی ای اختر آسمان تته
 اکنون ز تواند دیده روشن اعیان نسب عیان تته
 سنجر بدعا گهر فشان شو بس تیشه زدی بکان تته
 تا خلق سراغ مه گیرد تا دهر دهد نشان تته
 صد همچو منت غزل سرا باد ای نوگل بوستان تته
 هان ای امرای شاه غازی هان جان شما و جان تته

از شعراء هند که در فارسی سرودند و تهته را یاد کردند، نامهای
 نامی امیر خسرو و مطهر معروفند، اما این قصیده سنجر در
 کثرت اشعار و ابتکار افکار و هم در لطافت و شدت احساسات
 منفرد است. رونق و رنگینی تهته و نظر کرم میرزا غازی
 بیگ سنجر را رغبت داد که گفت:

حب وطن از دلم بدر برد
 مهر کل و مهربان تته.



میر نعمت الله شیرازی، وصلی

میر نعمت الله شاگرد ملا مرشد بروجردی بود و غالباً به تشویق او به دربار میرزا غازی بیگ در تته رسید. قصیده در مدح میرزا غازی بیگ سرود که مورد التفات شد و در ملازمت منسلک گشت. حدود ۱۰۲۳هـ/۱۰۲۲هـ از تته به اجمیر رفت. بعد ازان به لاهور رسید و از آنجا به بنگش شد و بر خدمات در 'افغان' (حدود افغانیان) مامور شد. بقول عبدالنبی مصنف 'میخانه' بعد از سال ۱۰۲۵هـ احوال 'وصلی' معلوم نیست.

'وصلی' این قصیده را بتوسط استاد خود میر مرشد بروجردی بخدمت میرزا غازی بیگ پیش کرد (۱).

وقت آنست کنون، کز اثر باد شمال
سبز گردد برخ حوروشان، دانه، حال
قوت نامیه اش بدر کند در ساعت
گر تو بر خاک چمن نقش کنی شکل هلال
در هوا ریشه زند، از مدد فصل ربیع
شیر اگر پنجه کند راست پی صید غزال
شود از فیض هوا سبز و گل آرد بیرون
قرء، بر تخته خاک ارفگنی از یی فال
در هوا قطره، خون کل شود از فیض بهار

(۱) میرزا غازی بیگ ترخان - عتیف سید حسام الدین راسدی

گر مریض از پی صحت، بکشاید قیفال
 نارسیده بزمین، لعل بدخشان گردد
 دانه گر شود امروز جدا، از غربال
 شود از لطف هوا، سبز تراز خط بتان
 باغبان گر، بمثل تخم فشاند از کال
 درچنین فصل، که عکس گهر از سینه کان
 شعله ور گردد چون شمع، ز فانوس خیال
 سرمستان تو و پای خمی، کز حملش
 نبرد راه به کاشانه ز مستی، همال
 من و آن می که، نسیم از برساند بویش
 شخص را، سایه ز مستی نرود، از دنبال
 من و آن می، که اگر پرتوش افتد بچمن
 لب گلبن زند از غنچه سراپا بتخال
 خنده برجای جمر و ساغر خورشید زند
 شیشه، گر از می گلرنگ بود مالامال
 گوهر مدح شهنشاه بساحل فگند
 دُر ری از پی آن، رقص کند گرد زلال
 شاه غازی که ز بهر فرسش، هر سر ماه
 آسمان، نعل زر اندود فرستد، ز هلال
 ای جوادى که اگر، تربیت چرخ کنی
 آفتابش نکند تا به ابد میل زوال
 جان ز تیغت نبرد خصم، بصد حیل و فن
 گردد آئینه گریزد بمثل چون تمثال
 جور، در عهد تو، برخاست بنوعی، که دگر

Marfat.com

Marfat.com

شعراى، قرن يازدهم و دوازدهم

—

باغ على خان، خائف

حالات زندگى باغ على خان دستیاب نشد، ولى از تصنیفش 'نامه نغز' معلوم است. او در قرن دوازدهم مى زیست. پرورده خاص والى سند میان نورمحمد عباسى (ف ۱۱۶۷هـ) بود. شعر در فارسى مى سرود و 'خائف' تخلص مى کرد.

خائف، بر بحر شاهنامه فردوسى، تاریخ سند بعنوان 'نامه، نغز'، در سال ۱۱۵۵هـ شروع کرد و در سال قتل نادر شاه ۱۱۶۰هـ باتمام رسانید.

• در وصف میان نصیر محمد عباسى گفت:

نهاده به سر شیخ محمد نصیر نشست آن جوانمرد برجای پیر
به کار جهان هوش مندى گرفت به دور زمان سربلندی گرفت
به مغلان بسی تجربه کار کرد سپه بود دلاور جوان شیر مرد
چو آواز جهان اسپ بیرون بتاخت زمانه دگر را به زین اسپ ساخت.
• در وصف میان دین محمد عباسى و برادرش میان یار محمد و فرزندش میان میر محمد گفت:

پكى زان میان دین محمد بزرگ دگر یار محمد به فوج سترگ
سوم زان میان میر محمد دلیر دلاور جوان کو بازو چو شیر
بجای پدر دین محمد نشست به نیکو عمل در جهان کار بست
خردمند دانای دل نیک کار به هر کار بودش جهاندار یار
چپ و راست افتاد آواز او جهان بود در کار دمساز او

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

چو چرخ اندران کار آورد خشم سپهدار از کار پوشید چشم
 برون گریه کردند خرد و بزرگ برون رفت شیر از سپاه سترگ
 ز دردش جهان بود اندوهناک زمانه ز غم بر سر افگند خاک
 • در مدح میان نور محمد عباسی نوشت:

نشست آن بجای پدر شیر مرد ز گردان گیتی بر آورد گرد
 گذشت از نیاگان به گنج و سپاه سر افراز سالار لشکر پناه
 چو گشت آن سپهدار سالار سند بیفگند آوازه در ملک هند
 ز یزدان مر او را عنایت رسید نکو نام او در ولایت رسید
 خرده مند دانای دل هوش مند سخندان و در هر سخن سود مند
 سرفراز از خسروان جهان خطاب آمدش زان خدا یار خان



Marfat.com

Marfat.com

خواجہ عبدالحق درازی

صوفی با صفا ساکن درازا متصل رانی پور (ضلع خیرپور) در قرن دوازدهم می زیست. برادر زاده خود حافظ عبدالوہاب عرف 'سچل' را در سلوک تربیت کرد.

شاعر زبان فارسی بود. ذخیرہ کلام او محفوظ نیست از باقیات خواجہ این مناجات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام است (۱)

ای سرور دو عالم، یا مصطفیٰ مددشو
ای برگزیدہ آدم، یا مصطفیٰ مددشو
بر عرش حق رسیدی، حق را بدید دیدی
قول خدا شنیدی، یا مصطفیٰ مددشو
ای ماہ آسمانی، گل باغ زندگانی
احوال ما تو دانی، یا مصطفیٰ مددشو
بیچارہ مستمندم، در حرص پایبندم
کن رستہ زین کمندم، یا مصطفیٰ مددشو
باشد درست دینم، دیدار تو بینم
بہ کن اگر کمینم، یا مصطفیٰ مددشو

صوفی عبدالقادر 'بیدل' روہری در تصنیف خود "سند الموحدین" این رباعی را باین عنوان آورد "من کلام وحدت نژاد موسس اساس اتحاد مولانا عبدالحق درازی"

ہر چہ بینی ز فرق عرش علا مستی، اوست تا بہت العالی
غیر حق نیست در جہان موجود ہمہ مستی ازہ مستی
خواجہ عبدالحق در حوالی سال ۱۲۱۳ھ فوت شد



۱- سفیر در اندازہ خطیبی جلد ۱، ص ۱۰۰

دیوان جیتھانند، مسرور

دیوان جیتھانند 'مسرور' از شعراء ہندوان سند در قرن دوازدهم می زیست. نواب الہداد خان صوفی در منتخب، این اشعار مسرور را آورده است:

بر اوج آسمان خو برو عقب کہ زلفش را
برنگ ہالہ در آغوش دارد ماہ تابان را

—

خزان زانوی صندلین نیست ممکن
کہ دردِ سر ما ز صندل نشیند.



سخی الهیار، یار

عالم و عارف سخی الهیار در قرن دوازدهم می زیست. والد ایشان محمد کبیر جد امجد بزرگان قریه 'کوتری کبیر' (ضلع نوشهره فیروز) است. سخی الهیار بوم الاحد ۲۲ ماه ذوالقعدة سنه الف و مائة و تسعين (۱۱۹۰هـ) وفات یافت. مرقدش مشرق رویه قریه کوتری مرجع عقیدتمندان است. سخی الهیار در زبان فارسی شعر می سرود و تخلص 'یار' می کرد. این اشعار از او به یادگار است:

وَ هُوَ مَعَكُمْ اِنَّمَا كُنْتُمْ بَيْنَ گَر نخواندی رو و در قرآن نگر
قرب حق با تو چنان دارد یقین تو همی دانی که از ما دور تر
این همه او هام باطل دان ز خود و ر نه دلبر ما ز ما نزدیک تر
کاشکی از قرب او واقف شوی تا نگردي گرد دنیا در بدر
'یار' منزل دوستان خود دور نیست چشم باید تاشوی صاحب نظر



سید رحمت اللہ بکھری

رحمت اللہ بن لطف علی رضوی بکھری در آخر قرن دوازدهم می زیست۔ از الطفات میر بجار خان تالپور کہ وزیراعظم بود سرفراز گشت وبا میر ممدوح در پایہ کرسی خداآباد قیام کرد۔ این اشعار از قصیدہ اوست کہ در مدح والی سندھ عبدالنبی عباسی منظوم کرد:

بارک اللہ کشور سند سواد دلکشا
کز غبار او بود چشم فلک را توتیا
آبروی چہرہ خلد برین را آبرو
از ہوایش گلشن فردوس را نشوونما
شرخشان بادہم توحید را میخانہ ای
آرزوی وعدہ ایصال را سلمی نما
بسکہ آدم پرور آمد ابن گلستان ہنر
سبز از کہسار می روید ہم مردم گیا
در چنین ملک ملک خیزی ملائک پروری
در ببندد گر شدہ ابلیس از کفرش رها

اشعاری در صفت نہر مہران:

در دل پر مہر سند این نہر مہران روان
شادی دیدار یار وعدہ وصل وفا
ماشاء اللہ رود مہران سراپا مہربان
جوئبار سلسبیل و چشمہ آب بقا
نیل مصر از انفعال روی اوبر چہرہ نیل
آب خضر از شرم او زد غوطہ در بحر خفا
”کل شیء حی“ آمد وصف احیای دمش
از صفات حق زدہ آب بروی کارها



سید علی طباطبائی، مشتاق

سید علی طباطبائی در تہتہ متولد شد و در آنجا تا قرن دوازدهم زندگانی کرد. شاگرد میر غلام علی شیر قانع (صاحب مقالات الشعراء/ ۱۲۰۳ھ) بود و بہ دربار فرمانرواء میر کرم علی خان تالپور منسلک گشت. شاعر زبان فارسی بود و 'مشتاق' تخلص می کرد. سالہا پیش راقم نسخہ خطی 'دیوان میر مشتاق' مشتمل بر دو صد اوراق و چہار صد غزلیات در ذخیرہ کتب موسی مداح گنہنہاتی را در شہر تہتہ دیدم. کہ آنرا 'فقیر نور احمد در سال ۱۲۱۱ھ' کتابت کردہ بود بیشتر این دیوان از سید علی طباطبائی 'مشتاق' بود.

مصنف 'تذکرہ لطفی' (جلد سویم) از این اشعار میر مشتاق اعلام داد.

تاکی کشی ازو سر کز فیض طبع قانع
زان لب بود دو بوسہ مشتاق رایگانہ

دور از چمن چہ غم بود از آشیان ما
زانجا رسد بگوش گلی کز فغان ما
بیحاصلی است حاصل سودائی ما ز عشق
اینست سود ما چہ بود تا زیان ما
کردد کہ رہروان رہ عشق را دلیل
نالد گمی مکر جرس کاروان ما

صبح شد ساقی بشواز دیده خواب می بده وا کرده بند نقاب
جنت نقد است ساقی می بیار فصل گل دور قدح عهد شباب
جان سپردم از نوید وصل او برد خوش افسانئی رفتم بخواب
ریخت تا از کلک مشتاق این غزل شاعران شستند دفترها در آب

—

نیستم آگه که بر من از که این بیداد رفت
اینقدر دامن که خاکم از جفا برباد رفت
بادل غمگین من از کوی آن مه می روم
کیست آنکس کز سر کوی بتان دلشاد رفت
باعث فریاد او بیداد سلطان بود و بس
بر در سلطان من هر کس برای داد رفت
تا سر زلف دل آویز بتان گسترده ام
فکر فارغ بالیم از خاطر آزاد رفت
با هزاران حسرت آمد عاشق از کوی کسی
شادمان شد دشمن و بهر مبارکباد رفت



عبدالرئوف خواجہ بکھری

عبدالرئوف ولد فتح علی خواجہ بکھری در اوایل قرن دوازدهم در ایام بادشاہ اورنگزیب عالمگیر در بکھر می زیست. یک رسالہ در صنف مثنوی در ماہ محرم ۱۱۱۶ھ تصنیف کرد در بیان بغاوت کہ دو سال پیشتر در سال ۱۱۱۴ھ بہ وقوع آمد بختاور خان در بکھر یاغی گشت و افواج پادشاهی زیر کمان شہزادہ معز الدین آمدہ و بختاور خان بہ قتل رسید عبدالرئوف گوید (۱):

ز خواندن مگر یاد مر آرد کسی کہ این باشد و من نباشم بسی
چو خوانی عبارت چنین خام را همان بہ کہ عیبر نگاری فرا
ز عبدالرؤف است این سخن نو و لکن ز خامی تو عیبر مجو
توانی اگر ہم صحیحش کشی چنین نامہ را بار بیفش کشی
ز گفتار خام و ز اشعار چند ایا مرد دانا، بر من مخند
صحیحش ز لطف و کرم باز کن اگر بر خطا رفتہ باشد سخن
ز خامی سخن عیب بر من مگیر کہ نادان منہ هیچ خواندہ حقیر
در آخر این شعر تاریخ واقعہ قتل بختاور خان بر می آید
خرد متفق شد برین مقصدی کہ 'مقہور دارین شد مفسدی'
(۱۱۱۴ھ)



(۱) رسالہ در بغاوت بکھر، مقالہ دکتر فرسی حامد علی حسینی، مضمون: دہ محلہ
سندھی ادبی بود سے مامی مہران سال ۱۹۹۵ء

غلام محمد خان لغاری، نگار

غلام محمد خان بن هوت خان از قبیله لغاری بلوچ در سال ۱۱۳۷ھ تولد شد. تعلیم و تربیت خود را به مدارج اعلیٰ رسانید و به دربار میر بجار خان تالپور منسلک شد. میر موصوف ویرا به لقب ”یار وفادار“ مفتخر ساخت:

میر بهرام خان، والد میر بجار خان، حکمران سند میان سرفراز عباسی را وزیر کبیر بود. وقتیکه میان سرفراز در سال ۱۱۸۹ھ میر بهرام خان، را بقتل رسانید، غلام محمد خان مدافعت کرد و به قتل رسید. موصوف ادیب و شاعر زبان فارسی بود و ’نگار‘ تخلص می کرد. نسخه خطی ’دیوان نگار‘ در ’مجموعه مخطوطات دکتر بلوچ‘ (سند آرشیو Sindh Archives) محفوظ است: کاتب یک نسخه مرزا جهان خان مغل متوطن لکی متصل شکارپور و کاتب نسخه دیگر قاضی محمد افضل بختیارپوری است که در سال ۱۳۴۹ھ کتابت را بتکمیل رسانید. دیوان نگار مشتمل بر تقریباً یک صد و نود غزلیات است. مطلع غزل اول:

الاهی رنگ و بو افزا شقایق نوبهارم را

برشحات ابر رحمت طراوت بخش بارم را

مطلع غزل آخر در دیوان:

ای که بر تخت تجمل تو سپهدار نشستی

در بزم حرب و ناز بخمار نشستی

در آخر دعا:

مهر ایزد کن ترحم یا محمد مصطفیٰ
از دل و جان من ببر غم یا محمد مصطفیٰ
این اشعار از 'دیوان نگار':

خورشید رخ نماید مارا چه کار باشد
بر فلک مه بر آید مارا چه کار باشد
دولت مدام باشد عنقا بدام باشد
هم بخت در کشاید مارا چه کار باشد
بزم طرب بگلشن ساقی سرود ارغن
یارم نگار ناید مارا چه کار باشد

—

تنها به تخت ناز نشستم چه شد چه شد
در بزم باره قدح شکستم چه شد چه شد
این شعرهای رنگین در وصف آن نگاری
چون لعل گوهر سفتم چه شد چه شد

—

ای فراقبت بدل نمی کنجد
چونکه در جام مل نمی کنجد
غیر آواز لب تو در گوشم
صیت از دف و دهل نمی کنجد
از کتب عشق تو چه شرح دهم
اصل اندر نقل نمی کنجد



فتح الله شاه رضوی نصرپوری

فتح الله شاه رضوی از دودمان سادات رضوی متوطن نصرپور
در قرن یازدهم- دوازدهم می زیست. در سال ۱۰۶۷ھ این
قصیده دربارہ جلوس بادشاہ اورنگزیب عالمگیر انشا کرد.

ای شہسوار عرصہء دوران خوش آمدی
وی صفدر معارک مردان خوش آمدی

—

اشعاری دیگر از فتح الله شاه:

عالم نشدی حسین تو اظہر نشدی گر
یعنی گہر ذات پیغمبر نشدی گر

—

غلام خط عنبریزن تو عنبر
فدای لب شیرین تو شکر

چند غزلیات شاه فتح الله در آخر نسخہ 'دیوان نوری' مرقوم
است کہ در 'مجموعہ مخطوطات دکتر بلوچ' در 'سند آرشیو'
کراچی محفوظ است.



محمد سلیم، نشاطی

محمد سلیم نشاطی در قرن دوازدهم می زیست. شعر او دستیاب نشد. جز این قطع تاریخ حملہء نادر شاہ افشار بر سند کہ منظوم کرد.

بسختی میانِ جهان هیچگہ
نیفتاد نادر چنین حادثہ
چو پرسیدم از عقل تاریخ وی
بگفتا "شدید آمدہ" تفرقہ

۱۱۵۲



محمد صالح تتوی

محمد صالح ولد ملا زکریا تتوی، در قرن دوازدهم می زیست. کتاب بنام "معارف الانوار فی بیان فضائل سید الابرار، ائمة الاطهار و احوال قطب المختار"، در نثر فارسی، در احوال سید حسین عرف شاه مراد ابن سید علی شیرازی در سال ۱۱۴۰هـ نوشت. شاعرزبان فارسی بود. این مرثیه در مدح سید علی شیرازی از محمد صالح در 'معارف الانوار' موجود است:

آن ولی کشور ولایت	برهان ممالک هدایت
صاحب دلی عارف محقق	بیدار دل ولی مطلق
سید علی آن بفضل ممتاز	سر دفتر میدان شیراز
گلدسته بوستان طه	فرخ ثمر ز نخل زهری
کشاف دقائق معانی	دانا حقائق نهانی
مرادت جمال اسم اعظم	بیناء رموز هر دو عالم
می داد همه بتازگی روء	هرگز نه فگند چین برابروء
احوال صفا ز هر دیاری	خلان وفا ز هر کفاری
هفتاد و یک سنین نهصد	بگذشت ز هجرت محمد
کو رفت زین سراء فانی	بربست بملک جاودانی
آسوده بخوشتری مزاری	مانند بهشت سرفزاری



محمد علی، مولوی

مولوی محمد علی سندھی، بعد فراغت از تحصیل علم در سند
برای تحصیل مزید بیرون از سند رفت. در سلوک در طریقه،
چشتیه دست بیعت خواجہ سلیمان تونسوی (متوفی ۱۲۶۷ھ)
شد و بارشاد آن جناب برکنار آب سند در قریہ 'مکد' رخت
اقامت انداخت و آنجا بتاریخ ۲۹- ماه رمضان ۱۲۵۳ھ فوت شد
در شعر تخلص 'مولوی' می کرد. این اشعار ازو بہ یادگار است
شہید تیر آن ترکمر کہ از ابرو کمان دارد
خدنگ از شست آن خوردم کہ از مزگان سنان دارد
ز چشم مست بیمارم چہ بیماری فزود آخر
بہر سویش کہ می بینم ہزاران کشتکان دارد
حدیث حسن یوسف را کجا دانند اخوانس
زلیخا را پیرس ازوی کہ صد شرح و بیان دارد
خوش آن عاشق کہ از جانان رخ مہر و وفا بیند
ز بار خویش حیرانم نہ این دارد نہ آن دارد
صبا با آن طبیب عشق حال مولوی برکو
کہ بس عمریست این بیمار سربر آستان دارد (۱)



(۱) تذکرہ مسافر سند، جلد ۲، صفحہ ۱۸۱، تذکرہ مولوی محمد علی سندھی، جلد ۱، صفحہ ۱۸۱
نقل از "الوحد الاراد مسر"

مخدوم ابوالحسن داهری

عالم و فاضل، محدث و عارف، صوفی نقشبندی در قرن دوازدهم می زیست. کتابهای متعدد در مسائل دین، بزبان فارسی تصنیف کرد. ازان جمله کتاب 'سراج المصلی' در مسائل نماز و کچکول نامه در علم عقائد و کلام. این هر دو در مثنوی فارسی. در آخر گفته است.

بگوید بوالحسن کاین خوش نمیقه نوشتم در معانی بس دقیقه نهادم نام آن کچکول نامه بود کچکول نامه بهر نامه هزار و یک صد و هفتاد تاشش گذشته این همه تاریخ ختمش. در تصوف طریقه نقشبندیه کتابش "ینابیع الحیة الابدیه فی طریق طلاب نقشبندیه" مشهور است. در شروع این کتاب گفته که برای اینچنین تصنیف مصاحب باید:

که هرگز بی مصاحب نغمه آرائی نباید خوش
که بلبل بی گلستان کی سخن دلکش کشاید خوش.



مخدوم عبدالرحیم گرهوری

عالم و عارف، در درسگاه 'چوتیاری' ضلع سانگهڑ سند تحصیل علم کرد. در عربی و فارسی ید طولی داشت. معتقد و مرید عارف خواجه محمد زمان لواری بود که 'ابیات' سندی می سرود، و مخدوم موصوف شرح آن ابیات را در عربی نوشت. برای وضاحت در متن ضبط کرد که این کلام محض شعر نیست بلکه افکار عارفانه است و از روی خیر و برکت آن را اینجا آورده ایم.

اصل عبارت خطی خیلی مشکل و مشتبه بود که حتی الامکان این طور خوانده شد.

نفس دل قلب و روح در ده هی
لیک چون آفله است مقصد نی
نیست ناری بعد دیدن وی
گرچه در رنگها چو حربہ هی

—

نی تشبه نی توحید نی حلول
بیشتر افہام اینجا شد فلول
همچو نوری شو تو نوری در صفا
تا بیابی سر را صاف از خطا

از تصنیفش 'رسالہ کل نما، ایا کل نما' در منوی است. این ابیات از آن رسالہ

عارف آن باشد که باشد کل شناس
 کل ببیند، جمله ببیند بی قیاس
 شاه آن باشد که قانع از جهان
 با جمال کل نبیند غیر آن

—

از خدا غیر خدا را خواستن
 ظن افزون است کلی کاشتن

—

اسم کل از کل بود کل یاد کن
 خانه سیمرغ را آباد کن

—

در معانی تجرب اعداد نیست
 پای معنی گیر، صورت ساده ایست

—

آزمودم مرگ من در زندگی
 کل بود سلطان مارا بندگی

—

جمله علم و عمل در کلمه چنین
 مرد دانا رحمة للعالمین



مخدوم غلام محمد بگائی

مخدوم غلام محمد بگائی (یعنی ساکن قریہ 'بگا'، حالا ضلع نوشہرہ فیروز)، در قرن دوازدهم می زیست. عالم و فاضل و شاعر زبان فارسی و سندی بود. در سال ۱۱۴۵ھ، علمای درسگاہ قریہ کھڑہ (ضلع خیرپور) را بحکم میان نورمحمد عباسی کلہورہ (حکمران سند) کشتند. این حادثہ جانکاه بود و مخدوم غلام محمد این مرثیہ در غم شہیدان سرود^(۱).

این چہ سودا در دماغ دھر پا انداختہ
و این چہ شور و شر بگردون در صدا انداختہ
نی بیک شہر است آو و نی بیک کوچہ است وای
خشت ماتم بر تن در ہر سرا انداختہ
ہر زمان در فکر می بینم بہرجا فوج فوج
ہر کسی با ہر کسی لاؤ بلی انداختہ
یا قیامت گشت قائم یا بترقید آسمان
ہای ہوئی در جہان چون کربلا انداختہ
یا ہلاکو گشت ظاہر یا مکر حجاج زیست
کز سعید و نجم جان از تن جدا انداختہ
ہر کجا آن شاہباز دین و دولت می دوید
ہر غراب کفر و بدعت کاؤکا انداختہ^(۲)

ولہ ایضا

(۱) بروفق تاریخ کنجید جہان سدا، رسالہ آمجدہ، دہرا

(۲) کاؤکا، از غراب

داغ حسرت داد بر دل دوستان هیئات چون
 کاخ دوران گشت ویران پی وجودش سر بسر
 آه بر بی مهر این گردونِ دون نیرنگ چرخ
 آه بر افسونِ این مارِ کُهن بیداد گر
 کاین چُنین گنج روان را زیر خاک انداخته
 وین چُنان کنزِ علم بر بود بعیاری مکر
 یا رب این گلہای باغ احمدی حتی الابد
 در بهای شرع خوش خندان داری تازه تر
 ہجر دعای کز خلوصِ دل غلام محمد نمود
 استجب یا رب بحرمت سیدِ خیرالبشر.

،



میان سرفراز خان عباسی، سرفراز

میان سرفراز خان، فرزند میان غلام شاه، از خانواده عباسیان (کلهوره) حکمرانان سند بود، و در قرن دوازدهم می زیست. بر وفات پدر (دوم جمادی الاول ۱۱۸۶هـ) بر مسند حکمرانی بلقب 'خدا یار خانی' والی سند گشت. شاعری تاریخ جلوس را دعائیہ سرود: باد بر فرق سرفراز جهان 'زیب دستار ولایت دائم' (۱۱۸۶)

میان سرفراز خان ادیب، سخنور و شاعر بود ولی از لوازم سیاست و سیادت بی بهره و از رموز حکمرانی و جهان بانی بی خبر. از این نظر سپه سالار وفادار و وزیراعظم والد خویش (میان غلام شاه) میر بهرام خان تالپور را بی گناه بقتل رسانید. این خون ناحق که بتاريخ ۱۵ جمادی الثانی ۱۱۸۹هـ واقع شد سبب ضیاع زندگانی سرفراز و زوال حکومت خانواده عباسیان شد. در پاداش این خون، سرفراز در سال ۱۱۹۰هـ در قلعہ حیدرآباد محبوس شد و در سال دیگر (۱۱۹۱هـ) به توطئه چینی عمر فتنہ انگیز خویش (عبدالنبی) مقتول گشت.

سرفراز خان شاعر قادر الکلام زبان فارسی بود زیرا که مادرش از ایران بود و فارسی زبان مادری او بود (۱) شرف

(۱) در سال ۱۱۵۳هـ، مادر ساد دو پسر والی سند میان نور محمد را، یعنی محمد مراد و ساد خان و میان غلام ساد را به ایران برعمال برد. انجا میان غلام ساد با دهم علی، حاکم سند، کدخدائی کرد و در ایران بود تا آنکه مادر ساد به قتل رسید. ۱۱۱ جمادی الاخر ۱۱۵۳هـ از هشت سال در سال ۱۱۶۱هـ به سند رسید. در این مدت سرفراز متولد شد. مادر ساد، طفلی بود که با والدہ در سند رسید بعد از آن تعلیم و تربیت یافت، تحصیل بالغ و ساد ساد که در سال ۱۱۸۶هـ اسعار در نهند و تاریخ داده اح و ولد غلام ساد ساد ساد ساد ۱۱۸۶ شعبان ۱۱۸۶هـ سرود.

لاجرم گشت سال تاریخ حسن...
در قرات، عبارت معبر عده و اختلاف دارد.

تلمذ بمولوی غلام علی 'مداح' داشت کہ در علم ادب و شعر فارسی نابغه روزگار بود.

سرفراز در ۱۱۸۶ھ والی سند گشت و شعراء منسلک بدربارش شدند. وی شعراء ایران را عزیز می داشت. میرزا محمد علی شاگرد مشتاق صفاهانی و میرزا فروغی اصفهانی را بنواخت. در معیار و موازنه شعر و سخن، اعتماد او بر شعراء اصفهان واضح بود:

سرفرازا، ز اهل سند کسی شعرت نمی فہمد

بہ بند این دستہ گل را بہ اهل اصفاهان بر.

شاعر سند میر غلام علی شیر قانع سخن سرفراز را بخوبی فہمیدہ تصدیق کرد کہ:

سخن شناسی چو تو در جهان دگر نبود

محیط دانش و فضلی و در سخن استاد.

البتہ میر موصوف در تصنیف خود 'مقالات الشعراء' سرفراز را (سہواً) یاد نکرد. ولی سرفراز میدانست کہ اهل سخن بر نظم او تحسین کردہ اند.

سرفرازا بہ چشم اهل سخن

دُر نظم چون عقد پروین است.

بقول مصنف کتاب 'خدا یار خانی میان سرفراز خان عباسی' (ص ۱۷۰) 'دیوان سرفراز' مکتوبہ سال ۱۲۳۹ھ در کتابخانہ عالیہ امیران سند حیدرآباد موجود است. نیز نسخہ 'کلیات سرفراز'، اہم و اصح، در موزہ، قومی پاکستان کراچی (نمرہ ۲۸۳۳) محفوظ کہ بر وفق او 'کلیات سرفراز' در سال ۱۴۱۷ھ مطبوع شد. این کلیات مطبوع دارای غزلیات، مرثیات، رباعیات، مفردات، مناجات، مثنویات و ترجیع بند است.

غزل اول در کلیات سرفراز:

الهی معنی از لطف خود بخشا بیانم را
به مضمونِ حقیقت آشنا گردان زبانم را
ز بادِ تند دوران شاخ امن و عیش را مشکن
ز سوز آتش دنیا نگهدار آشیانم را
ز جان گاهی به لب جان آمد ای یارا چه خواهد شد
بجانانم رساند گر کسی پیغام جانم را
جهان یکبارگی سوزد ز سوز آتش دردم
اگر خوانند به پیش خلق شرح داستانم را
”سرفراز“ چو قمری ناله دارم بر زبان آخر
که خواهد بر سرم آورد آن سرو روانم را

انتخاب اشعار مزید از کتاب خدا یار خانی و کلیات مطبوع (۱):

چشم آلوده به خوابش نگرید نرگس مست شرابش نگرید
کشت از تیغ ستم وز خونم بر کف دست خضابش نگرید
ساغرش خون و کباب دل من به شراب و به کبابش نگرید
از قضا دید به من رو گرداند ناز ایام شبابش نگرید
گفت من بر سر قهرم تو بیا نمک آمیز عتابش نگرید
گفتمش بنده است گفت که شو بندهء خویش جوابش نگرید
گریه شد کار ”سرفراز“ از غم به سوی چشم پر آبش نگرید

گفتم که صبح وصل نمایان شود نشد
شام دراز هجر به پایان شود نشد
یا چشم فتنه باز تو بیند بمن ندید

(۱) مصنف کتاب خدا یار خانی و صاحب دارالحدیث ۱۲۸۰ هـ کاتب اشعار سرفراز و بیاض اخوند غلام محمد نقل کرده اند از آقامان سرفراز

یا لعل جانفزای تو خندان شود نشد
 یا جان ز زخم تیر تو آسان رهد نرست
 یا سرچو گوی لائق چوگان شود نشد
 یا این شب فراق رود از میان نرفت
 یا آفتاب وصل نمایان شود نشد
 یا "سرفراز" ناله چو قمری کند نکرد
 یا آن قد چو سرو خرامان شود نشد.

—

تغافل چند چشمت را بسویم از وفا بکشا
 گر از بهر وفا نگشائی از بهر جفا بکشا
 به سوی غیر داری تا به کی چشمی ز ما پوشی
 گهی هم از ره لطف و کرم چشم بما بکشا
 چو روی نازنینت از مئی لعل شود گلگون
 سرت کردم بیاد آن دو لعل دلکشا بکشا
 ز مشتاقان ز حرف خلق روی خود میوش ای مه
 نقاب از عارض خود آخر از بهر خدا بکشا
 سرفراز از وفا شد خاک راحت آخر از رحمت
 خدا را یکره ای دلبر نظر در زیر پا بکشا.

—

هستی موهوم در دنیا سرابی بیش نیست
 وین طلسم زندگانی هم حبابی بیش نیست
 اسپ و فیل و تاج و تخت و اعتبار این جهان
 می نماید هرچه در چشم تو خوابی بیش نیست
 در جهان از شوق دل سامان آبادی مخواه
 بی گمان معموره، او جز خرابی بیش نیست.

همچو فرهاد فکر جانم نیست خسروم هرچه کرد شیرین است
 "سرفراز" به چشم اهل سخن در نظم چو عقد پروین است

آشیان بستم ز نادانی برنگ عندلیب
 ای خوشا باد سحر که کز چمن آزاد رفت

نگاهت دلربا چشمت فسون گر ترا خبری که باید داد دادند

من آن مرغم که دانسته به دامم نه چون صیدی که بهر دانه گردند
 سرفرازم از آن کز بادهء عشق مرا مخمور یک پیمانه کردند

عجب دارم از گردش روزگار که گل را دهد جا در آغوش خار
 دهد بر سر شاخ گل جای زاغ کند در قفس عندلیب هزار
 تو ای نو گل گلبن دوستی چرا جا گرفتی به پهلوی خار
 بدرد تو ای زینت هر چمن به زاری همی کرید ابر بهار
 تو شیرین وقت خودی ارچه نیست ترا خسروا ساغر زر نیکار
 که بوسد رخت غیر من بر تو عین که کیرد بجز من ترا در کنار
 سرفراز بر حالت ای نازنین دعا می کند از دل بی قرار

ز عشق لاله رخساران هزاران دل دارد چو من صد باره زده
 بهر دردی دواي چاره کوهست بدرد عشق او سارو سارو
 منجم کی توان دریافت حالم بود داغم چو افسان منجم
 ز هجرت مردم و ای مایه جان بده از وصل خود غسری دانه
 سرفراز در نظم تو باشد بکوس اهل معنی کوسه زده

چنان خوبی که از خوبانِ عالم باج میگیری
 غلط گفتم که از شاهانِ خوبان تاج میگیری
 علم افراخت از خوبی چنان قدرت که در هر جا
 خراج قامتت از شاخ گل وز کاج میگیری
 گرفتن چون که ملکِ دل به یغما دست خود بکشا
 چه باعث شد که دستِ خویش از تاراج میگیری
 تو ای شاهها ز دستِ حسن صیدِ ملک دلها کن
 ز بی قدری بگو آخر چرا دراج میگیری
 نسازی از شکیبِ خود "سرفرازا" در این عالم
 چرا در پیش تیرِ غمزه اش آماج میگیری.



میر علی شاه، شائق

احوال زندگی میر علی شاه دستیاب نشد. در نصف آخر قرن دوازدهم می زیست. شاعر زبان فارسی بود و 'شائق' تخلص می کرد. در ابتدای عهد میان عبدالنبی قصیده تهنیت نوشت ولی امیدها برنیامد. این اشعار از آن قصیده شائق است که در آن وصف شهر خدا آباد کرد:

وین خدabادی که اندر وی خدا آباد کرد
هم چو نام خود خدabاد است شهر جانفزا
باد خود آباد چون در سینه اقلیم سند
راحت دلہای پیچان چون دم روح خدا
خانه هایش چون جنان، جانانه هایش جان ستان
چون دلبرانیش دلربا، دلدادگانش در عزا
کل عذارانش به زیبا چهره چون لاله زار
خوش مقال و رمز فهم و نکته دان و آستان
قصر سلطان درمیان و درمیانش کلستان
دست دولت را نکار و پای قدرت را حد

در مدح میر بجار خان تالپور گفت

میر با تدبیر شاه سنده را نیکو روز
پهلوان شیر کیرد رستم روز
حاجی میر بجار، آن غازی دسمن سحر
آسمان اقتدار و آفتاب اعمال
مومن ناکیزه دین و ده سندان مومنین

صاحب تیغ و نگین و پهلوان پارسا
ضارب سیف و حسام و خارب بیخ خصام
راکب خنگ مرام و شارب شرب ولا
از اطیعوالله دارد خلعت روشن به بر
تاج اتقا کر بفرقش سایه بال هما
شاه همچون آسمان و اوست چون بدر منیر
شام همچون گلستان و اوست چون باد صبا.



ء

میرزا محمد علی

میرزا محمد علی حیدرآبادی (؟) در قرن دوازدهم می زیست. احوال زندگانی او معلوم نیست. از کلامش این مثنوی باقی مانده که بعنوان "جنگ ککراله" منظوم کرد. از نسخه خطی این مثنوی که در تحویل مرزایان حیدرآباد بود این اقتباس نقل شد

چودارائی سند از عدل و وداد رسید از پدر بر محمد مراد
 بصد عیش بنشست بر تختگاه بسر برنهاد آن خجسته گُلاه
 به بخشش زهرگونه بازید دست خزینه گشاد و دری باز بست
 ز عشرت نبودش سرهیچ کس بساقی و مطرب رسیدی و بس
 بیاراستی خرگه و بارگاه ندادی بصر را بجز کاه راه
 به بیرون در صبح تا وقت شام همه سروران داشتندی مقام
 فگندی جهان چونکه دیبای زرد نمودی بسر چادر لاجورد
 ز دربار گشتی هم سروران دل آزرده و کاروبار جهان
 نه از ملک و از لشکرش آگهی چنین باشد آن روزگار تعی
 شدی گر بسویش کسی دادخواه نمودی ز بیداد کارش تباه
 نبودش بجز شغل کین پیشه ای نه جز فکر بیداد اندیشه ای
 نه یک کار از مملکت ساختی بجز شاهد و می نیرداختی
 به تنگ آمدند از سلوکش مهان گشاده جبینان و کار اکهان
 یکی محفلی ساختی دلنواز دران شمع محفل بتال طراز
 همی داشت بر لب ز جام شراب می روشن اندر شب نیره

به نالیدن چنگ آواز نی بدیدار ساقی فرخنده خوی
 بدینسان ز جام می ارغوان شب و روز فارغ ز کار جهان
 چنان میل می در دلش دیرماند که از تاج دیهیم هر سیر ماند
 بران گونه شد رای آن تاجور که برارد آن تاج شاهی ز سر
 بپرداخت در قلعه باحصار ز می داد دل جویه از روزگار
 ز گنج نیاگان طلب کرد زر بسی سیم و دینار و لعل و گهر
 بپرداخت آن گنج عمان نژاد پس آنکه ببازارگانی بداد
 به سود و زیانش ز مردم گزید شمی داد بازارگانی خرید
 چو بگرفت زرمرد دینار جو سوی بندر مسقط آورده رو
 بحکم خداوند کشور کشای دران جا بناکرد زیبا سرای
 دران خانه جا داده پیرایه را دفین کرد گنج گران مایه را
 همین کردی از غفلت آن ساده مرد همان کار کورا بیایست کرد
 چوبگنشت چندی بران تاج و تخت بشورید اقبال برگشت بخت
 نهالی که از جور بنشانند بود بر افراخت شاخ و ثمر داد زود
 همان جام دیسر که مرز بوم آن به ککراله بود از قدیم الزمان
 یکی داشت فرزند آزرده خو گرامی و دانای دل نام جو
 بر این گشت کان مرزرا از پدر بگیری بغیر وزی تاجور
 رسانید برعرض سالار بار که ککراله را گر بمن شهریار
 دهد من کنم ثلث از آن بباز بدرگاه خاقان گردن فراز
 چوبشنید آن قصه کشور خدیو دلش راز جا برد بیداد دیو
 همان عهد و پیمان برباد رفت تو گشتی خسی بود برباد رفت
 به اوداد آن ملک را در زمان ز شادی نمودش فروزند جان
 یکی خلعتی ساختش ارجمند ز دیبای چینی و رومی پرند

بفرمود که افراسیاب غلام هر اورا دهد خلعت و هر نیام
 که ما ممکلت بر تو دادیم فرد تو از گفتهء خویش بر مگرد
 بهمراهیش جام بیچاره کرد بسی نامور لشکر او را سپرد
 چو گشتند ازین کار آگه مهان کشاده جبینان به کار آگهان
 بشکستن عهد کردند باک ازین کرده گشتند اندیشناک
 برین رای شان شد سرانجام کار کزین کار باشه نباشید یار
 نخستین دوگرد سر افراز را خردمند و دیگر سخن ساز را
 یکی بود فرزانه بهرام شیر خردمند دیگر مراد دلیر
 نمودند بر درگه شه روان بخواهش گری جملہ پوزش کنان
 که مایشت زین بفرمان شاه به پیمان نمودیم حق را گواه
 نمودیم با جام دیسر عهود دران عہدها جان پاکان شہود
 به یزدان پاک جهان آفرین دگر عهد پیمان پاکان دین
 بپاکان اراده کان باد بهشت مجرد نهاد آن قدسی سرشت
 بجان و سر شاه تاج و کلاه به برجیس و ناهید خورشید ماه
 نمودیم سوگند و بستیم عهد بدین گونه
 بامر خداوند تاج و سریر زما عهد پیوست فرخ دلیر
 کنون این چنین عهد و میثاق سخت چسان بشکند صلب تاج و تخت
 ز شاه است امیدما کز وفا بما نقض ایمان ندارد روا
 ازین گونه گفتند بسیار چیز به پوزش ببستند آہ ستیز
 قبولان چو گشتند جویان کار رسیدند نزدیک سالار بار
 بگفتند سالار درگاه را ز ما باز ده انگی شاه را
 که ما از دلیران فرستاده ایم فرستاده بر شاه ازادہ ایم
 سوی شاه داریم پیغام چند بپرسد ز ما کر نماید پسند
 سپہبد چو آگہ شد آن کان را طلب کرد آن ہردو کردان را
 یکایک ازان ہردو سالار نیو بپرسید پیغام کردان خدیو

ز گردن کشان پیش او هرسخن هم باز گفتند سر تابه بن
از ایشان چو بشنید آن گفتگو بجوشیداز خشم و برتافت رو
خروشید کای بیخرد مهتران هم بد نژادان و بدگوهران
شمارا چه یار است سرتافتن ز گفتار من روی برتافتن
کنم هرچه خواهم و دامن سزا است که شه هرچه خواهد کند آن روا است
نمایم هر آن کار آید پسند نخواهم شنیدن کس اندرز پند
دگر بار آن هردو گردان دلیر بخواهش گری سرفگندند زیر
به پوزش بگفتند کای نامور همیشه ترا هوش بادابسر



لطف الله شاه رضوی نصرپوری، لطفی

لطف الله شاه از دودمان سادات رضوی متوطن نصرپور. در قرن دوازدهم می زیست. شاعر زبان فارسی و تخلص 'لطفی' می کرد. چند بیت از اشعارش منقول در آخر نسخه "دیوان نوری". آورده می شود:

ای دل چرا غم می خوری معشوق آمد در بغل
چون عاشقی در راه او بگذار این دعوی دغل
لطفی ز لطف حق طلب توفیق نیکی روز و شب
تا یابی از روی ادب پاداش نیکو را بدل



نور الله شاه رضوی نصرپوری، نوری

سید نورالله شاه از دودمان سادات رضوی، متوطن نصرپور، در نیمه آخر قرن یازدهم و ربع اول قرن دوازدهم می زیست. میر علی شیر قانع در مقالات اورا بنام 'نورالله نصرپوری' ذکر کرد و فقط یک بیت نقل نمود. ذکر او اینجا ازان روی که شاعر معروف و پُرگو بود آورده می شود.

نوری یک قطعه تاریخ بالفاظ "شتر حجر" (۱۱۱۱هـ) متعین و منظوم کرده بود که زیر عتاب بعض از معاصرین آمد. نوری جواب آن در این قصیده داد که در سال ۱۱۰۰هـ نوشت:

به شتر و حجر تاریخ شد زمانه، ما
ازان بمصرع هر بیت شتر و حجر به سن
به شتر و حجر الف و مائه بود سالی
به شتر و حجر تو آحاد را شمار مکن.

راقم را دو نسخه 'دیوان نوری' از نصرپور دستیاب شد و در ذخیره محفوظ بود تا آنکه مجموع مخطوطات را به آرشیو سند (Sindh Archives) کراچی منتقل کردم. این دو دیوان که آنجا محفوظ اند^(۱) دارای غزلیات متجاوز از سی صد اند. در آخر دیوان دوم چند غزل فتح الله شاه و لطف الله شاه و هاشم شاه

(۱) رجوع کنید "فهرست دست نویس های عربی و فارسی. مجموعه دکتر نبی بخش خان بلوچ" محفوظ در آرشیو سند، مطبوع تهران، ۲۰۰۵ع. رقم ۱۲۳

که از قبیلہ نوراللہ شاہ بودند شامل است. ازان پس کاتب
محمد ذاکر تاریخ کتابت چہار دہم شہر ذیقعدہ ۱۱۶۰ھ نوشت:
آغاز دیوان اول:

بی حجابانہ در آ از در کاشانہ ی ما
کہ کسی نیست بجز درد تو درمانہ ی ما.

آغاز دیوان دوم:

الا ای ہد ہد کشاف سِر عشق و مشکلا
رسان از من بہ بلقیس سبا از ہجر مرسلہا
این اشعار از دیوان دوم:

نوری زمین خدمت تو عرض می دہد
تصحیف توشہ دہ کہ تو لائق بدادہ ی
اصل تصحیف ہوسہ توشہ

—

راز دل باکسی مگو نوری
محرمی غمگسار را دریاب

—

بزننجیر زلفش چنان بست نوری
کہ او تا قیامت کشائی ندارد
این غزل در یک ورق قدیم بوسیدہ نوشتہ ابیرون دو دیوان یافتہ
محبت چیست ترک اغیار کردن
بدل ذکر خیال یار کردن
نمودن سینہ را کنجینہ راز
نہ با ہر بوالہوس اظہار کردن
رموز عشق را کرکس کند فاس
پہ منصورس سر بردار کردن

به نزد اهل دل مانند کفر است
 کسی را بی گنه آزار کردن
 به گل شوهمنشین چون عندلیبان
 نه دل چون زاعغ برمردار کردن
 طریق واصلان باشد که خود را
 به نزد اهل دنیا خوار کردن
 در این دیر سپنجی خوشتر آمد
 وطن در سایه دیوار کردن
 چنین باید براه عشق نوری
 که تن وقف غم دلدار کردن.

،



شعراى قرن دوازدهم و سيزدهم

امامى افغان

امامى افغان در قرن دوازدهم و سيزدهم مى زيست. فرمانرواء
مير كرمعلی خان ممدوح او بود.

غير مولای ماکه کرم علی است
با امامی که شد کرم فرما

ماه من از رخ چون بر دارد خطاب
می نماید خیره چشم آفتاب
دیده ام تا زلف مشکین شبی
جز پریشانی نمی بینم بخواب
دست درخون دلم آغشته کن
دلبرا داری اگر میل خضاب



Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

آخوند صاحبده، صاحب

آخوند صاحبده در نیمه آخر قرن دوازدهم و نیمه اول قرن سیزدهم می زیست. در شکارپور از مدرسه قاضی عبدالنبی فارغ التحصیل شد و امام مسجد قاضی سندهی گشت. نواب ولی محمد خان لغاری، تخلص 'ولی' عامل شکارپور ممدوح آخوند موصوف بود. در قصیده ئی که در مدح نواب سرود این پیش لفظ نوشت — "انمودجی از اوصاف ذاتی و صفاتش از زبان عجز ترجمان قلم شکسته رقم بنده صاحبده قبول عرض گردیده." مطلع قصیده در مدح نواب موصوف:

باز در عالم نوای تازگی را برتری ست
در همه آفاق انواع طرب را رهبری ست
آن که رفعت را به بزمش رتبهء بالاتری ست
شان و شوکت را بذاتش مایهء نام آوری ست
شاعر شیرین کلام و ثانی خسرو بود
صاحب دیوان ادیب و عسجدی و عنصری ست
حافظ آیات تحقیق معانی موشگاف
در سخن دانی عدیل هاتفی و انوری ست
غائبانه بنده ای 'صاحب' دعاخوانش بود
کان دعا از سمع خالی و از ریاکاری بری ست
آخوند صاحبده 'صاحب' تا وفات نواب موصوف در سنه ۱۲۴۷ هـ زنده بود و در قطعه تاریخ وفات گفت.

سال وصل او تصور کن بدل
 یک هزار و دو صد و هفت و چهل (۱۲۴۷)
 'صاحب' در سال ۱۲۵۹ هـ (۱۸۵۳ ع) فوت شد. شاعر شکارپور
 محمد عارف 'صنعت' از شاگردان آخوند موصوف بود.
 لطف الله بدوی مصنف تذکره لطفی نوشت که قاضی
 صاحبذنه 'صاحب' مثنوی بنام "نوشین لب" تصنیف کرد. بعد
 از حمد و ثنا این اشعار ازو در توصیف عشق:

الا فی کشته، تیغ تغافل قتیل خنجر بیداد قابل
 اگر خواهی ببالی جان بریدن بزم خلوت مقصد رسیدن
 دلی پیداکن از گلدسته، عشق بعقد راز صد جا بسته، عشق
 دلی سیپاره، تنریل آشوب دلی هم بزم بیت الحزن یعقوب
 چو مجنون در زمام غم در آمیز سراپا خون شود از دید در ریز
 ثنای عشق اظهار تمنی بیان عشق افضل از همه ها.



آخوند محمد قاسم ساونی، قاسم

آخوند محمد قاسم ولد آخوند محمود از قبيله آخوندان ساونی (ثم عقيلي قریشی) متوطن قصبه هاله کندی (هالا قدیم)، در نیمه آخر قرن دوازدهم و اوایل سیزدهم می زیست. این آخوند محمد قاسم (اول) پنجاه سال پیشتر از آخوند محمد قاسم (ثانی) بن نعمت الله قریشی وفات یافت. والدش در سال ۱۱۷۲هـ در نصرپور فوت شد و محمد قاسم در نصرپور و بعد ازان در تنده میر جام خان اقامت اختیار کرد. دو فرزند داشت. یکی بنام محمود (ولادتش در سال ۱۲۱۲) و دیگر بنام محمد حیات. آخوند محمد قاسم در اوایل قرن سیزدهم فوت شد.

دو نسخه خطی دیوان قاسم معلوم است: سدارنگانی در (فارسی شعراء سند) اعلام داد که نسخه دیوان قاسم را در "ذخیره سوبراج فانی" دیده که کاتب بتاریخ ۹ شوال سال ۱۲۴۰هـ کتابت را تمام کرد. دوم در کتبخانه عالیہ تالپوران در حیدرآباد که ازان سید حسام الدین راشدی و دکتر قاسم صافی اعلام دادند^(۱). حسام الدین نوشته که در اختتام نسخه این عبارت است:

"بتاریخ ششم رجب المرجب ۱۲۱۲هـ روز یکشنبه
کاتب الحروف فقیر حقیر پر تفصیر محمد تقی

(۱) دکتر صافی در تالیف خود گنجینه خطی و هنری تالپوران، مطبوع مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد ۲۰۰۵ع. و حسام الدین در مقاله مطبوعه در کتاب "مهران جون موجون"، سندی ادبی بوره، حیدرآباد، سند

غفرالله“ دیوان مذکور دارای مدح
مخدوم نوح هاله کندی، مدح پسر خود میان محمد
حیات، غزل فارسی (۸۷) و یک غزل اردو“
آخوند موصوف عالم و فاضل و مدرس و شاعر بود.
در شعر ’قاسم‘ تخلص می کرد. مولوی دین محمد وفائی (تذکره
مشاهیر)، سدارنگانی (شعراء فارسی سند، و حسام الدین
راشدی (تعلیقات تکمله) اشعار از دیوان قاسم نقل کرده اند.
ازان جمله این انتخاب:
در مدح شهر خویش ”هاله کندی“ گفت:

یا رب شگفته بادا گلزار هاله کندی
سرسبز و سایه گستر اشجار هاله کندی
پروردگار عالم از لطف بی نهایت
رونق پذیر کرده هر کار هاله کندی
با حرمت محمد و اصحاب و آل پاکش
فضل خدا است هر دم معمار هاله کندی
چون گل شگفته هر دم باد از نسیم فرحت
یا رب ز فضل عامت خوش دار هاله کندی
هر یک بعلم نامی، هر یک بفضل سامی
هر یک عدیل جامی ابرار هاله کندی
از بسکه بیمثال است اندر بلاد کیتی
ورد زمان عالم اذکار هاله کندی
هر کوچه چون کلهستان هر خانه کاخ جنت
از روضه ارم به بازار هاله کندی
مرغول مهوشانش هر کس که دید گفتا
از چین و شام بهتر صد بار هاله کندی

گر جا کنی بجنّت ہر دم ز شوق گوئی
 باشد کہ باز بینم دیدار ہالہ کندی
 در دیدہ سکندر منشانی طبع روشن
 آئینہ هست ہر یک دیوار ہالہ کندی
 تا حشر غم نبیند ز آفات "قاسما" او
 مخدوم نوح باشد سردار ہالہ کندی.

نیز دیگر در این معنی:

شیرین خوشگوارہ، هست آب ہالہ کندی
 یادم دہد بہ کوثر کولاب ہالہ کندی
 ہر باغ باغ رضوان، ہر یک درخت طوبی
 باشد دری ز جنّت ہر باب ہالہ کندی
 یا رب دعای "قاسم" کن مستجاب ہر دم
 باشند خوش ہمیشہ اصحاب ہالہ کندی.

غزل

چہرہ اش خوبست و رخسارش علیٰ ہذا القیاس
 خندہ اش نوش است و گفتارش علیٰ ہذا القیاس
 شکل او دلخواہ ناز جانفزایش ز این قبیل
 صورتش زیبا و کردارش علیٰ ہذا القیاس
 جلوہ اش جادوی اوصاف جمالش زین نمط
 قامتش نیکو ست و رفتارش علیٰ ہذا القیاس
 دیدہ شوخس ستمگار و جفاکار ست بس
 گیسوی خمدار و طرارش علیٰ ہذا القیاس
 طبع "قاسم" دلکش و طرز بدیعش دلنواز
 نظم او نغزست و اشعارش علیٰ ہذا القیاس.

—

رود اندوه هجران از دل من
به بستان چون شوم با تو قدح خوار
رحیق کامرانی نوش بادت
به قاسم هر عطاکن قدح دوچار

زود آء که در قالب آید جان باز
جان باز تو ام روح روان باز
زود آء ز غم آئینه دل
کز عکس خور رویت شود نور افشان باز
زلفت چو شب تار رخت صبح منور
روزم بشب این مگر دور زمان باز
زنجیر کجا که این دل آشفته در این شب
دیوانه شده شب از هوس زلف بتان باز
زین گونه قاسم بدل دیر نشین است
شاید که کند رحم بر او پیر مغان باز

بهر خدا چشام ساقی مئی حقیقت
گاهی ز جام حافظ گاهی ز جام سعدی
در ساغر دل من ساقی بریز لله
گاهی ز جام حافظ، گاهی ز جام سعدی
از صدق قلب باشد این راسخ الارادت
گاهی غلام حافظ، گاهی غلام سعدی
اعداء و حاسدانم باشند بسته کردن
گاهی بدام حافظ، گاهی بدام سعدی
"قاسم" تمام گیرد هر روز فیض معنی
که از کلام حافظ، که از کلام سعدی



حیات خان نظامانی، حیات

حیات خان نام از قبیلہ نظامانی بلوچ، ساکن در قریہ 'تندہ قیصر خان' (نظامانی) در نیمہ آخر قرن دوازدهم و اوائل قرن سیزدهم می زیست. "داستان جہاد عشق با عقل" در نظر فارسی مثنوی از و باقی مانده. از ان داستان اقتباسی کہ انتشار یافت پیش من است (۱). این اقتباس از مقدمہ کتاب "داستان جہاد عشق با عقل" است کہ شاعر در سال ۱۲۱۸ھ باتمام رسانید. در آخر از نام خود 'حیات' اعلام دادہ و برای خانوادہ خویش (نظامانی) گفتہ کہ از نسل 'نظام' است. از اقارب خود عالم خان، غلام محمد، رحیم خان و احمد خان را نام بردہ است. روزی پیش عالم خان ولد غلام محمد و احمد خان بود کہ ایشان ترغیب دادند کہ این داستان را در نظر فارسی بسراید. متن اقتباس.

پس از وصف آن امیر کامرانی برون سازیم راز دل نہانی
رسیم روز یک پیش عالم خان ز گلزاری غلام محمد گل است آن
درخشندہ شہاب از لطف پرور از و برجی رحیم خان است انور
بنام او بزرگی هست مشہور ز نسل نیک نظام است منظور

(۱) نسخہ خطی این داستان از قاضی فتح الرسول نظامانی ساکن تندہ قیصر بدست مولوی غلام مصطفیٰ قاسمی افتاد و او این اقتباس را در مجلہ الرحیم (۱۹۶۷ع، حیدرآباد) شایع کرد

بعونِ طالعِ نخلت برومند بباغش احمد خان سایه افکند
 قوی بادا درختِ پایِ او که باشد عالمی در سایه او
 حکایت حسن و دل درخواند ناگاه چو شد احوال آن حالی و دلخواه
 بگفتا این شجر بنشان بدفتر که چید میوها زان چشم ناظر
 لباسِ نظر ده این داستان را عروسی کن دلِ حسن جهان را
 بگفتا پی به پی روشن کن اسرار جهادِ عشق با عقل جهان آر

—

بناچار آمدم تا درکشایم ز گنجی شایقان نقدسی ربایم
 بعونِ نام ایزد، ذوقِ دل چند بنازی حسن دل سازیم پیوند
 ز حسن حسن در دل را کشایم به دل شهزاد طاق عشق بندم
 بنظر آوردم اینک داستانی جهادِ عشق با عقل جهانی

—

زدم این سکه ای بر نام مرشد رسانیدم سخن برنامش امجد
 شکوهی مکرمت محمد قبولی جمالِ عشق را چهرش دلیلی
 بتوفیقش چو روشن دیدم آواز سخن راهم بنامش کردم آغاز
 هزاران شکر زان توفیق ساقی حیاتم نام شد ز آن باده باقی

—

حیات چون بلطفست بسته پیمان ز جامِ عشق مخمورش بگردان

—

بسال هژده افزون از هزاری دو صد بوده که بشکفت این بهار
 اگرچه اختصارش در کلام است حدیثی عاشقی در وی تمام است



سید جان الله شاه رضوی، عاشق

جان الله شاه بن منور علی شاه رضوی از دودمان سادات رضوی متوطن روهری بود. در قرن سیزدهم می زیست. جد امجد ایشان شاعر معروف جان محمد شاه (اول) متخلص به 'میر' بود. این جان الله شاه ثانی نبیره جان محمد شاه اول، 'عاشق' تخلص می کرد. سدارنگانی در "شعراى فارسى سند" در ترجمه جان الله عاشق آورده که 'دیوان عاشق' دارای چار هزار مصراع است و مشتمل بر غزلیات، ساقی نامه، ترکیب بند و ترجیع بند. در مدح مرشد بنام سید مراد علی شاه گفت:

از طریق میر مجلس گشت 'عاشق' فیضیاب
رهبر و مرشد 'مرادم' شد سرو سامان ما.

—

عرض حاجت می کنم ای مرشدم سید 'مراد'
سینه ام را مطلع خورشید تابان کن هنوز.
در مشرب، خود را عقیدتمند جد امجد جان الله شاه 'میر' تصور کرد.
'عاشق' از جام شراب 'میر' خورده جرعه ای
مست و مدهوش جمال یار گشته رفت رفت.
در سال ۱۲۵۵ هـ فوت شد. بیدل تاریخ وفات او گفت:

پئی سال وصالش گفت هاتف
"ولی تاجور اقلیم وحدت"

۱۲۵۵

این اشعار از دیوان عاشق: غزل در شروع:

الاهی موج طوفان بخش اشک دیده گریان را
سحاب آسا پر افشان کن مدامر چشم جریان را

—

جذبه ام از شوق بیرون می کشد جوش و جنون
پرتو فانوس می سوزد دل پروانه را

—

عاشقمر رند شرابم توحید
مست و مشتاق حسن بیچونم

—

خلوتی می کنم بعالم نور
رفتم از دست صحبت دیگر

—

بهر انوار تجلی هر نفس سر می زند
شمس تابنده شده تا عرش در فرمان ما

—

بیا در منزل مشهد و وا کن عقده دلها
همه آسان شود کارت اگرچه افتاد مشکلا

—

سر بزیر پا نهادم لامکان سیرم شده
لذت تحقیق را محفل نمی داند که چیست



سید محمد راشد، عالم و عارف صاحب روضہ

سید محمد راشد بن سید محمد بقا از سادات قبیلہ معروف در سند بہ 'قبیلہ لکیاری' در سال ۱۱۷۰ھ متولد شد و در سال ۱۲۳۲ھ وفات یافت. عالم و عارف در طریقہ قادری بمدارج عرفان اعلیٰ رسید و مرشد انام شد. مکتوباتش در زبانی فارسی موجود. ملفوظاتش را خلیفہ بزرگ محمود نظامانی در نشر فارسی جمع کرد.

این ابیات متصوفانہ از ایشان در کتابخانہ پیر جہندہ (تعلقہ ہالا ضلع متیاری) دستیاب شد:

مال و جان را تو برو یکجا بباز راہ نزدیکست چرا کردی دراز

ای آتش فراقت دلہا کباب کردہ ای شربت اشتیقت جانہا خراب کردہ

نی مرا از می بود این مستی و این شورہا
چشم ساقی نیم خوابی مست و حیران کردہ ام

صحبت صاحب دلان تریاق ہستی موہم است
وای برما کہ ز من رفت آن طبیب و آن دوا

در خلاصی خویش ہر سو تاختم
جز غمت کس را نہ مخلص یافتم

گفتم بطیب حال این درد نهان گفتا بجز یاد دوست بند دهان
گفتم ز غذا گفتم همی خون جگر گفتم پرهیز، گفتم از هر دو جهان
چند اشعار بر اوراق پارینه (نیمه آخر قرن سیزدهم) بنظرم
رسید که کاتب زیر این عنوان نوشت

”فرموده حضرت کریمان صاحبان روضه معظمه مکرم
قدس الله سره“

این انتخاب از نوشته ی آن کاتب دیرینه

خوش لباس پوش باحق باش از جوش درون

چونکه نبود مر ترا بهره ز علم بی عمل

غزل

نحن اقرب را قرین از شیشه دل یافتم

کیمیای عشق را از بوتہ کل یافتم

همچو آهوی ختن در خود نمی بردم کسان

و هو معکم را کنون از صدق کامل یافتم

بود گردیدن عبث بهر تماشا کوہکو

سر فرو کردم بجیب خویش منزل یافتم

در طلب بودم کہ آرم در از دریا بکف

کوہر مقصود را آسان ز ساحل یافتم

از توجہ پیر من شد لذت از ذکر درون

زینت دنیا و غنئی زهر قائل یافتم



صاحب راء، آزاد

صاحب راء پسر نین سنگه رامچندانی در سال ۱۱۴۵ هـ (۱۷۶۱ ع) در شهر حیدرآباد متولد شد. در انشاپردازی تربیت یافت و در عهد حکومت میر کرمعلی خان و میر مراد علی خان فائز به مدیر دبیرخانه گشت. در سال ۱۲۴۰ هـ (۱۸۲۴ ع) فوت شد.

در شعر فارسی، تسلط داشت و 'آزاد' تخلص می کرد. صوفی صاف دل بود و عقیده به توحید و وحدانیت را در دل جای داشت و یقین به این عقیده در مثنوی 'داستان هیر رانجها' کرد. این مثنوی بتصحیح و تنقیح مرحوم حفیظ جالندهری در "مجموعه مثنویات هیر رانجها" شامل است (۱).

مصنف سدارنگانی در 'شعرای فارسی سند' از زندگانی آزاد و دیوان آزاد اعلام داد و بعضی اشعار آزاد را از مخطوطات آئلی نقل کرده است:

نقشی چو تو زیبا بتصور نرسیدش
تا داد قضا صورت موجود عدم را.

از غزلیات آزاد، متن چهل و سه مطبوعه است (۲). در بعض

(۱) مطبوعه سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۷ ع مرحوم حفیظ جالندهری در مقدمه خود این نظریه دارد که مصنف این مثنوی (غیر از صاحب راء کسی دیگر) عقیدت 'مسلم' بود و او هم تخلص آزاد می کرد.
(۲) بر وفق منابع موجود، دلکش، زبدة المعاصرین و محک خسروی حیدر الدین راشدی متن این غزلیات را در معنی 'مہراں'، مجله سندھی ادبی بورڈ، در سال ۱۹۵۵ ع شایع کرد.

بیاضهای جنگ اشعار چندین اشعار صاحب راء آزاد موجود است. نواب الهداد خان لغاری 'صوفی' در منتخب خود در ذیل اشعار آزاد را انتخاب نموده است:

شب که بیادم رسید آن لب شیرین یار
تیشه فرهاد بود ناخن مرسینه را

—

سزد گر دست من همدست وسعت آسمان گردد
حمایل گشت بازویش مرا در کردن است امشب

—

بس که باریکست آن موئی میان فکر مرا
باوجود موشکافیها برازش راه نیست

—

بس که اشکم نمود کل ریزی
مژه ام همچو دست کلچین است

—

باز برویش گرفت کاکل مشکین وطن
صبح امیدم مرا شام غریبان رسید
بلبل و قمری گذشت از سرشمشاد و کل
سرو کل اندام من تا به گلستان رسید

—

میان بسته به کلشن سرو آزاد
غلام قد رعنائی بر پاست
به خوبی طاق پاست گر بند بر
کجا خون ناخن پای به پاست

—

شد است آن سرو گلبویم بسیر گل نمی دامن
چه حالت رفت بر قمری چه بر سر عندلیب آمد.

—

من بگفتم که دهان تو بود هیچ ز هیچ
هست شکل سرموئی بمیان تو بقسم
در چمن قمری و بلبل شده حیران بتو
گلعدارا به سر سر و چمان تو قسم.

—

تا ای عزیز مصر جان، رویت ز برقع شدعیان
یوسف ز جان نقد روان، برکف خریدار آمده
در شرح حسن دلبران، می رفت حرفی در میان
از گفتگوئی در هیان، موئی بتکرار آمده.
مصنف 'تذکره لطفی (جلد دوم) این اشعار 'آزاد' را انتخاب
نموده است.

کو همدمی که رنج کند با بکام ما
با ماه من ز مهر رساند پیام ما
حاشا که سوی روضه رضوان قدم نهم
باشد اگر بگلشن کویت مقام ما
عمرت دراز باد بسر زلف را میچ
کوته مساز قصه عیش و دوام ما
آزاد گرچه ماه ز خور بهره میبرد
خورشید پرتوی ست ز ماه تمام ما.

—

جان بر کرشمه تو فدا میکنیم ما
این سلسله ز عشق بپا میکنیم ما

ای غنچه لبّت شکایت خونخواری غمت
هر صبح با نسیم و صبا میکنیم ما

—

مخزنِ سرِ خدا جز خاطر آگاه نیست
ور نه هر دل را که می بینی ازو گمراه نیست
بندهء جور تو ام لطفت نمی خواهم دگر
زانکه آن دائم بود این گاه هست و گاه نیست
بسکه باریک است آن موئی میان فکر مرا
باوجود موشگافیها برآزش راه نیست
هرکه چون آزاد رخسار تو دارد در نگاه
چشم جانش را نظر بر روئی مهر و ماد نیست



عبدالباقي هالائي، باقي

مخدوم عبدالباقي ساکن هالا در قرن سيزدهم می زیست. این غزل ازو یادگار است که در تتبع غزل حکیم نورمحمد بوبکائی سرود. راقم این غزل در آخر یک نسخه خطی دیوان میر (سال کتابت ۱۲۱۶هـ) دیدم که کاتب آنرا بعد خاتم دیوان نوشته بود.

آن کس که ترا دید زمانِ بزمینی
دیگر نکند هیچ قرانِ بقرینی
گلخن بشود گلشنِ گر یار خرامد
با عز شرف هست مکانِ بمکینی
امروز بکن کار بفردا میفکن
فردا ندهد مرگ امانِ بامینی
من شاعر شیرین سخن لیک بالطف
حق کرد سزاوار حسانِ بحسینی
شد صید دلمِ باقي زین مصرع استاد
"تا ناز تو زه کرد کمانِ بکمینی"
مصرع استاد، یعنی مصرعِ مخدوم حکیم
نورمحمد بوبکائی



عبدالمجید جوکھیہ بکھری، مجیدی

عبدالمجید از قبیلہ 'جوکھیہ' در حدود بکھر اسناد حوالی سال ۱۱۴۰ھ متولد شد عالم و فاضل بود بعد از سال ۱۲۱۸ھ (۱۸۰۳ع) فوت شد کتاب تاریخ سند به عنوان 'تاریخ بلوچی' در زبان فارسی تصنیف کرد ابتدای کتاب به بعضی واقعات حکمرانی میان غلام شاہ عباسی ۱۱۴۰-۱۱۸۶ھ و واقعہ آخر از عہد میر غلام علی خان تالپور ۱۲۱۸ھ اختصاص دارد او مورخ منصف است کہ اوصاف حمیدہ را بنظر تحسین می بیند و قبائح را قبائی ہجو می پوشاند

عبدالمجید شاعر زبان فارسی بود و 'مجیدی' تخلص می کرد. 'تاریخ بلوچی' را در نشر و نظم فارسی نوشت یعنی بعد بیان ہر واقعہ در نشر او را در نظم آورد مثلاً در مکافات خون ناحق میر بہرام خان تالپور، اندہ بر قتل سرفراز عباسی رسید گفت

درویشی افتاد ہرمز وار حذر
زین سبب بنمود با بہرام غدر
پیر زین تدبیر بیرون شد از ملک
یافت میران در دو عالم جای صدر
ای مجیدی حرف این بر نسبت کس
ہرچہ خواہد ان کند امر است پس

در قطعہ تاریخ بنانی قلعہ میر کرہ گفت

ود چہ فرخندہ قلعہ بر سر
پر ز سامان ہم بر از لہر

نامد ار بنام میربجار
 گره میر درجهان شده اظهر
 در حوالیش توده ریگستان
 شد اعدای یک پئی دیگر
 بر بجی سنگه راجه جودهپوری
 زو فتاده بسی هراس و حذر
 شد چو مفروغ کار از معمار
 هاتفر گفت گو "بود بظفر" = ۱۱۹۴

در تعریف جلوس مسند میر غلام علی خان تالپور نوشت:
 چو برتخت بنشست فیروزمند غلام علی خان اقبال مند
 بلوچان بلند اختران نامور بدرگاه عالیش سودند گر
 خصوصاً سخی میر سهراب خان که در همسری بود برتر مکان
 بنزدیکش آمد برای سلام قدم بوس او شد بعجز تمام
 باورد برو دست بیعت بداد بامرش کمر بست گردید شاد
 مواشی بمردم نموده معاف که این شیوه را شرع کرده خلاف
 باصناف کاران از سر شمار به مقدار موجود داد و قرار
 فزون عدل و انصاف حاکم زمان ولی هم ز آثار آخر زمان...
 مگر میر تهاره نیامد برش که می بوده زنگ بر خاطرش
 ولی میر صاحب ز الطاف خویش باو دوستی داشت از حد بیش
 بگفتا که آخر برادر من است غبارش ز خاطر فراچیدن است
 • استقرار حکومت تالپوران را این طور یاد کرد:

دران ایام نا فرجام احقر بسوی کوهساران بود رهگر
 چهار و پنج ماه آنجا به بودم بقسمت آب خور گذران نمودم
 نئی باران که مشهور است درکوه نشستم برکنارش با غم اندوه

که ناگه حق تعالی گشت راضی بشادی شد مبدل درد ماضی
حکومت تالپوران گشت درسند خبر این واقعه افتاد درهند
• درباره قتل و غارت از مدد خان کابلی که میان عبدالنبی آنرا
همراه آورده بود گفت:

چنان دست غارت روا داشتند
که جز غضب شهری نه بگذاشتند
چو دیدند مردم شده بی وسیل
همه را ز غارت شده قال و قیل

در آخر گفت:

مجیدی بیا قصه خوانی مجو
کنون کیفیت باز گشت این بکو
بعض اشعار که در متن گذاشته

ای مجیدی نیست یکسان ابلغی ایام دهر
شد محول حال هر کس که چنان کامی چنین

—

مجیدی در میان خوف و امید شوی ساکن
عروسی ماتحت و فتی که لب کوری بری اسان



عبدالوهاب فاروقی عرف سچل، آشکار و خدائی

حافظ عبدالوهاب عرف سچیدن و سچل بن صلاح الدین فاروقی در شهر درازا در سال ۱۱۷۰هـ متولد شد. آنجا در مکتب تعلیم را باتمام رسانید. در کودکی والدش فوت شد و عمش خواجه عبدالحق که عالم و عارف وقت بود ویرا در علم و عرفان تربیت کرد. ازان پس فکر وحدت الوجود بر ذهن حساس او جلوه انداخت و سچل در موازنه گفتار از منصور قدم پیشتر نهاد. در کلام پسندی، فکر خود را بنام سچل و سچیدن بانتهای رسانید. در شعر فارسی آشکار و خدائی تخلص کرد. در روایت فکر تصوف، پنج مثنویها منظوم کرد: رهبرنامه، رازنامه، گدازنامه، عشق نامه و ناز نامه. و دیوان آشکار ازو در شعر فارسی به یادگار است. ولی خلیل در 'تکملة مقالات' 'سچل' را یاد نکرده است.

تا هنوز فکر و عرفان سچل محتاج تجزیه و تحقیق است. سچل، شیخ فرید الدین عطار را در طریق عرفان وحدت الوجود راهنمای خود می پنداشت:

ای دلا، خوشبو ز شه عطار در جانم رسید
آن زمان یکبارگی از کفر و دین مارا کشید
چه جلال الدین چه جامی، غاشیه بردار او
اینچنین تعریف من از پیر عبدالحق شنید.

—

این سخن از عشق نی از شاعریست
کی خسان دانند این اشعار ما

—

در دیار جسم و جان من بادشاهی می کنم
بادشاهی چیست، لیکن خود خدائی می کنم
تا هم معذرت کرد که:

گر بخود باشم مذاهدار، دینداری کنم
ور نه خود بیرون شوم، تا نیست بر من این خطا

—

از می منصور ننوشیده ام خلعتی از عشق پیوشیده ام
از جسد و روح که بگذشته ام از من و مائی همه تن رسته ام

—

نیست تفاوت بعد تارمو هست خدا و بنده همان هر دو او
نام 'سچو' نام 'خدائی' یکیست وصل بدو یا که جدائی یکیست

—

من نمی گویم 'انا الحق' یار می گوید بگو
چون نکویم، چون مرا دلدار می گوید بگو
آنچه نتوان گفت اندر صومعه با زاهدان
بی تحاشا بر سر بازار می گوید بگو

—

مستاق لقای مصطفییم
او هست خدای خود کرامیم
کم کست خود اسرار
ما خاک سدیم در کلامیم



محمد ابراهیم سیوستانی، ابری

مرزو بوم محمد ابراهیم سیوستان یعنی سیوهن در سند بود. در نیمه آخر قرن دوازدهم و اوایل سیزدهم می زیست. شاعر زبان فارسی بود و 'ابری' تخلص می کرد. در انشاپردازی فارسی مهارت پیشه ورانه داشت و 'انشاء ابری' در دو جلد مرتب کرد که نسخه دست نویس ازان موجود است. مصنف تذکره لطفی (جلد دوم) در ترجمه ابری آورد که 'انشا ابری' (جلد دوم) را او در ۱۲۰۷هـ تصنیف کرد. و دران این اشعار 'در شرح حال خود' نوشت:

ندارم در جهان کس آشنائی	که بخشد فاتحه بر من دعائی
یکی مرده تن و ببریده جائم	شکسته پشت و مسکین بینوائی
شکسته خاطر و بشکسته پیوند	زدنیای دنی و بی وفائی
بدینسان بی مراد از دار دنیا	نباشد همچو من درهیچ جائی
ازین رو مغز خود خوردم درین کار	که ماند یادگار از من بجائی
نیامد در سراسر عمر از من	یکی کاری که باشد خوشنمائی
دلر خون شد خدایا رحم فرما	کنون زان حسرتم دروائی وائی
خداوندا دری از غیب بکشا	برای روزگار این گدائی
که من از فضل تو امید وارم	به بخشی بر چنین مسکین عطائی
مباش از رحمتش نامید ابرمی	که باشد رحمتش بی منتھائی



محمد وفا لکھوی، وفا

سید محمد وفا ساکن قریہ 'لکھی' (ضلع شکارپور) بود و ازان نسبتش 'لکھوی' مشہور. مصنف 'تذکرہ لطفی' نوشت کہ از مریدان عارف و زاهد فقیر اللہ علوی (ف ۱۱۹۵ھ) بود یعنی کہ در قرن دوازدهم می زیست. ماهر طب و طبابت بود و آن مهارت را بطور ورثہ برای اولاد گذاشت و تا این زمان اطباء لکھوی از اولادش مشہور و معروفند. در شعر 'وفا' تخلص می کرد. این اشعار ازو یادگار است.

جام شراب کھنم آرزو است
گفتن شیرین سخنم آرزو است
چند ز دشنام کنی تلخ کنام
بوسہ شیرین دھنم آرزو است
بلبل این کلشن کثرت منم
وحدت جنت چمنم آرزو است
باش وفا حاضر چون گفت یار
طوطی شکر شکنم آرزو است

—

وعدہ ہا میکنی و وفا نکنی
ای پیرو چرا حیا نکنی
من سی بوسہ امدم ہینہاب
با زبان خشک مرحبا نکنی

با وفا میکنی هزار جفا
ادب آل مصطفیٰ نکنی.

—

کجا جمیعتِ جان است چون جانان نمی بینم
قرار قلب کی گردد چو جانِ جان نمی بینم
بچاه هجر مهجورم ز مصر وصل وی دورم
بقید درد رنجورم مه کنعان نمی بینم
بروح روح افزا گل شده محظوظ هر بلبل
بروح کی رسد راحت گل ریحان نمی بینم
وفا با درد مهجوری کند دل حق به سروری
اگرچه از چنین دودی درین امکان نمی بینم.



مخدوم عبدالواحد سیوستانی، واحدی

مخدوم بحرعلوم محمد احسان عرف عبدالواحد سیوستانی، در سال ۱۱۵۰ھ در شهر سیوهن تولد شد. سر برآورده علماء عصر بود و صاحب تصانیف بسیار. در فقه حنفی عرفان کلی داشت که بلقب 'نعمان ثانی' مشهور گشت. بیاض فتاویٰ ازو مشهور و متداول است. مائل به تصوف بود و در سال ۱۲۲۳ھ فوت شد.

شاعر زبان سندی و فارسی و در شعر فارسی تخلص 'واحدی' می کرد. صاحب دیوان بود ولی 'دیوان واحدی' درین ایام پیدا نیست. فاضل سلیم الله صدیقی از اولاد مخدوم موصوف در مقدمه بر 'بیاض واحدی' (جلد اول) اشعار 'واحدی' را نقل کرده است که در جواب میر کرم علی خان کرم سرود میر کرم علی خان.

عاقبت یار، یار خواهد شد دل دشمن، فکر خواهد شد
می خروشی چرا تو ای بلبل موسم نوبهار خواهد شد
گرچه بلبل به باغ می نازد بستن زلف یار خواهد شد
جان من در قیامت صغری پیش مهدی نثار خواهد شد
کرم از مهر مرتضیٰ به نجف زائر آن دیار خواهد شد
جناب واحدی

عاقبت یار، یار خواهد شد دستم بی دراز خواهد شد
چونکه دلدار در کنار آید هجر هم بر کنار خواهد شد

چون برون آید از نقاب رخس عاشق آن دم نثار خواهد شد
 دانه اشک در غمش آخر گوهر شاهوار خواهد شد
 کشته عشق را مگر مرده زنده پایدار خواهد شد
 هر که دارد سعادت ازلی دوستدار چهار خواهد شد
 خاتم چار یار صاحب نجف از حوادث حصار خواهد شد
 واحدی گرچه شعر مخفی گفت عاقبت آشکار خواهد شد
 این غزل واحدی را بر صفحه اول از نسخه بیاض
 واحدی جلد دوم (ملکیه فاضل غلام محی الدین سیستانی)

دیدم

عمر عزیز تو که بنقش و نگار رفت
 نیکو نگاه کن که ز دست چه کار رفت
 از هوش گوشه رفتی و از خویش بی خبر
 از پیش من چو جلوه کنان این نگار رفت
 در صید مطلب خود هر سو همی شدم
 ناگاه بانگ آمد می می شکار رفت
 در هجر آن نگار که غمخانه گشته ام
 از اشک چشم جاری چون رودبار رفت
 یا رب بفضل خویش ز هجران پناه ده
 کز هجر یار جور و جفا بشمار رفت
 در زندگی حلاوت هرگز نمانده است
 زان وقت کان انیس دلم از کنار رفت
 بر واحدی درین غم رحمی نکرد کس
 گویا که اهل رحم همه زین دیار رفت



مخدوم عبدالواسع صدیقی سیوستانی، واسع

مخدوم عبدالواسع بن قاری مخدوم محمد حسن صدیقی، برادر
زاده علامه عبدالواحد سیوستانی (ف ۱۲۲۵ هـ) در قرن دوازدهم
و سیزدهم می زیست. عابد و صوفی و شاعر زبان فارسی بود
'واسع' تخلص می کرد. فرزندش فضل الله را در عرفان تربیت کرد

از عشق توبه مکن ای 'فضل' دیوانه

گزار مایہ، تقویٰ کے درد سر باشد

بعد از آن فضل الله صاحب علم شد. بلکه علامه، دهر شد.

خلیل در 'تکملة المقالات' ویرا میزبان است شاعر بود و

‘فضل’ تخلص می کرد در شعر زیر والد را یاد کرده

یا رب ترا بدرد کشان رحم واسع است

با فضل خویش کن سوی این جام زهیری

نگارنده را دیوان واسع الخطی، مختصر مستمل به سی و چهار

غزل حالا دستیاب شده است و این دیوان را کتب قفس

عبدالوہاب در سال ۱۲۰۵ھ نقل کرده است

شعر اول در دیوان واسع

پیا شاہا کے از قات رحمت دارم بدل سب

از اہم چرخ چندین سلسلہ را سن می کند۔

شعر اول در غزل آخر:

چه صیدم من که نی بسمل شدم نی زیب فتراکی
نه از خونم زمین آلوده شد نی دامن پاکی
این اشعار از غزلهای دیوان واسع:

نظم سخن دیگر است شعر محقق دگر
روح نگوید کسی جوهر فولاد را

—

واسع از اسرار معنی خاکساران آ گهند
گنج در هر جاک آثار خرابیهاست هست

—

چه شکل بسته واسع که هر که سوی تو بیند
گهی بحال تو و گه بکار گرید و خندد

—

ز فیض عالم معنی بمخزن دل واسع
جواهریست که شاه فلک سریر ندارد
غزل:

یاد ایامی که پر از مئی صبوحي داشتیم
شب همه شب بر سر خم و هوئی داشتیم
گردش دوران گل مارا چنین پژمرده ساخت
ورنه در این باغها هم رنگ و بوئی داشتیم
ز انقلاب اندیشه کن مارا بچشم کم مبین
در دیار سند ما هم آبروئی داشتیم
چاکهای سینه ما واسع به آخر به نشد
ما ز مزگانش غلط چشم رفوئی داشتیم

شب نهان از یار ما و یار در بزم وصال
باهم از ایمای ابرو گفتگوئی داشتیم.

غزل:

شرم بر روی تو می پوشد نقاب از چشم من
خاک در چشمم اگر ایستاد آب از چشم من
از خیالی خالش آسائش نمی بینم شبی
می برد سودای این تریاق خواب از چشم من
شبم نظاره ام تاحو آن رخسار شد
اشک می جوشد برنگ آفتاب از چشم من
یار از ایمای ابرو داشت از من صد سوال
گریه درها صفت واسع جواب از چشم من

این غزل از اوراق پارینه دستیاب شد ولی در نسخه دیوان واسع
منقول نیست.

الا یا ایها الساقی شراب عشق را نوشان
ز دست خویش با مستانه دل بیخودی پوسان
قلندر قادری هستم به بحر معرفت مسم
کمر در راه حق بستم ردائی فیض بر درسان
دلم هموار می جوشند برآه عشق می گوسد
رحیق راه می نوشد دلم چون دنگ در جوسان
مغنی کر تو می دانی بیا بینم غزل خدائی
بوجد اری دل مارا فراموشم سودا کسان
به عبدالواسع غاسق بده یک حبه سحر
که خاطر زان سودا ساقی طبعش قادری کوسان



مخدوم محمد صالح وزیر آبادی، صالح

مخدوم محمد صالح در قریہ وزیر آباد، نزد قصبہ لکھی، از توابع شکارپور متولد شد و همان جا فوت شد. در نصف آخر قرن دوازدهم و نصف اول قرن سیزدهم می زیست. در طریقہ نقشبندیہ دست بیعت بخواجه غلام محمد محی الدین مجددی سرھندی شکارپوری داشت و درین طریقہ خود نیز مرجع انام شد. در سال ۱۲۲۸ھ فوت شد (۱).

در شعر فارسی 'صالح' تخلص می کرد. دیوان نعتیہ و گلشن معجزات از تصانیف او باقی مانده. او سرشار از عشق رسول بود.

ز درد عشق پیغمبر بسی خورسندگی دارم
ز شوق او بحمد اللہ بسی فرخندگی دارم
این اشعار در تضمین خواجه حافظ شیرازی سرود:
ای خوش آن کز فیض عشقت مدح خوانی می کند
هر گدائی بارگاہت کامرانی می کند
باغم عشق تو صالح شادمانی می کند
بلبل شیراز تلقین خوش بیانی می کند
خسروا پیرانہ سر حافظ جوانی می کند
"بر امید عفو جان بخش گنہ فرسائی تو"
چند غزل دیگر از او:

بیا ساقی بگردان جام می را
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

(۱) تذکرہ مشاہیر سند، جلد دوم، و تذکرہ لطفی، جلد دوم

صبا از منزل لیلی بیاور
پی مجنون شمیر خاک حی را (۱)
سرم مخمور از عشق رسول است
مغنی خوش نواکن چنگ نی را
خدای پاک از فرط محبت
گزیده سرور فرخنده پی را
صلای عام خدام جنابش
نموده طی بساط جود طی را (۲)
بحمدالله که نام پاک احمد
چو شهد و شیر شیرین کرد نی را (۳)
ز عشقش صالح بیخود نداند
کنون تاب تموز رنج وی را (۴)

از کف ساقی گرفتم جام را
نوش کردم باده کلغام را
کعبه مقصود یافتم
بستم از شوق درون احرام را
در سرم سودای عشق آمد پدید
خواهر از کیسوش برپا دام را
تار زلفش ساختم ز ناز دل
کفر داده رونق اسلام را
خستگان عشق این داند رموز
نیست آگاهی از و هر خادم را

۱. نسل لیلی ۲. نسل عام ۳. نسل لیلی ۴. نسل عام

من مرید پیر عشقم از ازل
تا ابد خواهم قوی انجام را
تاخت فوج لشکر عشق از کمین
بر کشیده عقل نا فرجام را
اضطراب عشق او تسکین ما است
ما نمی خواهیم کنون آرام را
ای صبا زین عندلیب خسته گو
اشتیاقم عرض آن گلفام را

—

ساغر به می و می بحریفان مزه دارد
بلبل به گل و گل به گلستان مزه دارد
بی عشق چون چپوان بود انسان سراپا
طارم به م و م به شبستان مزه دارد
درهم مکش آن روی ز ناصح که خدارا
کشور به شه و شه به احسان مزه دارد
پایان نکنی راه طلب صالح بجز عشق
وه شوی بجان و جان بجانان مزه دارد



مخدوم محمد عثمان متیاروی

مخدوم محمد عثمان بن عبدالله المعروف به 'تہارو' بن یعقوب، فاضل، محقق، عالم فقہ و حدیث و ساکن قصبہ متیاری بود. در آخر قرن دوازدهم و در اوایل قرن سیزدهم می زیست. عالم زبان عربی و زبان فارسی بود. 'خاتم' کتابش "بیان معانی احادیث منتخبہ از مشکوٰۃ المصابیح" مزین باین اشعار خود کرد:

گر قبول افتد زمن یک نقطہ ای
باشد اندر هر جهان خوش مژده ای
من نگویم مستحکم مر عطای
لیک فضل حق وسیع است از ندای
فضل هم پایان ندارد هم کران
چشم دارم گر گنہکارم از ان
من چگویم از کناہان کبیر
شد برون از حد برہای صغیر
وہ نجات نیست جز عفو خدای
عفو و رحمت کن بسا رب الوری



مخدوم یار محمد صدیقی

مخدوم یار محمد بن مخدوم محمد قاسم در قریه 'کوثری' کبیر' بتاریخ ۱۹- ذیقعدة ۱۱۴۹ھ متولد شد و از والد ماجد خویش تعلیم و تربیت حاصل کرد در سال ۱۱۶۸ھ فارغ التحصیل شد. مخدوم در مدرسه که جد ایشان محمد کبیر بنا کرده بود. سرآمد علماء و مدرسین شد. جد امجد پیران پاگاره سید محمد راشد در حلقهء درس او بود. شاعری بود در زبان فارسی. این قطعه تاریخ را در سال ۱۲۱۲ھ بتکمیل مسجد جامع از قدوة العارفین سید محمد راشد تصنیف کرد:

حمد حق را کنم نخستین یاد	که نمودار از عدم ایجاد (؟)
هم درود حبیب بعد ازان	مع صبحه والہ الامجاد
از خدا خواهم از طریق نیاز	شغل حمد و صلوٰۃ و ردم یاد
ذکر حق در زبان و جوارح هم	قلب من همچنین بود آباد
پس ازان میشوم مگر گستاخ	صفحه دل کنم ز غم مکر آزاد
زانکه دیدم مکان بشرف مکین	مردمان بهریاب از ارشاد
پیشوائی خدام راشد شاه	بوالعجب این چنین سدا در شاه
در ازل چون رشید بودی سعید	اسم هم جسم را وفا که نهاد
مسجد و مدرسه ذکر اشغال	هم معمور بر دوام کشاد
اکثر این سعی صالحات بود	بیخ هر سیئات شد برباد
دین نبوی درین زمان فتود	رونقش عشره گشت از آباد
سال تاریخ مسجدش گفتم	<u>مسجد ذاکران حق و داد</u>

۱۲۱۲

مخدوم یار محمد در شهر کوثری کبیر بتاریخ ۲۲ ذیقعدة ۱۲۱۹ھ وفات یافت



مراد خان زنگیجہ، مراد

مراد خان بن حیات خان از قبیلہ 'زنگیجہ بلوچان' بود و در عہد حکمران سند میان غلام شاہ عباسی بر خدمات انتظامی مامور شد. رئیس این خاندان روحل خان (ف ۱۹۱۲ھ ۱۸۰۳ع) کہ بطرف عمرکوت عامل بود باز آمدہ رخت سفر بمقام 'کندری' (ضلع خیرپور) انداخت. در زہد و سعادت مشغول گشت و در شعر خود در زبان ہندی و ہندی و راجستانی صدای صوفیانہ بلند کرد. مراد خان ہم کہ ہمراہ او بود در عہد میر سہراب خان تالپور (ف ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰ع) در قریہ 'کوتلہ' (نزد کوت ڈیجی) سکونت اختیار کرد مرد عاقل و دانا، بود مائل بہ عقیدہ صوفیانہ شد و چونکہ بہ تعلیم فارسی آراستہ بود در شعر فارسی افکار و احساسات خود را عیان کرد مصنف 'تذکرہ لطنی' گفت کہ مراد خان "دیوان مکمل در فارسی دارد" او نیز شاعر زبانہای ہندی، سرائیکی و ہندی مارواڑی بود این کلام فارسی ماخوذ از 'تذکرہ لطنی' است

ساقیا دہ شراب ناب مرا کہ بر آرد ہم حجاب مرا
 کرچہ ام الخبائث میخوانند نیست ازین صواب مرا
 بطیب عشق درد خود گفتم "می خور" گفت در چہ درد
 در رد عشق بہ سبکساری با سر کرد اضطراب مرا
 کر رود سر "مراد" رفتن دہ نسبت برد احسن حساب مرا

به نیروی قدرت چه صنعت گری
 که کس را نباشد بتو همسری
 قلم قدرت حق نقش بسته بر آب
 تو بی مثل صورت جهان آفری
 ز پشت آوری نطفه ای در شکم
 تو آن نطفه را در شکم پروری
 که پیش از تولد شدن آن پسر
 ز خون تو به پستان شیر آوری
 چون پرورد شد بچه با عزو ناز
 نهی در دلش نور دانشوری
 بلطف تو چون در بلاغت رسید
 بروی تو غزینش دهی سروری
 چو از خود دهد رزق رازق مراد
 تو از بهر روزی چه غم میخوری

قدر خود را چرا نمی دانی
 ذات قدسی کمال انسانی
 خود پرستی مکن که خود بینی
 کار کفر است در مسلمانی
 از خضر آب زندگی نه طلب
 که تو سر چشمنه آب حیوانی
 گنج عزلت گزین که خواهی یافت
 در گدائی مراد سلطانی

رباعی

عشق در دل چو چشمه آب حیات
میخورد خضر وقت در ظلمات
عشق عیسیٰ دم است روح الامین
بل "مراد" عشق قاضی الحاجات

رباعی

آب و آتش بادو خاک از که زاد
در طبع آن اختلاف چون فتاد
جوهر اندر جسم آمد از چه سود
باز گشتن او چه شد حاصل مراد



میر زنگی خان تالپور

میر زنگی خان، از خانواده تالپور فرمانروایان خیرپور، در نیمه آخر قرن دوازدهم و نیمه اول قرن سیزدهم می زیست. برادر کوچک میر سهراب خان (اول) بود و در رزم و بزم با او بود. قاضی محمد کامل ساکن 'لقمان' (متصل خیرپور) در مدح میر زنگی خان سرود:

کشود لب به صفات امیر زنگی خان
که باد بخت بلندش همیشه دولت یار
گوهر وصفش شدم به بحر سخن
که آوردم در معنی ز مخزن گفتار
همیشه جاه و جلالش بود فزون به فزون
مدام حلقه بگوش دوش فلک دوار.

زنگی خان اشعار پر معنی در زبان فارسی می سرود. این اشعار از او به یادگار:

پرسیدن شکسته دلان اهل جاه را
نقصان عز نیست، کمال سعادت است.

—

پادشاهان و فقیران دو گروهی عجیب اند
که نبودند و نباشند بفرمان کسی.



میر سہراب خان تالپور، مسکین

بعد از استقلال امیران تالپور در سند، میر سہراب خان بن میر چاکر خان اولین فرمانرواء خیرپور و آن نواحی گشت. او صاحب سیف و قلم و ممدوح شعراء بود لیکن هیچ نشان شعر و شاعری از او پیدا نیست. بروز شنبہ بتاریخ ششم ماہ صفر سال ۱۲۴۶ھ فوت شد.

خرد سال وصلش چنین گفت زود

”سخی ولی میر سہراب بود“

شاعر ما میر سہراب خان (ثانی) بود و تخلص ”مسکین“ داشت. او از اولاد میر سہراب خان (اول)، نبیره میر رستم خان و فرزند میر محمد حسن بود. میر سہراب خان (ثانی) مسکین در سال ۱۲۹۲ھ وفات یافت.

در اثنای تحقیق، خوشبختانه، نسخہ خطی ”دیوان مسکین“ دستیاب شد کہ دست نویس خود شاعر میر سہراب خان است — در آخر وضاحت کردہ است کہ او مصنف و کاتب این دیوان است و کتابت را در ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۱ھ بہ فرید ”مکھن“ والی بتکمیل رسانید.

— یک قصیدہ در مدح میر سہراب خان (اول)، توسط ”مسکین“ عنوان ”در حضور مقبرہ میر صاحب سہراب خان مصنف مسکین“ قطعہ تاریخ ترحیل میر رستم خان ابن میر سہراب خان اول در ۱۲۶۲ھ نوشتہ

— دیوان مسکین' مشتمل است بر تقریباً سیصد غزل، یک ساقی نام، رباعیات، قطعات و فیات و اشعار مدحیه امجاد و اقارب شاعر.

— خاتم دیوان بعنوان "بحر اختتام" و تاریخ تکمیل کتابت را این طور نوشته است:

"بصحبت فقیران روشن ضمیر در آفاق بودند بدر منیر
که چیدیم گلهاز گلزار عشق بیان آوریدم ز آثار عشق
ز گلزار معنی گل آورده ام وبا بلبلان مردها داده ام
ز جوش حقیقت سخن گفته ام گهرهای معنی بسی سفته ام
نه شعر است این جوش جان من است ز سوزندگی استخوان من است
نه از شاعران شاعری خوانده ام نه در شعر گوی سخن رانده ام
اگر منصف روزگار جهان به بیند کسی از کهان و مہان
بتحسین من لب کشایند باز بتائید الطاف دانای راز
که انسان جائیست سہو و خطا چو این ارث از آدم آمد عطا
اگر سہوبیند کسی در کلام بیو شیدن آن بکوشد تمام
جهان سر بسر محنت پر جفا ز کردندگی خود ندارد وفا
بگیتی ہم مرگ را زاده ایم که بانام نیکوی دل شاد ایم
بیفکندم این نظم کاخ بلند که از باد و باران نیابد گزند
که این یادکار است اندر جهان به پیش کهان و به پیش مہان
ہزار ونود دو صدویک بسنج که آمد بہم این گران مایہ گنج
ز سہراب شدکار زین سان تمام بگو بر محمد صلوات و سلام
ہزاران درود و ہزاران سلام بود بر ہم آل خیرالانام
با تمام رسید و پیرایہ اختتام ورزید کتاب
دیوان سہراب بتخلص مسکین مع غزلیات و
ساقی نام و رباعیات و تواریخ میر صاحبان و

بحرالاختتام بعون الله المستعان از دست کاتب
الحروف مصنف این کتاب در شهر 'مگهن والی'
بروز جمعه وقت نماز ظهر بتاریخ ۶- ماه ربیع
الثانی ۱۲۹۱ هـ.

مطلع غزل اول در دیوان:

خدایا جوش عشقم بخش خاطر ناتوانم را
ز سرتاپا درین دریا محیط جسم جانم را

مطلع غزل آخر:

اگر ز راه کرم غمگسار من باشی

مراد بخش دل من باشی

انتخاب اشعار از دیوان:

ساقی و پیر مغان سهراب را سرمست کرد
موج انوار تجلی بر سر خمخانه ریخت

—

مسکین ز حسن یار عجائب کنی بیان
آن نرکس از فسانه، تو مست خواب شد

—

جانم بلب رسیده مسکین ز العطش
آب حیات وصل که با تو عطا کنند

—

کر تو افتادی ز جوش آن صنم بی اختیار
بر سر سهراب تو آن بار غوغا می کند

—

چونک مسکین دید شکل آن بیت حیدر
پشت بر محراب مسجد روی در سجده کرد

—

قبای بیخودی را پوش ای آشفته سهراب
که این پندار ما و من بسا زیر زمین دارد.

من که مسکین دایما همچون قمر در عقربیم
کوکبِ نحس مرا یا کوکبِ میمون چه کار.

هیچ آثار نشانش که از سهراب مجو

پی نشان ست که اورا به نشان می بینم.

غزلها از دیوان:

شنو که ماه من امروز دلبری آموخت
هزار بار تقاضا ستمگری آموخت
فغان از جلوه آن سیمتن نگار من
که حیرت است عجب کار کافری آموخت
بنازهای کرشم چنان ربود دلم
بسا کرشم که از حور و از پری آموخت
عجب فسون بمن ناتوان زار انداخت
که سحر جادوی از کار سامری آموخت
ز آتش عشقش گشته ام چنان بی تاب
که دلربائی مسکین تو رهبری آموخت

دلم بی رخی تو ضیائی ندارد خیالم بجز تو صفائی ندارد
متاع دل و جان ز شوق لقایش به پیش حضورش بهائی ندارد
دلا خواهش جام ساقی بیاکن که موسم بهاری بقائی ندارد
همه خصلت نیک دارد نگارم که هیئات با ما وفائی ندارد
چرا خلق سهراب گشته است حیران که آئینه جانها صفائی ندارد

در حیرتم که یار نشانم نمی دهد
 ماهیت ز راز نهانم نمی دهد
 می خواستم به بوسه لبش جان فدا کنم
 این را نمی بگیرد و آن هم نمی دهد
 گفتم که صبر حاصل آید مرا مگر
 بدطینتی دهر امانم نمی دهد
 در حادثات دهر چنان طور عاجزم
 آن در قفای دوست دوانم نمی دهد
 مسکین ز نطق خلق درین پرده راه نیست
 یا پرده دار اوست نشانم نمی دهد

مبتلا دام بلا مفتون گر دیوانه ایم
 در صفات صوفیان چون بلبل و پروانه ایم
 چشم بکشایم چو بینم هر طرف حسن نکار
 گر مجاور کعبه گر پیش مغان بتخانه ایم
 هر دمی در ذکر فکر پاس انفاس شدم
 در مقام بیخودی با یار خود همخانه ایم
 قلزم دریای وحدت موج بر موج آورد
 در محیط عین معنی من یکی ذردانه ایم
 ساقیا جامی بده که این جوش افزاید مرا
 مجلس افروز طرب درد کش بیمانه ایم
 ما عجائب جرعه نوشیدیم از کاس الک
 پس مقیم دل بجان هیردر سحانه ایم
 محنت آباد جهان سهراب دیرانه ایم

اندران چون گنج غائب ما در این ویرانه ایمر.

—

گوهر نایاب را در بوته گل یافتم
گنج اسرار ازل در صفحه دل یافتم
وصل تا حاصل شود بردار طمع از وجود
بزمگاه شاه در ایوان بسمل یافتم
مدتی حیران پریشان بودم از بهر شراب
از تلطفهای ساقی ره بمحفل یافتم
بر مراد نفس خود هرگز نمی کردم نگاه
از طفیل عشق جانان این فضائل یافتم
آتش عشقش نموده شعلهایی در دلم
اندرین آتش فتاده نور کامل یافتم
قلزم معنی عجائب موج بر موج آورد
مسکینیا مقصود خود را نزد ساحل یافتم

—

می خواند دوش بلبل گفتار پهلوی
از جوش عشق حال مقامات معنوی
صوفی بیا شنو که چه لحن است دلکشا
از شاخ شجر نغمه عرفات بشنوی
هردم بذکر فکر خدا باش ای پسر
دل را قوی مبند بسامان دنیوی
در فقر فاقهات مشوتنگ جان من
بهتر بود ز صولت اورنگ خسروی
این داستان عجیب شنو حال زار من
جانم ربود یار بانفاس عیسوی

نرگس بغمزه هم عالم خراب کرد
 باچشم پر خمار که خوش مست می روی
 ساقی مئی ز لطف بمسکین حواله کرد
 از حسرتش فتاده دستار مولوی

—

خیال آمد بخاطر از شکایت آرزومندی
 نوید آمد مشرف شو بالطاف خداوندی
 ز شعر جوش مسکین صوفیان رقصند در مجلس
 سیه چشمان سیوستان مرغوبانها سندی

—

از سواد زلف رنگین خوش نقاب انداختی
 جان عشاقان ربودی اضطراب انداختی
 از خط مشکین چه گویم بر مه تابان تو
 مثل هاله صف زده بر ماهتاب انداختی
 پرده بر عارض کشیدی شاه خوبان جهان
 آفتاب حسن را زیر حجاب انداختی
 نرگس مخمور تو بس غمزها افراخته
 کشته خون عاشقان بهر ثواب انداختی
 چشم من حیران پریشان بهر دیدارت حسر
 ورطهائی بیعده در خیل خواب انداختی
 اندرون خاطرم تخم محبت کاشی
 پرتو انوار بر ملک خراب انداختی
 از نگاه نرگس مخمور کلکون می رسد
 کاروان جان مسکین در سراب انداختی



میر غلام علی خان، تالپور

میر غلام علی خان، بعد از وفات برادر اکبر و فاتح سند میر فتح علی خان در سال ۱۲۱۷ھ سربراہ چہار- رکن (چویاری) مجلس مشاورت، حکمرانان تالپور امیران حیدرآباد گشت. بعد مدت دہ سال حکمرانی، در سال ۱۲۲۷ھ وفات یافت. امور انتظامیہ را بخوبی استوار کرد. این شعر از اولین غزل او یادگار است کہ در بعض بیاضات و کتاب 'خدا یار خانی' ذکر شد:

چون سر برہنہ بوڈہ ام، سر پیش کس نبرده ام
سر زیر بار منت، دستار کردہ مارا.



میر کرم علی خان، کرم

”سرکار عظمت مدار“ میر کرم علی خان تالپور بعد از وفات برادرش میر غلام علی خان در ماه جمادی الاول ۱۲۲۷ھ. سربراہ چہار رکن انتظامیہ (چویاری) تالپور حکمرانان حیدرآباد سند گشت وبعد حکمرانی ہفدہ سال بتاریخ ۲ جمادی الثانی ۱۲۶۶ھ فوت شد۔ و مدفن او ”باغ ارم“ و ”بادا بہشتش بارگاہ“ شاعر قادر الکلام سخن سنج و سخنور بود تخلیص ”کرم“ می کرد نسخہ دیوان کرم تاریخ کتابت ۱۲۴۵ھ در کتبخانہ عالیہ تالپور امیران حیدرآباد محفوظ است میر کرم علی خان بیاض جنگ اشعار ”مجموعہ دلکشا“ را مرتب کرد کہ دارای انتخاب قصائد، غزلیات، مفردات، رباعیات، قطعات و ساقی نامجات است

میر کرم علی خان ادیب و سخنور بود شعراء را بنواخت و اکثر شعراء معاصرین منسلک بہ دربار او شدند دیوان ”کرم“ با این غزل شروع می شود

لطف ایزد هست ہر دم یار ما زین سبب بکرفت رہائی کرب
از نسیم فیض او خواهد شکفت تازہ کل در گلشن کلان
نیست حاجت تا کرم سازد بیان کار ساز ما بہ فکر
غزل دیگر زیر قافیہ الف

جان من ترک دہ جدائی را کہوس کن حرف این مدائی
خور بہ پیش رخت بود شب سر کن نکتہ صنعت جدائی

تیغ ابرو زمان زمان چه زنی کس نزد تیغ آزمائی را
می بده ساقی بهار آمد چند کوشیم پارسائی را
مه به پیش رخت چوتاب نداشت کرد قازن جبهه سائی را
چون بسوئی چمن چمن رفتی گل فرو هشت خود نمائی را
گر بصحن چمن روان سازد سرو بی پا گریز پائی را
شادباش ای کرم کند آسان ناخن شه گره کشائی را
کرم غزل زیرین سرود و بعد ازان چندین شعراء دیگر در این
زمین گفتند:

سویم به مهر دید خطارا بهانه ساخت
وز کوی خویش راند جفارا بهانه ساخت
گفتم بناز و لطف بنه پاء بچشم من
خندید ناز کرد حنا را بهانه ساخت
گفتم که روی تو به بینم ز شوق دل
پوشیده رو بدست دعا را بهانه ساخت...
گفتم رقیب راکش از کوی خود نراند
گفتا نمی کشم گدا را بهانه ساخت.

—
قدت را سرو گفتم بس غلط کردم نفهمیدم
یکی پادر گلش باشد دگر بی روح و بی جان است.

—
سرو من رفتار دارد سرو را رفتار نیست
ماه من گفتار دارد، ماه را گفتار نیست.

—
اگر زد لاله لافی بالبت معذور دار اورا
که عقل و هوش کم در مردم صحرا نشین باشد

بتان بامن بسی انعام کردند
دل من با کسی الفت نگیرد
چو وا کردند زلف عنبرین را
سیاهی در جهان چون شام کردند
میان دلبر و عشاق شد صلح
رقیبان را همین پیغام کردند
ز یمن شاه مردان در دو عالم
کرم را بین چه نیکونام کردند
هم از بیخود بهایم خام کردند
نگاران آخر اندر دام کردند

نزد جانان رسیدم از ره دور
راز دل باتو عرض خواهم کرد
حال ما چون شد بروحالی
گر جفا می کنی و گر تو وفا
چون کرم بنده علی و ولی است
این غزلها جواب آسان نیست
خاطرم شاد گشت و دل مسرور
گر طلب می کنی مرا بحضور
کم سوالیم و طبع ماغیور
حاشا لله شوم ازین در دور
نیست باکس ز شور یوم نشور
کس نگوید مگر تو کوئی نور
نور یعنی مخدوم نور محمد یو گنی

بر لب دلدار خالی دیده ام الله الله خوش جمالی دیده ام
جستجو کردم که بینم آن دهن نکته ای دیدم خیالی دیده ام
یار امشب در برم خواهد رسید من بحافظ نیک فانی دیده ام
لاف آهو پیش چشمت کاذب است کمی به نوکس این مجالی دیده ام
سال و ماهم بگذرد با خوش دلی ابروت دیدم هلالی دیده ام
شاد کردی چون کرم را بانگاه مهربانی ها کمالی دیده ام

در مکتب فقهی آخوند کرمه از استاد جامع کماله کمالیه
مکتب اهل محضره محمد حسن سبحانی در دانش فقهیه و اصولیه
فارسی ایران و مکتب اسلامیه اهل کماله و کمالیه و کمالیه

ای دلبر شیرین سخن دل برده ئی با دلبری
 با این جمال ای نازنین حوری ندانم یا پری
 با این رخ و قد ای صنم گر در چمن رو آوری
 بلبل شود از گل جدا قمری ز سرو آید بری
 گر بر رخت خورشید را سنجم بتا عیبر مکن
 از حسن روز افزون تو حرفی زدم من سرسری
 راه وفا پیموده ام عمری بکویت بوده ام
 روبم به مژگان راه را از کلبه ام گر بگذری (۹)
 شعرم همه لعل و گهر گفتم به وصفت سربسر
 آرم ازین رنگین ذکر جانان شوی گر جوهری
 تعریف از اشعار خود من کی بیان سازم به کس
 تحسین همی کرده مرا گر زنده بودی "انوری"
 از حادثات این زمان در دل مکن فکر ای "کرم"
 پیوسته با تو میکند شاهنشاه دین یآوری.



میر مراد علی خان تالپور، 'علی'

'سرکار جهان مدار' میر مراد علی خان، بعد از وفات برادرش میر کرم علی خان 'کرم' بتاریخ ۱۲- جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ سربراه چهار رکنی 'کونسل' تالپور حکمرانان حیدرآباد سند گشت. شاعر و سخن سنج و صاحب دیوان بود 'کنی' تخلص می کرد. 'دیوان علی' در کتبخانه امیران حیدرآباد محفوظ است ادیب و شاعر و سخن سنج و ممدوح شعراء و فضلاء بود. میر حسن الحسینی شیرازی "تذکره زبدة السعصرین" را بنام میر مراد علی خان منسوب کرد خود عالم و فاضل و صاحب تصانیف بود. در سال ۱۲۳۷ھ "محک خسروی" را بتکمیل رسانید که مشتمل است بر انتخاب اشعار متقدمین و متاخرین بتربیت قوافی و غزلیات شعراء سند در علم طب. 'طب مراد' را در سال ۱۲۴۶ھ تصنیف کرد بتاریخ ۱۲- جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ فوت شد

نواب الهداد خان لغاری 'صوفی' در منتخب خوس این شعر 'علی' را آورده

رخ او در شب است چون مهتاب
سلک دندان جو غمد رومن است

این غزل از علی است

نباشد فصل چون فصل بهاران در خوس باشد دین و دین
به پیش قد تو آن سره جو بست که باشد این عصفی حد
بوصل بو حنان مستاق همسم که باشد سر مستان
علی هست از علامان دین در سره باشد بر دین

میرزا مظهر طباطبائی، مظهر

میرزا مظهر طباطبائی، در قرن سیزدهم می زیست. شاعر زبان فارسی و مُصاحب امیران سند میر کرمعلی خان و میر مراد علی خان بعهدہ 'حکیم شاهی' فائز بود. مصنف تذکره لطفی این اشعار مظهر ایراد نمود:

گل پیش تو نگذاشته نازک بدنی را
طوطی ز تو آموخته شیرین سخنی را
چشم تو حریفی است که از حومه زهد
در میکده آورد اویس قرنی را
یاقوت لب لعل ترا دیده ازان روز
خون گشته دل از رشک عقیق یمنی را
خوشنودی ای مظهر ز تو گاهی رنجدگی است
آه، از بنه... (?) چشم تو نازک فگنی را



میرزا خسرو بیگ، خسرو

اصل او از گرجستان (جارجیا) بود و در سال ۱۷۹۰ ع در
 طفس متولد شد. غلامی بود بختاور. اول به تهران رسید و
 از آنجا سفیر سند آخوند محمد اسمعیل خسرو را در سال
 (۱۸۰۵ ع) به سند آورد. فرمانروا میر کرم علی خان که فرزند
 نداشت خسرو را پسر خود داشت و در تعلیم و تربیت او
 اهتمام کلی کرد. خسرو، ادیب و شاعر شد و در شعر 'خسرو'
 تخلص کرد در سال ۱۲۷۷ هـ ازین جهان گذشت

ذخیره اشعار خسرو که باقی مانده، مشتمل است بر
 قصائد، غزلیات، رباعیات و مفردات^۱، بر حسن شعر خود
 نازان است. در سخنوری، خود اعتمادی و تعلی دارد. چنانچه از
 این قصیده که در مدح میر حسین علی خان سروده، گویاست

نه شاعرم که ز بهر طمع نمودم مدح
 که این سخن زره صدق دان و کن باهر
 طمع به حرف بود هر به از نقطه عاری
 کس که کرد طمع خاک بائدش بر سر
 درین زمانه نکفتد کس چنین سخنی
 ز لطف تست که دارم کمال فضل و هد
 به سند کر از سخن بهره کسی باشد

۱. حمید سامی در 'گرجی نامه' تصدیق کرده که مدح میرزا خسرو بیگ
 حقیقتاً از سوی او و نه از سوی کسی دیگر سروده شده است.

بطرز بدر بگوید شود سخن گستر
قصیده حاضر و این گوی باشد این میدان
کسی که گفته جوابش یقین بود شاعر.
در قصیده دیگر گفت:

من از مدح تو گشته ام سر بلند ز مدح تو گردیده ام نامدار
میان سخن سنج اشعار دان مدیح تو گویم کنم افتخار
درین دیر فانی نماند دگر سخن ماند و ذات پروردگار
به ملک سخن طبل شاهی زمر علم سازم از مصرع زرنegar
به ملک سخن این زمان خسروم که شعرم سراپا بود آبدار.
اشعار انتخاب از غزلیات و رباعیات میرزا خسرو بیگ:

غیر عجز و ناتوانی ساز این محفل نداشت
زاهد پزمرده دل، دلداشت اما دل نداشت
تهمت آزادگی بر سر و باطل بسته اند
سروگر آزاد بودی پای خود در گل نداشت
تاک بودم در عدم بودم بس آسوده حال
مزرع دنیا بغیر از درد و غم حاصل نداشت
خسروا در عشق او خود را سراپا سوختم
شمع سان داغم بسر بود است اما کل نداشت.

—
ماه عذار من بیا تاک ز سر ادا کنم
هاله صفت بگرد تو گردم و جان فدا کنم
هر دوجهان چو خسروا بهر وصال باختن
فرض بود چو بر سرم باشی که تا ادا کنم.

—
گرد ما از عاجزی افتاده همچون نقش پاست
دیده، ارباب دانش را بجائی توتیا است

غیر هستی نیست پاینده بچشم اهل ذوق
گرفنا گوئی فنا باشد و گر گوئی بقاست
اغنیا از قاقمر و سنجاب بستر می کنند
مسند اهل توکل پوست تخت و بوریا است
خسروا تو هرچه می خواهی ز اهل دل طلب
بر فلک دستی اگر باشد همین دست دعا است.

—

خواهی که شود مقصد کونین تو حاصل
از خویش برون آمده در خود سفری کن

—

مرا دریای رحمش سر بسر تا شانه می آید
که بهر کشتن آن دلبر قزلباشانه می آید
سر آمد چون توئی در ناز نینان زمان خود
فلک در مکتب ناز تو چون طفلانه می آید

—

هر که دل بیدرد دارد مرد نیست
درد او این بس که صاحب درد نیست
گفته، من در دل خود نقش کن
شاه بیت است این سخن چون فرد نیست

—

جان من در هجر تو شبها بروز آورده ام
روز را شب کرده و شب را بروز آورده ام
کی مرا اندیشه، تیر قضا در دل سود
من که تیر غمزه ات را سینه دوز آورده ام

بخت و اقبال تو گوید هر زمان از امرحق
خسروان را بر در تو پشت کوز آورده ام.

—

می رسد هر دم جواب تازه ام
نامهء من گر همه ناخواندنی است
این جهان چون دشت قبیچاق است و بس
خسرو اینجا پای خود لغزاندنی است.

—

که می تواند شدن مقابل کتاب وحی بروسست نازل
که دارد آن دل که بحث سازد کتاب دارد که تاب دارد
میان خوبان چرا ننازد که شیوه هائی عجیب دارد
دل حزینم چرا ننالذ کباب اندر که باب دارد
شهید عالم ز عشوهء تو نمانده جانی ز غمزهء تو
به غمزه و ناز عشوه گشتن که داب دارد که داب دارد
کند همیشه چو طفل غازی به خنجر و تیغ و نیزه بازی
ز بهر تیغش دل دو نیمر که قاب دارد که قاب دارد
من از فراق تو بی نوایم همیشه بر درگاه تو آیم
ز بهر وصلت دو دیده هایم پر آب دارد پر آب دارد
دو چشم فتان و فتنه زایش به تکیه ناز گشت جایش
دو خوابه مخمل بود برایش که خواب دارد که خواب دارد.

بر تتبع طرزی گفت:

در طریق عشق عاشق را نباید دم زدن
بشکند گرشیشهء دل را ترنگیدن چرا
قتل طرزی را بدلداری و خود مشتاق اوست
گرد سر کردم ترا آخر درنگیدن چرا

رباعیات

ای کاش محبتت نمی داشتمی در مزرع دل مهر نمی کاشتمی
از نار غمت سوختمی سرتا پا در دیده اگر نمی داشتمی

—

صدرا تو دهی اجره بچندین صدرا
بدرا بدرا بگو تو نیک و بدرا
کاین عاشق بیچاره چه بدحال شده است
شاید که رسد بگوشش نیکو حدرا

—

تا دیده به روی یار خود دوخته ام
غمهای جهان بهر دل اندوخته ام
دیگر نبود چاره در ایام فراق
خود را به غمش ساخته و سوخته ام



نور محمد بوبکانی، نور

مخدوم نور محمد بن محمد یعقوب طبیب عباسی، از دودمان قبیله عباسیان ساکن قریه 'نوبک' (ضلع دادو) از اولاد علامه فقیه مخدوم جعفر بوبکانی (ف. آخر قرن دهم هجری) در آخر قرن یازدهم و اول دوازدهم می زیست. شاعر قادر الکلام زبان فارسی و حکیم حاذق و عالم طب بود. در حکومت تالپوران به دربار میر کرم علی خان منسلک بود، بلکه پرورده کرم کرم علی خان بود. میر کرم علی خان در اشعار خود باین معنی اشاره کرد که:

طبع نور از فیض من پر نور شد
ور نه که گوید چو این اشعار ما

این غزل را جواب آسان نیست
کس نگوید مگر تو گوئی 'نور'!

بر ارشاد میر کرم علمی خان، کتاب حدود الامراض تصنیف محمد اکبر ارزانی را از عربی بنظم فارسی بنام 'علم الامراض' ترجمه کرد. ارزانی نسبت است به آرزان از مضافات دهلی در طب دیگر مصنفات ارزانی طب اکبر، قرابادین قادری، میزان الطب (فی مصالحات) و مفرح القلوب (کلیات).

مدتی گذشت که دو نسخه دست نویس کتاب علم الامراض بنظم رسید و بعد تقابل دیباجه مصنف را نقل کردم پس از

دیباچه قصیده ی است که مصنف (حکیم نورمحمد) در مدح میر کرم علی خان سرود.

[دیباچه] "اما بعد بر ضمائر فیوضات مظاهر دانشمندان رموز حکمت و بر بصائر صیرفیان جواهر کنوز علمیت پوشیده نماند که این راقم الحروف مذهب الراجی الی رحمت ربه نورمحمد ولد مرحوم مغفور محمد یعقوب الطیب العباسی البوبکانی غفرالله ذنوبهما بعد حصول قدری از علم فارسی و عربی از پدر بزرگوار خود برخی از علم طب کسب کرده بود و بوسیله این علم بشرفیت خدمت امیر عالی مقدار شهریار والاتباع خورشید آسمان عظمت نیر برج سلطنت، شہسوار عرصہ شجاعت، مالک ممالک سخاوت، ستوده دوران، برگزیده جهان، کیخسرو منزلت، کسری معدلت، عالم علوم حکمت، شاغل بشغل دین و ملت، صاحب سخن میر والا تدبیر، روشن ضمیر میر کرم علی خان دام اقباله مشرف گردیده از فیض عامش بهریاب می نموده بود. رباعی

شہ شیراز شرافت کرم علی خان است

مه سپهر سخاوت کرم علی خان است

سخنوری نبود در جهان چون او دگر

سحاب علم فصاحت کرم علی خان است

روزی از روزهای از انجناب اباسی رفتند و در حدود الامراض تصنیف محمد اکبر ارزانی رحه که در این است، مترجم بفارسی گرداند فقیر حسب الامر در این سبب، این رساله شریفه را موسوم گردانیدم به "علم الامراض" حروف نام این نسخه مسلسل بر تاریخ تصنیف است به

از فضلاء دهر و علماء عصر آن دارد که اگر سهوی و خطائی
درو بنظر دقیقه بینی ایشان در آید بقلم اصلاح، رفع آن فرمایند
و مرجو از مطالعة نمایان است که بنده را بفتح خیر یاد نمایند.
قصیده در مدح میر موصوف (۱).

ساقیا تاچند باشم بیقرار از انتظار
از می فرحت مرا بهر خدا جامی بیار
تافرامش سازم از مستی غم ایام را
از محیط فکر دنیا ساعتی گیرم کنار
سازش پیر مغان می بایدم یارا تمام
گو نسازد گر نسازد این سپهر کینه کار
بر مراد من اگر گردون نمی گردد چه باک
دائما یکسان نباشد کارهای روزگار
چون نگردد چرخ برکامر که ممدوح من است
مهر عالمگیر خوش تدبیر شاهی ذوالوقار
آن جو الطالع بلند اختر که بر سطح زمین
مادر گیتی نزاده مثل او یک شهریار
میرما کرم علی خان ذوالکرم والاهم
کز در او برنگردد ناامید امیدوار
نوگل باغ مروت گوهر بهر کرم
ماه برج سلطنت مهر سپهر اقتدار
معدن علم و عطا و منبع حلم و حیا
مخزن فیض و بلاغت مقبل پروردگار

(۱) از نسخ خطی در تنده قیصر بتاريخ ۱۹۵۱-۱۲-۲۵ نقل شد ایضا مقابله کرده شد
با نسخ مرزایان تنده آغا بتاريخ ۱۹۵۴-۴-۲۳ ع

مومن و مقبول درگاه خدا و فیض بخش
ناصر دین نبی و عدل کیش و دیندار
تیغ او بر خرمن اعدا نماید کار برق
دست او هنگام بخشش رشک ابر نوبهار
رستم زور و وغا کیسخر و بزم جلال
غازی صفدر، شجاع و شیر گیر و شهنسوار
خسروا آموخته کی از تو آئین کوئی
این زمان گر بود گیو و رستم و اسفند یار
گر بدور جود بی پایان تو حاتم بدی
چون گدایان آمدی بر درگاه دولت مدار
کی ارسطو از ندیمی، سکندر داشتی
آنچه دارد کمترین بندگانش افتخار
حسن خلقش تازه میدارد مشام خلق را
دست جودش زور سازد مفلسان را مالدار
نیکبخت و نیک سیرت نیک خو و نیک نام
کام بخش کام خواهان کامران و کامکار
پیش عقلش کاملش رای اولوالالباب کم
داند از روشن دلی راز نهان را اسکار
صاحب فهم و ذکا و معنی، لفظ خرد
روفق ملک سخنها خوش مزاج و خوش معر
از برای آن که باشی نوجوان و کامدار
پیر کردون داد در دست عدل و داد
دوست دارند خدای مصطفی و مرعشی
ناتوانی از جان و دل ال علی را دستان

گر نظر از لطف داری خور بر چرخ شرف
 از شعاع خود تو کالبد گردد ذره وار
 خسروا دارد غلامت فخر بر آزاد ها
 بنده ام تازنده ام ای بندگان باوقار
 گرچه سازم تاقیامت از قصائد دفتری
 حسن اوصاف تو گنجایش ندارد بیشمار
 نور خامش وصف میر ذوالکرم بی منتها است
 باش شاغل دردعای دولتش لیل و نهار
 تا گلستان جهان میدارد این نشو و نما
 این گل گلزار دولت را الاهی تازه دار
 بخت رام و حاصلش مقصود دل بادا مدام
 تافلک گردنده باشد تا زمین دارد قرار

در سال ۱۲۱۷هـ قریه آبائی بوبک را ترک کرد و در حیدرآباد
 مقیم شد. میر کرم علی خان برای او مکان و نشستگاه تعمیر
 کرد. میر مائل تتوی تاریخ تعمیر نشستگاه ازین جمله آورد:
 ”مبارک مکان و مبارک مکین است.“ مخدوم نورمحمد سیزده
 سال در حیدرآباد زندگانی کرد و در سال ۱۲۳۰هـ فوت شد. میر
 مائل را دوست می داشت و او تاریخ وفات گفت:

سروش غیب چنین سال وصل او فرمود

”وصال نور بنور محمد و آل است.“

این غزل در آخر نسخه ’دیوان میر‘ مکتوب دیدم:

تا ناز تو زه کرد کمان بکمی

یک صید نیاسود زمان بزمینی

ابروی تو چون تیر فگند از مزگان

یک دم نشده امن امان بامینی
گلزار ارم رشک برد سر بزمینی
کانجا تو کنی قرب قران بقرینی
خاک در تو باشد از جنت فردوس
خوش باد بران خاک مکان بمکینی.

غزل

جز تو جانان بر سرخیل نگاران شاه نیست
بر سپهر حسن ماهی چون رخت ای ماه نیست
عندلیبان تو ای گل گر هزاران اند لیک
بذله سنجی با وفا چون بنده درگاه نیست
کرد غارت دعای دل آن شه مه پیکران
شوخ من اندر ستم کمتر ز نادر شاه نیست
"نور" هستم من غلام آن امیر ذوالکرم
کز شهان مانند او در دهر عالیجاه نیست
امیر ذوالکرم یعنی میر کرم علی خان

این اشعارش فائز به آفرین باندراج در 'منتخب صوفی'
قد چو افرازی نماید فاخته تشنیع سرو
بلبل از کل بگذرد کر از رخ اندازی نقاب

—

کلعداریک از دو ترکس او

فتنه هارا بود کرمی بازار

—

تا آن رخ زیبای تو کل دیده شد میدای تو
دارد بسر سودای تو زانرو بیبازار آمده



هوتک خان، افغان

هوتک خان تخلص 'افغان' می کرد. در قرن سیزدهم می زیست
و از زمره شعراء دربار میر کرم علی خان تالپور بود.
ساقی بیا که دور جهان شد بکام ما
لبریز عشرتست چو جمشید جام ما
شکر خدا که از مدد بخت ارجمند
آمد همای اوج سعادت بدام ما

بیا یکشب خرامان در برم بند قبا بگشا
کشاید تا دل من آن دو لعل دلگشا بگشا

حرم حریم تو هست و کنشت خانه تست
بهر زمین که فہم جہ آستانہ تست
کدام شعر چو معشوق در جهان 'افغان'
بہ از کلام تو و شعر عاشقانہ تست



شعراى قرن سیزدهم

—

آخوند عبدالصمد ساونى

آخوند عبدالصمد از دودمان فضلاء ساونى، ساکن هالا قدیم در
قرن سیزدهم می زیست. این اشعار ازوست:
نادار را عزیز نباشد نه خویش کس
نادار عیب دار بود بوءدار بس
عبدالصمد خموش مکن ناله، عبث
خوش دار خویش بر قلم کردگار بس
آخوند عبدالصمد بتاریخ ۲۲- محرم الحرام سنه ۱۲۷۲هـ فوت
شد (۱).



(۱) تذکره مساهیر سنه، جلد دوم

آخوند نور محمد ساونی

نور محمد بن آخوند محمود عرف الله بخش بن صوفی عارف متین الدین از دودمان علماء فضلاء قبیله ساونی ساکن هالا قدیم در قرن سیزدهم می زیست. شاعر زبان فارسی بود. "کریمه مخمس نوری" تصنیف او مشهور که در آن تخمیس و تضمین بر کریمه شیخ سعدی را در سال ۱۲۸۰هـ بتکمیل رسانید. نسخه خطی "کریمه مخمس نوری" دستخط ابنه محمد حسن که در سال ۱۲۹۴هـ نقل نموده پیش راقم است. این بندها از "کریمه مخمس نوری" است:

بنام تو ای نور ارض و سماء که از عرش تا فرش کردی بپا
بدرگاهت آورده ام التجا کریمه به بخشای بر حال ما
که هستم اسیر کمند هوا...

شه هر دو عالم بشیر و نذیر شفیع ائیمان بروز عسیر
نخواهد کسی گفت عشر عشیر زبان تا بود در دهان جایگیر
ثنائی محمد بود دلپذیر...

بعرش تقرب چو مهرست طاق که ایمائی او داد مه راشقاق
ز شوقش چنین گشت چوب از فراق سواری جهانگیر یکران براق
که بگذشت از قصر نیلی اراق...

ظفر خواه از دایه دوستی مگردان رخ از رایه دوستی
که خلق ست پیرایه دوستی تواضع بود مایه دوستی
که عالی بود پایه دوستی.

بصیر و شکیبائی ای نور جان بجان ساز جان باز تا می توان
بقاف قناعت رضامندان ز نور قناعت بر افروز جان
اگر داری از نیک بختی نشان...

بده ساقیا آن می خوشگوار که بخشد بجان راحت بیشمار
ز عشقش دلم لاله وش داغدار شرابی چو لعل روان بخش یار
شرابی مصفا چو روی نگار...
در ایام گلزار فصل بهار بهم مجلس مهوش گلزار
بوقت صبا خنده لاله زار می لال در ساغر زرنegar
بود روح پرور چو لعل نگار

خوش آن کس که آموخت آداب عشق خوش آن کس که شد مسکنش بلب عشق
خوش آن کس که شد غرق گرداب عشق خوش آن آتش شوق ارباب عشق
خوش آن لذت درد احباب عشق

حسیب ست ممدوح اهل هم شرف از وفا گفته اهل الکرم
فرق جوهر مرد صافی شیم دلا در وفا باش ثابت قدم
که بی سکه رائج نباشد درم

درین منزل یار شیرین زبان بیاید ز دنیا و تدبیر ان
گریزان شوی همچو تیر از کمان منه دل بر این منزل جان ستان
که در وی نبینی دل شاد مان

آخوند نور محمد بتاریخ دوم ذوالحج سنه ۱۲۸۷ هـ فوت شد و
آخوند احمد که قریب در رشت بود قطعه تاریخ نوشت
بگفت احمد این تاریخ رحلتش از دل
مقیم نور محمد بود بخلد امین ۱۲۸۷



آخوند یارمحمد (ساونی یا تکهرائی)

آخوند یارمحمد از آخوندان ساونی هاله کندی یا از قریه تکهر(?) در نیمه دوم قرن سیزدهم می زیست. وقتیکه خواجه عبدالرحمان سرهندی (ف. ۱۳۱۵هـ) در مکه بودند آخوند یارمحمد حالات پریشانی روزگار خود را عرض داشت:

ای صبا گر به سوی مکه روی	از تو بر من هزار احسان است
آن دیاری که هر حسن و خارش	بهتر از یاسمین و ریحان است
در همان جاست پیر و مرشد من	نام نامیش عبدالرحمان است
هست آلِ امامِ ربّانی	آنکه سرتاج اهل عرفان است
مسکنش حسب قسمت است آنجا	وطن اصلیش خراسان است
کعبه عارفانِ راهِ خدا	قبله جمله اهل ایقان است
مقتدای گروه مقبولان	پیشوای جمیع شیخان است
بر سپهر کرامت و عرفان	ماه تابان و مهر رخشان است
غمزده بهر جمله غمزدگان	چاره فرمای مستمندان است
صاحب فضل و جود و فیض و عطا	ذی حیا و شرافت و شان است
چون رسی و رجناب اقدس او	ادبی کن ادا که شایان است
بازخوان برسرش سلام از من	که همین رسم اهل ایمان است
بعد ازان گو بصد خشوع و خضوع	که غلامِ تو بس پریشان است
بارها گریه تو گفت و نوشت	در حقش از تو از چه نسیان است
حسب ارشاد تو وظیفه او	حسبنا الله نص قرآن است
تا مگر او گشایشی یابد	در شب و روز سبوح گردان است

لیک از بخت نامساعد خوبتر اشک حسرت ز چشم ریزان است
 در غم رزق و ورد بی شغلی سینه اش چاک و دیده گریان است
 چه گنه رفت زان گدا که شها هم تن غرق بحر حرمان است
 کرمی گر کنی و گر نکنی بر سرش سنتت فراوان است
 بهر حق در حقش بخواه از حق زانکه او کار ساز و منان است
 در دعا دست بر خدا بردار کو تعالی رحیم و رحمان است
 سیدا سرورا برای خدا مددی کن که وقت احسان است



آغا کاظم شاه، 'سرخوش'

از دودمان آغایان حیدرآباد، ابن آغا اسمعیل شاه و برادر آغا زین العابدین شاه، در عهد فرمانروایان تالپور حاکم شکارپور بود. در سال ۱۲۴۸ھ در جنگ کهرڑی (سکر) با افغانه سالار افواج سند بود و شهید شد.

شاعر و سخنور بود و 'سرخوش' تخلص می کرد. در وصف شهر شکارپور گفت:

شکارپور عجب جای خوبرویانست
مقام و منزل و ماوای عندلیبانست
نه موسم گل و فصل بهار باشد، لیک
به هر طرف که نظر می کنم گلستانست.

'بیاض جنگ' کاظم شاه زیر نظر مصنف 'تذکره لطفی' (جلد دوم ص ۱۲) بود و او از ان، این اشعار کاظم شاه را نقل کرد.

آن کس که غم سیم بری داشته باشد
از حال دل من خبری داشته باشد
از بعد وفاتم چه سود یار گر زلطف
بر خاک مزارم گذری داشته باشد
سرخوش همه شب این هر فغان که توداری
شاید بخیالش اثری داشته باشد



پیر امام الدین مجددی سرھندی شکارپوری

امام الدین بن خواجہ نظام الدین مجددی در شہر شکارپور متولد شد. تعلیم و تربیت را در زبان فارسی از والد ماجد یافت. بعد از وفات والد (ف. ۱۲۷۳ھ) صاحب سجادہ شد. مولوی دین محمد وفائی در "تذکرہ مشاہیر سندھ" (بخش اول) آورده کہ شاعر زبان فارسی بود، و از مطالعہ قطعات و فیاتی کہ تصنیف کرد ظاہر است کہ امام الدین در شعر فارسی ید طولی داشت.

در سال ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ع) یک افسر حکومت برتینانیا بنام تاج محمد افغان در تہمت غدر گرفتار شد ولی بعد تفتیش این الزام غلط ثابت شد این اشعار از آن نظم است کہ خواجہ امام الدین بر این واقعہ تصنیف کرد

حمد لله	ہزار بار	عجب کہ سرانجام گفت کار	عجب
بار دیگر	بلطف حق	بشکفت چمن بخت را	بہار عجب
بلبل خوش نوا	بخواند از دل	غزل شکر صد ہزار	عجب
شاہد بخت چہرہ	روشن کرد	کشت پر نفس پر نکار	عجب
بہر تاریخ	ترقیش بنوشت	قلم نبض منکبار	عجب
ہاتف از سال	ترقی اقبال	مژدہ گفت بخنار	عجب

۱۲۷۸ھ

پیر رفیع الدین مجددی در غم برادر خود اسماعیل بن قطعہ تاریخ را گفت

Marfat.com

Marfat.com

پیر پاگاره (اول) سید صبغت الله شاه، مسکین

عالم و حافظ، پیر طریقت و عارف، سید صبغت الله شاه بن عارف عالی مقام سید محمد راشد (جد امجد 'پیران پاگاره')، در سال ۱۱۸۳ هـ متولد شد و بعد از وفات والد (۱۲۳۲ هـ) وارد سلسله رشد و هدایت سجاده نشین 'پیر پاگاره اول' شد در سال ۱۲۴۶ هـ بعالم جاودانی رحلت کرد.

عالم و فاضل که بجمع آوری کتابها شغف داشت و کتابخانه ای بناکرد. ارشادات عارفانه را فرزندش سید علی گوهر شاه در نشر فارسی بعنوان 'خزانه المعرفة' مرتب کرد در عنوان شباب به شعر می پرداخت و مسکین تخلص می کرد. مولوی دین محمد وفائی در 'تذکره مشاهیر سند' (جلد دوم) ترجمه سید صبغت الله شاه نوشت و گفت که شعر فارسی از ایشان کم یافت می شود. و این اشعار را بطور نمونه ضبط کرد

یار من در نقاب می آید سر من در رکاب می آید
خواب آلوده بخت نو بیدار ترکس نیم خواب می آید
هوس وصل هل رانی را لن ترانی جواب می آید
تشنگی صدف چون شود بسیار بهر سقیش سحاب می آید
عاشق بی کناه را کشتن دلبران را ثواب می آید
رو نمودن به همچو مسکین نازنین را حجاب می آید
سید حزب الله شاه، نبیره، سید صبغت الله شاه
اتخلص مسکین، در این زمیئه غزلی دارد با این مطلع
سرو من خوش خرام می آید رنک ماه حمام می آید



‘پیر پاگاره’ سید علی گوهر شاه، گوهر

سید علی گوهر شاه بن سید صبغت الله شاه (اول) بن قدوة العارفین سید محمد راشد در قرن سیزدهم می زیست. بتاریخ ۴- رجب ۱۲۳۱هـ متولد شد و بر وفات والد بزرگوار (۵- رمضان ۱۲۴۶هـ) مسند سجادگی آراست. عمرش سی و دو سال بود که بتاریخ ۱۱ جمادی الاول ۱۲۶۳هـ رحلت کرد.

عالم و فاضل بود و در ادب و انشا و شعر ید طولی داشت. ملفوظات والد بزرگوارش صبغت الله شاه (اول) را به عنوان ‘خزانة المعرفة’ در نثر فارسی مرتب کرد. در مقدمه ملفوظات دو قطعه و اشعاری را آورد که گمان غالب است که از آنجناب باشد.

قطعه

آنچه از عرش و سما ارض و ثریا بود بسیط
در سر نقطه باریک قراری بگرفت
چه کند کس که کند فهم چنین نکته را
که شه هوش ازین شهر فراری بگرفت

قطعه

آن ذات مقدس که نهان تر ز نهان بود
در صورت انسان عیان تر ز عیان گشت
آن سر که مکتوم بد از مدرکه عقل
شهرت زده سامعه پیر و جوان گشت

گر بشر در صورت این آب و گل آمد پدید
 لیک در بشری قدم بر اوج قدوسی کشید
 ساکنان عرش گر در لطف خلق از نور اند
 ز احسن التقویم مثلش هیچ یک حق نافرید
 تاج کرمناه و حملناه بر فرق سرش
 ملک مستور اند بس من خلق این خلق جدید
 هرچه اندر قوه اجمال ذاتی بود غیب
 جمله از حسن و جمال وجه انسان شد شهید

در غلبه محبت و فراق طبعش مائل به شعر شد و درمان درد را
 در سرودن 'سندی کافی' یافت و آن صنف را بمدارج اعلیٰ
 رسانید. 'اصغر' تخلص می کرد. در فارسی یک دیوان غزلیات
 مختصر از او باقی مانده است که در آن تخلص 'گوهر' دارد
 دیوان گوهر دارای سی و یک غزل بر دوازده حروف تمجی
 باقی مانده است
 شروع دیوان

ایا ساقی بیک جامی فراغم ده ز مشغلها
 بمجلس خود مشرف کن رهائی ده ز محفلها
 این اشعار از دیوان

گاهی نه در بریافتم آن ترک شوخ و شنک را
 عشقش چو آمد در دلم بشکست شیشه تنک را
 گوهر بمطلب میرسی کر جرعه ای از می جشی
 چون غیر از دل خوددکشی بنواز دف مردنک را

—
 گوهر را در حلقه ان سیمبر کر میرسی
 طرفه ان بخت اقبال است لیکن ما نصیب
 —

مستان صبوحیم تکلف ز شرع نیست
 از روز ازل برمن کاری ز ورع نیست
 واعظ مگو آنکه منم رند خرابات
 جسمم ز وجود است سرشتم ز فرع نیست
 از سرو بصورت منکر صوفی پرکین
 کاین سرو سمی باکلمی کنج زرع نیست
 آمد چو طبیبی بصرم بهر دوائی
 گفتم که غم عشقست علت ز صرع نیست
 گوهر چو یتیم است بود لائق آن شاه
 در تاج شه افتاد ورا خوف صرع نیست

کجا گوهر ز عشقت هست خالی
 ز شوق و آله شیخ و شباب است

از شوق گریه کردم طوفان نوح گشت
 در عالم عدم چون ز جورت سراغ شد

از عاشقان خسته تن، یک لحظ رو پنهان مکن
 ای یوسف گل پیرهن، ویران این کنعان مکن

تیغ دل بر کشیده می آید بهر قتلر دویده می آید
 چیست باعث که شهنشاه جهان از قشونهای بی جریده می آید
 چون نقاب از رخ کشیده اند حور بی پر پریده می آید
 بهر پابوسی آن سرو رواق سرواز سر خمیده می آید
 گوهر از بهر آن پری رخسار باگربان دریده می آید

ز عشقت اشکبارم باک گویم	ز فرقت دلفگارم باک گویم
چو پروانه که جانباز است بر شمع	بفرقت جانثارم باک گویم
ز نوک غمزه ات مجروح گشتم	بشغل آه زارم باک گویم
میان عالم علوی و سفلی	بمهرت آشکارم باک گویم
گوهر بارم چونیشان از دو دیده	ز کوی تو غبارم باک گویم



پیر نصیر الدین نوشهرائی، نصیر

پیر نصیر الدین در نوشهره فیروز (سند) در سال ۱۲۲۳ھ متولد شد. پدرش پیر عبدالحی در طریق نقشبندی صاحب علم و عرفان بود. نصیر الدین بیشتر زندگانی را در سیر سفر بسر کرد و در سال ۱۹۰۰ع فوت شد. در زبان سندی و سرائیکی، 'کافی ها' سرود. این اشعار فارسی او است منقول از بیاض قاضی دین محمد بختیارپوری (نوشته سال ۱۳۱۰ھ).

دلر از روی آن گلرو درین گلزار چون گل شد
ولی از ناز نافرمان چون لاله داغ بردل شد
رخش چون مصحف ناطق برو دو چشم چون مطلق
دو رخسارش که همچو ورق بر جدول ز کاکل شد
نصیر الدین ز حسن روی او خوبان عالم را
عرق بر رخ که چون شبنم بوقت صبح برگل شد
مصنف تذکره لطفی این رباعی و تضمین بر خواجه حافظ را نقل کرده است:

رباعی

در رضای خاطر فقراء کوشیدن خوش است
سم قاتل هم ز کف این قوم نوشیدن خوش است
بارها تکرار کردم نزد پیر می فروش
گفت از بیرخ، نصیرا عیب پوشیدن خوش است
تضمین بر خواجه حافظ

هدف گشتن به پیش ابرو کمان به به پیکان مژده مجروح جان به

به هجر دوست مردن زین جهان به وصال او ز عمر جاودان به
خداوندا مرا آن ده که آن به.

غبار کوی او با دیده رفتم ز درد جوریش شبها نخفتم
ز یار اغیار حال دل نهفتم بشمشیرم زد و باکس نگفتم
که راز دوست از دشمن نهان به.

بعید از خلق مائل سوی او باش تماشاکن جمال روی او باش
مقید درخمر گیسوی او باش دلا دائم گدای کوی او باش
بحکم آنکه دولت جاودان به.

چه صد حشمت چو دارا و سکندر چه عز و جاه کیکاؤس قیصر
چه تخت و بخت ملک و مال گوهر بداع بندگی مردن بدین در
بجان او که از ملک جهان به.

نه پشت دست از حسرت کزید است نه از جام الم جرعه کشید است
غرور حسن او اینجا رسید است شبی میگفت چشم کس ندید است
نه مروارید کوشم در جهان به.

ز حال این علیل تن پرسید دوایم زان مسیحا فن پرسید
علاج من به وجه احسن پرسید خدارا از طبیب من پرسید
که آخر کی شود این ناتوان به.

مکن هرگز حجاب از هند پیران مشو در اضطراب از هند پیران
بجو راه صواب از هند پیران جوانا سرمتاب از هند پیران
که رای پیر از بخت جوان به.

ز عشق روی او دیروز در دشت غزل خواننده رند مست بگشت
شنیدم این سخن میگفت میکشت کلی کان ششال سده ساکت
بود خاکش ز خون ارغوان به.

لب لعلش بمثل شهد و سکر از د سیرین تر گفتار دلیر
نصیرا شعر نو سیرین از د تر سخن اندر دهان ده مست که هم
و لیکن نکه حافظ از آن به.

تاج محمد خان لغاری

تاج محمد خان بن غلام الله خان (اول) از دودمان لغاری نوابان تاجپور (سند) در قرن سیزدهم می زیست. خوش مزاج و نکته سنج و حکیم و شاعر زبان فارسی بود. این غزل ناصحانه از او است:

تو دل خویش بدست آر برادر جانی
این همه حرص و هوا هست بیک دم فانی
کاش که عمر تو برباد رود در غم سال
تو کمر بسته و چالاک درین نعمانی
تو که یک روز جدا می شوی از دار فنا
در جهان، آن که می خوانی تو کرامی خوانی
'تاج محمد' که سر عشق نداری هرگز
این چه بیهوده عقل ست همه نادانی



خلیفہ گل محمد ساونی، گل

گل محمد از قبیلہ آخوندان ساونی (عقیلی قریشی) در قریہ ہالہ کندی (ہالا قدیم) در سال ۱۲۲۶ھ متولد شد۔ عالم و فاضل بود و بزبان عربی و فارسی دسترس کلی داشت۔ در طریقہ قادری خلیفہ 'پیر پاگاہ' سید علی گوہر شاہ 'اصغر' بود برای ادای فریضہ حج بہ عربستان رفت و در سال ۱۲۷۲ھ آنجا فوت شد۔ شاعر زبان عربی و فارسی و ہندی بود۔ 'گل' تخلص می کرد۔ شاعر اول بود کہ در ارکان عروض 'دیوان ہندی' را تصنیف کرد۔ اشعار او در زبان فارسی دستیاب نشد۔ فقط این قطعہ بر وفات پیر محمد اشرف ازو بہ یادگار است۔

او غلام غوث آل حضرت غوث زمان
ابن صالح پیر محمد اشرف آن قطب زمان
بود آن نوبادہ بستان معنی دلکشا
پس پذیرد در قلوب خلق چون در جسم و جان
ریشک میبردند بروی دشمنان اہل قریش
از حسد و ز بغض طبیعت بود کایشان را نہان
روز عید انور میان شہر راجہ تالیور
بغض حال حاسدان در گفتگو گشتہ عس
در جوارِ شہر بر آن دوست حق بران سع
در رسیدہ از قضای اسانی ناکہان
چون امام پاک حضرت سید السہدا حسن
گشتہ شد آن بیکہ از دست ظلم ظالسان

بین کرم آبش که چون بر قتل اعدا دست یافت
 عفو کرد از بهر حق خون ذبیح بی گمان
 ای خوشا منصب پدر کو بر رضا مشکور ماند
 در اجر اعلیٰ عفو اصلح بدست آورد آن
 جستم از دل ماهیت سال شهادت وی که چون است
 گفت ای گل که "این شهید کربلا مقتول دان"

۱۲۵۴هـ



،

خلیفہ لطف اللہ ساونى، لطف

خلیفہ حاجی لطف اللہ بن نصر اللہ از دودمان ساونى عقیلنى
قریشى، متوطن هالا قدیم در آخر قرن سیزدهم مى زیست
شاعر سندى و فارسى بود۔ این اشعار را در مدینه پیش روضہ
اطهر سرود۔

غمى دارم دوايش از تو جويم
تن بیمار طعم را طبیبى
پریشان دل فتادم از وطن دور
نظر فرما برین حال غریبى
درین آوارگى بیچاره کستم
به تنهائى نو با قربت قریبى
ز لطف عام تو امید دارم
دعاى مستمندان را مجیبى



عبدالقادرف قادربخش، بیدل

عبدالقادرف عرف قادربخش بن محمد محسن در سال ۱۲۳۰هـ در شهر روهری (نیز لهری و لوهری) متولد شد. تعلیم و تربیت را در زبان فارسی بمدارج اعلیٰ رسانید و شاعر زبان عربی و فارسی و سندی و سرائیکی گشت. بمناسبت نامش (عبدالقادرف) 'بیدل' تخلص کرد. 'دیوان بیدل' معروف و موجود است. بیدل عالم و فاضل بود و در صحبت صوفی جان الله شاه (ثانی) در طریق قادری صاف دل صوفی گشت. اعلام داد که:

انا الشیعی و لکن لا أبری من الخلفاء هم سرج الهدایه
انا السنی و لکن قائل الفضل لقامع خیبر و والی ولایه.

—

درویش نه شیعه و نه سنی است
پروانه شمشیر لدنی است.

مزید گفت:

فقیر عبدالقادرف که صوفی و حنفی است
فگند طرح سکوت به قصبه لهری
یک هزار دو صد شصت و پنج کرد رقم
سطور چند بر ترتیب نغز نظم دری.

"سطور چند" اشاره مختصر است به کتابی که در سال ۱۲۶۵هـ تصنیف کرد ولی سلسله تصانیفش چند سال پیشتر در ۱۲۵۸هـ شروع شد. صاحب تذکره لطفی (جلد سوم) این شصت تصانیف بیدل را بر شمرده است.

(۱) **مثنوی ریاض الفقراء**: تصنیف سال ۱۲۵۸ هـ مشتمل بر تقریباً یک هزار بیت.

(۲) **دیوان سلوک الطالبین**: در سال ۱۲۵۹ هـ در آن 'طالب' تخلص کرد. شروع با این غزل است:

الاهی موج وحدت بخش دریای خیالم را

به بحر حال گم گردان حباب قیل و قالمر را

(۳) **رموز القادری**: تصنیف در سال ۱۳۵۹ هـ در شرح قصیده غوثیه.

(۴) **دیوان منهاج الحقیقت**: در سال ۱۲۶۴ هـ مشتمل بر سی و یک غزل

(۵) **مثنوی نهر البحر**: سال تصنیف ۱۲۶۴ هـ بر نقش پای مولانا جلال الدین رومی مثنوی مولانا 'بحر' است و این مثنوی 'نهر'

نهر بحرش نام کردم ای فلان

بحر بعض مثنوی وین نهر آن

(۶) **رموز العارفین** سال تصنیف ۱۲۶۸ هـ در توصیف و تشریح مسئله وحدت الوجود

ای آن که توئی وجود مطلق ذات تو حقیقه الحقائق

باشکل هر آن چه هست پیدا از ملک و ملک توئی هوید

ای رفع سماء و زینتها تو حقائق امیاء و عینها

در شرح من عابد و تو معبود در معنی جز تو نسبت معبود

(۷) **دیوان مصباح الطریقت** سال تصنیف ۱۲۶۸ هـ مسدس

هزار غزل، قصیده، رباعی، مخمس، مسدس و سطر

ترجیع بند شروع

"الاهی مطلع الانوار، وحدت سار حاکم"

از دیگر تصانیف او "پنج گنج" در نثر و نظم است (که ترجمه آن در زبان سندی زیر نگرانی راقم چند سال پیشتر طبع گردید). این جمله تصانیف بیدل در 'نظم' فارسی است. البتہ خلیل در تکملة المقالات بیدل را یاد نکرده است. این اشعار بیدل در وصف 'لهری' (روهری) است که مسکنش بود و آخر مدفنش گشت. عبدالقادر عرف قادر بخش 'بیدل' بتاریخ ۶- ذوالقعدة ۱۲۸۹ھ در روهری فوت شد و مدفنش مرجع خلائق است.

ز هی لهری که چون جنت عدن است سراپا مجمع آرام و امن است
زیارتگاه هر روشن ضمیری دلیل راه هر جان منیری
مگر این بلد چون بیت العتیق است که جای طوف مردان طریق است
دگر پرسی ز حال ساکنانش سراسر جمع خاطر در امانش
ز حسن مظهری هر جاش غلغل بهرجا گل بهرجا شور بلبل
این غزل در شروع "دیوان مصباح الطریقت" آمده است.
الاهی مطلع الانوار وحدت ساز جانم را
ز ظلمستان کثرت رستگاری ده روانم را
خیالم را چنان مهمیز غیرت زن که از هرسو
نماید جلوه وحدت وجود این دیده گانم را
همی خواهم که از یادت نباشد یک نفس غافل
بذکر و فکر خود پرواز پنهان و عیانم را
بالحائی محبت خود دل افسرده را کن گرم
کلام و زندگانی بخش سنگ استخوانم را
چنان کن نور ایمان ظلمت کفر جلی بردی
باثبات حقیقت کن نفی شرک نهانم را

—

دانش از خود رود به آمدنش
آخر عقل اول عشقت.

—

بیدل اسلام جلوه گر نگرده
تا هوا و هوس نگرده مات.

—

صفا علامت صوفی بود، نه جامه، صوف
دل منیر کجا، خرقه و کلاه کجا
گدای عشق نجوید تقرب سلطان
غنا فقر کجا، حب مال و جاد کجا

—

ظاهراً با خلق عالم می روند
باطناً زین قید بیرون می شوند
ظاهراً آرایش تن می کنند
باطناً "ارنی انا الله" می زنند
صورتی دارند و هم بی صورت اند
کثرت انکارند و هم بی کثرت اند
صورت شان محو در معنی شده
قیس ایشان شویمو لیلی شده
کرچه کوش آرند بر بانک جرس
روح ایشان شد بلیلی همنش



عبدالواحد، عبدی

میان عبدالواحد بن میان عیسن ساکن قریہ پیری (ضلع نوشہرہ فیروز) در قرن سیزدهم می زیست. در سلوک و عرفان مرید سید نور محمد شاه ساکن 'کندها' بود و آن معتقد عارف قاضی احمد خلیفہ خواجہ محمد زمان لواری. در زمرہ سالکان، میان عبدالواحد بلقب 'یکہ والہ' مشہور گشت. شاعر زبان فارسی بود و 'عبدی' تخلص می کرد. دوران تحقیق بتاریخ ۷۰۰ مارچ ۱۹۶۹ع راقم را در قریہ پیری این ابیات از یک غزل 'عبدی' دستیاب شد.

قاضیا چندین نصیحت می کنی از عشق دوست
آتشی از بادِ صر صر کی بگیرد انتفا
اہل طاعت را ہلالی چیز آمد ماہ نو
و این ہلال عید مارا در شفق رنگ حنا
عابدان را قبلہ ای باشد جمال سنگ کعب
قبلہ ما عاشقان محراب ابرو کج نما
از چہ عبدی گشتہ ای پابستہ در ناموس و ننگ
خیز چون مردی یلانہ شو بمیدان کربلا



غلام محمد خان لغاری، غلام

غلام محمد خان بن نواب علی محمد خان لغاری در سال ۱۲۰۴ هـ متولد شد. تعلیم و تربیت زیر نظر والد خود یافت و ادیب و شاعر گشت. تخلص 'غلام' می کرد. 'دیوان غلام' به تحقیق و تصحیح راقم (مطبوع سندی ادبی بورده ۱۹۵۹ ع) موجود است. مطلع اولین غزل در دیوان:

الاهی شوق عشق خود به بخشی جسم و جانم را
بوصف خویش جوهردار کن تیغ زبانم را
غلام محمد خان بدربار فرمانروا، سند میر نورمحمد خان منسلک بود. در تاریخ ۹ جمادی الثانی ۱۲۷۹ هـ فوت شد این رباعی ازو است:

من نیست کسی آشفته و سودائی
بسر زلف گره دار رخ زیبائی
عهد کردم که دگر بار ننوشم هرگز
بجز باده، لعل لب شکر خائی
اشعار

حال دل را کسی نمی داند
هرکس از حال خویش ممنون است

—

از دنیا حرام می گویند
بهر دیدار دوست ان خوش است

—

گر بظاهر از تو دورم لیک غافل نیستم
هست شش چیز تنم در بند عشقت مبتلا
جان به هجر و خاطر از درد و ضمیر از بار غم
لب بحسرت دل بسوز و هم زبان در نالها

موازنه با غلام محمد گرامی:

گر گرامی نیز گفتا شعرهای پر نمک
لیک از دریا ذر شہوار می آید دگر

چند غزل از دیوان غلام:

من نه تنها ز فراق تو شدم ناله زنان
نیست شہری کہ دو او شور ز غوغای تو نیست
هیچ چیزی ز تو ای دوست نه دیدم خالی
نیست جای کہ دہر او مسکن و ماوای تو نیست
شمع را هست بہ ہر شب رخت سوز و گداز
نیست پروانہ کہ گرد رخ زیبای تو نیست
نہ یکی یوسف مصری است غلام کویت
کیست کو بندہ درگاہ معلای تو نیست

—

لطف حق با کسی کہ شامل نیست
ہوش دان یقین کہ کامل نیست
ہر دلی کوست در سر دنیا
میل او سوی اصل مائل نیست
ہر کہ بیمار ناز چشم اوست
گر مریض ست لیک کاہل نیست
باد او ورد ہر دلی کہ شدہ ست
گر چہ ناخواندہ ست جاہل نیست

هر کرا هست هستی موهوم
فی الیقین او به دوست واصل نیست
عشق او مشکل ست بس مشکل
زان که آن جا دمی تغافل نیست
تا حدیث از لبش شنید غلام
گوش او مائل مسائل نیست

عشق شد رهنمای ما ز ازل عشق شد بینوای ما ز ازل
عشق بوده است یار غم خواریم عشق شد آشنای ما ز ازل
من شدم مبتلای عشق او عشق شد مبتلای ما ز ازل
شده وصلش میسریم از عشق عشق شد جانفرای ما ز ازل
عشق بردای غلام دین و دلت عشق شد دلربای ما ز ازل

داغ رشک تو از قمر معلوم شور لعل تو از شکر معلوم
شوخی نا چشم خون ریزت هست از ناوک نظر معلوم
کج ادائی ز تیغ ابرویت ظالما کشت سر به سر معلوم
لطف حسن تو ای بت نازک شده از نازکی کسر معلوم
رسم جور تو ای بت بد کیش آشکار است در دهر معلوم
چشم از سوز هجر خون بار است اتش عشقم از جگر معلوم
نیست حال دلت غلام مکر بر بت شوخ و بدحیر معلوم

شور در عالم فتاد از خنده نسکس -
نرخ مکر کسب از زان از لب نسکس -
دل بنار جسم مکنون بر سد نسکس -
مروغ جانم سد اسیر گستری نسکس -

ای مه من چشم کس هرگز نخواهد دید راست
 سوی خورشید رخت از تابش تمکین تو
 از دلش هرگز نخواهد رفت بیرون درد و غم
 هر که یکدم گشت ای جانان من هم شین تو
 جز شفقت نیست هرگز رسم مهر و لطف هائین تو
 میکنی بی خوف خون عاشقان کافر دلا
 یا مگر خون مسلمان شد روا در دین تو
 غم از گردش گردون غلاما میشود
 آخر از وصل نگار نازنین تسکین تو

—

ساقی فرخنده پی داد به من جام می
 داد به من جام می ساقی فرخنده پی
 گفت که در فصل دی باده پرستی خوش است
 باده پرستی خوش است گفت که در فصل دی
 گل همه شد غرق خی ز آتش عشق رخس
 ز آتش عشق رخس گل همه شد غرق خی
 لطف خدا کرد طی نامه هجران من
 نامه هجران من لطف خدا کرد طی
 چین و حبش روم و ری هدیه زلفش نشد
 هدیه زلفش نشد چین و حبش روم و ری
 مست کند بانگ نی عاشق سرمست را
 عاشق سرمست را مست کند بانگ نی
 کی برود مهر وی از دل و جان غلام
 از دل و جان غلام کی برود مهر وی



فتح الدین شاه

فتح الدین شاه از دودمان سادات بخاری از اولاد مخدوم جلال الدین جهانیان "جهان گشت" در سال ۱۲۰۵ھ در شهر اوچه متولد شد. او اولین فرد بود که در حدود شهر حیدرآباد محله "تنده جهانیان" را آباد کرد. اولادش تا هنوز آنجا مقیم و معروف به "جهانیان پوته" است. فتح الدین شاه در سلوک از صوفی فضل الله شاه قلندر (المتوفی ۲۷ جمادی الاخر ۱۲۳۳ھ ساکن قریه "جهوک" عرف میران پور فیض یافته است. در سال ۱۲۹۱ھ فوت شد دیوان خطی مختصر مشتمل بر سی و چهار غزل از او یادگار مانده است.

الف الفاظ الاهی در صدف کوهر نما
سی بهاری در بهارش یافتم هر مدعا

چشیدم مغز معنی جز و کل را
به فتح الدین عیان اسرار باشد

دیدیم فتح دین را در باب کنج محبت
در سینه سوز دارد کربان چه احتیاج

سر معنی کشیده ام که سرس خورشید حیات حسنه که سر

آن که فتح ست دین در دو جهان در ره عشق دیده ام که می‌رس

—

خانه ویران من آباد شد یافتم در دیده شمع وصال

—

خورم خون جگر در جوش وحدت شکر ایزد بفتح الدین رسیدم

—

منور جلوه مهتاب دیدم بصورت پرتوی در خواب دیدم
شدم خاموش باهم خلوت دل که سوز عاشقی نایاب دیدم

—

شدم بیگانه از بیگانگان من که عینم دید رتبه آشنائی
شده روشن دو عالم فتح دین را به تیغ همت مشکل کشائی



فیروز خان مری، فیروز

فیروز خان از قبیلہ 'مری بلوچان' ساکن سند بود. نواب الہداد خان صوفی (وفات ۱۳۰۰ھ) در منتخب خویش (جنگ بیاض اشعار) فیروز را آورده است. ازان گمان می شود کہ او در عہد تالپور امیران سند در قرن سیزدهم ہجری می زیست

ذوق شعر فارسی بدرجہ اتم داشت و منتخب غزلیات (بیاض جنگ) را تالیف کرد. نسخہ خطی آن، یعنی 'منتخب فیروزی'، در ذخیرہ راقم محفوظ است ولی ناقص است و فقط صفحات ۹۱ تا ۲۲۲ باقی است. این نسخہ، خوش خط و ہر صفحہ مستطیل و مزین بہ خطوط رنگین است. غزلہای صائب و محسن تتوی را بار ہا آورده و غزلیات خویش را نیز بہ کثرت نوشتہ کہ تعداد آن بہ چہل می رسد

در طریقت، عقیدتمندی خویش را با بزرگان ملتان اعلام کردہ

رہ پنجابیان فیروز روشن از من است

من غبار خاک راہی حضرت ملتانیم

از شعراء قدیم، صائب ممدوح او بود و این غزل را در مدح او سرودہ

کی رسد فکر دل من بخیال صائب

بر فلک پای نہد جاہ و جلال صائب

اشعارش در تتبع صائب و کلیم و خالص حسین است

صائب ز کنجہای کرانمایہ بی نثار جہ حفظ

اگرچه خود نفشانی ز برگ و بار چه حظ.
 فیروز: بغیر گردش ساغر ز روزگار چه حظ
 چونست روز نشاط از شب خار چه حظ.
 صائب: ز اکسیر قناعت خاک شکر می تواند شد
 ز فیض سیر چشمی سنگ گوهر می تواند شد
 فیروز: ز فیض عشق حنظل قرص شکر می تواند شد.
 زهر در کام مجنون شیر مادر می تواند شد.
 فیروز با کلیم و 'خالص' نیز همکلام شد.
 کلیم: دل از غم بیش و کم تقدیر گذشته
 از نیک و بد عالم دلگیر گذشته
 فیروز: فریاد دل از حلقه زنجیر گذشته
 سر رشته این از کف تدبیر گذشته.
 خالص: غزل خالص بهار شد که شود سیرالهای قدح
 زند هوای گلستان از صفای قدح
 فیروز: رسید موسم گل می وزد هوای قدح
 نه طرفه غنچه چو گل گشت رخنمای قدح.
 در خصوص نفوذ حافظ درین دیار گفته است:
 شاعران فیروز بهر نظم رنگین در سخن
 شعر حافظ هر کجا دیدیم تضمین کرده اند
 اثر مصرع جامی:
 بر سوای جهان فیروز کرده مصرع جامی
 شدم دیوانه آن طفل پری پیکر نروسنگم (۹)
 یاران صفاهان را هم چنین یاد کرده است:
 فیروز من این غزل را که نوشتم
 چون تحفه بیاران صفاهان برساند

از تلمیحات در چندین غزلها معلوم می شود که فیروز با موسیقی شغف داشت:

خوش آن بزم میان لاله و گل
زبانِ خار موسیقار باشد.

—

شعر فیروز خوش ترانه ماست
نغمه او رباب را ماند.
انتخاب این چند اشعار از 'منتخب فیروزی':
هر کس که بخود بینی گردیدمصور
در آئینه دل نکته زنگار توان کرد

—

دل قدری درد تو موجود ندارد
مانند ایازست که محمود ندارد

—

حرف از لب لعل تو شنیدن نگذارند
آنها که ترا با من دیدن نگذارند
فیروز کجا باده به پیمانه دراریم
چون باز به میخانه رسیدن نگذارند

—

موسفیدی هست حرص ما پر زور کرد
مرهم کافور ما این رخم را ناصور کرد
نیست بر فرهاد از دیدار شیرین شور عشق
آنچه بر خسرو چو نقش صورت شاپور کرد

—

یک نقطه تو بس باشد صد شرح معانی را
در درس محبت تو دفتر بجه کار آمد

—
تأثیر ندارد به بدان پند تو صد سال
عیسیٰ گر تعلیم گری خر شده باشد...
فیروز باین حشمت اشعار که دارد
شک نیست ز ایران گر نادر شده باشد.

—
همت فرهاد آن دلهای سنگین کرده اند
بیستون را سنگدان نقش شیرین کرده اند.

—
پاس ادب دل که بدیوانه گذارند
خانه است که با مردم بیگانه گذارند
از نفی و اثبعت یقین گشت گما نها
شوریست که در حلقه مردان گذارند
فیروز نکوئی به بدان دست نداده
مانند خراجی که بدهقان گذارند.

—
مزن بمرده دلان حرف زنده طبعان را
سخن تو از لب عیسیٰ است، گوش خرچ کنی

—
بهشت می طلبی بر قدم مادر باش
چو آفتاب ببر صبح سوی خاور باش
اگر قبول نسازی نصیحت فیروز
رضای تست بزن یا مطیع مادر باش



محمد صالح دمائی

قاضی احمد، منسلک بہ طریقہ نقشبندی، یکی از خلفاء خواجہ محمد زمان لواری بود. 'شهر قاضی احمد' (ضلع نوابشاه) بنام او مشہور است. بعد وفاتش (ف ۱۲۲۴ھ) فرزندش محمد صالح صاحب سجادہ گشت. از صوفیاء و صلحاء عصر بود مدفنش متصل مزار پدرش در قریہ 'قاضی احمد' واقع است. این چند بیت از او در کتاب 'بزرگان دمائی' در مکتوبات او منقول است

کار من نیست کہ کسی را بجدال
 رہ نمائیم بخدای متعال
 ہر کہ پی در پی من بشتابد
 آنچه من یافتہم ہم بیابد
 در مدح پدرش قاضی احمد کہ عالم و عارف بود گفت
 آنکہ نامش بریان بردنم از بی ادبی است
 کرچہ ذرات تنم جملہ بنامش کویا است
 لیک ز آنجا کہ زبان نیز سعادت طلبیست
 کر باین نام شریفش ز جفاست
 قطب حق ہادی دین حضرت احمد امجد
 آنکہ پیشش بتواضع قد افلاک دو تاست



محمد عارف، صنعت

محمد عارف بن محمد امین از قبیلہ اعوان در اوائل قرن سیزدهم در شهر شکارپور متولد شد. محمد عارف در صنعت خیمہ دوزی مقام داشت و ازان مناسبت 'صنعت' تخلص کرد. پیش ازان 'عارف' تخلص می کرد. دیوانش را بعد از مدت مدید فرزندش عبدالخالق وکیل (باهتمام پوکرداس، تاجر کتب شکارپور) در سال ۱۳۱۳ھ از لاهور شایع کرد. در دیباچہ می نویسد کہ والد بزرگوار موصوف "در زمان حیات مستعار خود فخر شاگردی اوستاد الكل" جناب فردوس مکان مرحوم آخوند صاحبذہ تخلص بہ 'صاحب' امام مسجد قاضی سندھی شکارپوری حاصل کرده و از اوستاد تخلص 'صنعت' ماذون گشت.

صنعت یک دیوان و یک مثنوی بنام "ناگهان" متعلق بہ 'داستان جمجمہ سلطان' بگذاشت. ابتداء دیوان مطبوع بہ این قصیدہ می شود در حمد باری تعالی جل شانہ:

ای بادہ، سودای تو در ساغر دلہا

وی ذوق المہای تو صد نشہ، صہبا

بعد از چند قصیدہ، غزلیات با این غزل آغاز می شود:

بہ بسم اللہ کردم ابتدا عنوان دیوان را

نہادم بر سرش افسر رحیم و نام رحمان را

غزل آخر در دیوان:

بس که از نشه صهبای خیال نگهت
 همچو صنعت شده ام مست و خراب ای ساقی
 'دیوان صنعت' بار دیگر باهتمام سندی ادبی بورد (۱۹۶۸ ع) و
 بتصحیح و مقدمه لطف الله بدوی شایع شد
 استاد او صاحبذنه 'صاحب' در شعر صنعت گفت:
 به شعر صنعت صاحب اگر تو دم بزنی
 به خلق یاد دهی معجزه مسیحا را
 صنعت در مقطع غزل خود جواب داد که:
 به شعر صاحب صنعت چه جای دم زدنیست
 کجاست حاجت مشاطه روی زیبا را
 صنعت بوم و زاد خود را، یعنی شهر شکارپور را عزیز می
 داشت و در مدح شهر قصیده سرود
 خوانند هست جنت اکبر شکارپور
 وز هشت در بهشت نکو تر شکارپور
 احرام طوف کعبه، کوی بتان شوخ
 بستند حاجیان حرم در شکارپور
 از نور عارض رخ خوبان مه لقا
 چون بزم انجم است منور شکارپور
 'هشت در' یعنی فصیل شهر که هشت دروازه ها دارد تکمیل
 هزاری، هاتمی، خانپوری، سیوی، واکنوی، کاران و نوشهره
 دیوان صنعت نیز دارای قصیده ای است، در آن وصف
 شهر شکارپور و مدح والی شهر سید زین العابدین است که از
 فرمانروا، سند میر محمد نصیر خان در انجام متعین بود

شکارپور کہ رشک ریاض رضوانست
گلشن ہمیشہ بہار و شگوفہ خندان است
ہوای عالیہ سالیس چو نو بہار ختف
فضائش ہمچو شفق رنگ گل بر افشان است
امیر سعید زین العباد روشن رای
کہ نورحسن ز سیمای او درخشان است
ظہیر ملت و مذهب ولی دانش و دین
امین دولت میر نصیر دوران است....

صنعت قصیدہ در مدح نواب احمد خان لغاری مختار کار پرگنہ
چاند کہ سرود:

نامور نامی نواب نامدار ذوالکرم
آن کہ او ہمنام گشتہ سرور خیر الامر
آن کہ اندر نامداری با ہزاران مجدوجاہ
با بنی ہمسایش افراختہ اعلیٰ علم
آن کہ اورا شد خطاب از بارگاہ بی نیاز
سرور نواب احمد خان امیر محترم.

صنعت در سال ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ع) فوت شد. قبل از وفات ریشی
در قفای گردن پیدا شد و طبیبان از علاج او عاجز آمدند. ازین
مناسبت سرود:

مائیم و فقط عشق رخ یار دگر ہیچ
داریم در آفاق ہمین کار دگر ہیچ
چون بہ نشد از مرہم ریش غمت اکنون
الماس نہر بر دل افکار دگر ہیچ

صنعت شاعر غزل گو بود این اشعار منتخب از غزلہای او

چون غنچه سر ببال خود آورد بلبلم
 زیرا که گل ندارد پروای ناله را
 صنعت نمود دعوی عشقت که در ازل
 بر نام او نوشت قضا این قباله را

—

ز وضع شوخی 'صنعت' ادب را خنده می آید
 که گستاخانه می بوسد نقوش پایزارش را

—

عاشقان را در تبسم جان می بخشد لبش
 هست 'صنعت' خنده گل جان فزای عندلیب

—

پیش از محبتت ز جهان یک نشان نبود
 تا آن نبود گردش این آسمان نبود
 بود بزم کاه گیتی در پرده، عدم
 آهنگ جلوه جانان کر درمیان نبود
 از آه سرد سینه و از کرم کریه چشم
 آثار آب و آتش اندر جهان نبود

—

شود چون خیره چشم افتاب از تابش رو بس
 کجاست را بود طاقب که بیند یک نظر سوس
 شود محور تماشا یس برنگ دیده، سیمه
 میسر گر شود خورسید را نظاره، ره بس
 بسیخ انتقاروت خند دل بر اس هجران
 بگرداند کباب اس غمت بملو به نملو بس

غزالان شوخ چشمش را نگاه ناز می بینم
نگهدارد خدا از چشم بد شوخی آهویش
کراما کاتبین را کی خبر باشد ز ایمائی
اشارتها که میدارد به 'صنعت' ناز ابرویش.

—

نوای نالهء 'صنعت' بگوش جان بشنو
که شاخسار غمت را هزار دستان ست



،

محمد محسن، بیکس

محمد محسن فرزند عبدالقادر عرف قادر بخش 'بیدل' بود. در سال ۱۲۷۵هـ در شهر روهری متولد شد. تعلیم و تربیت در نزد والد خود یافت. در سال ۱۲۹۸هـ فوت شد. شاعر زبان سندی بود و در فارسی نیز شعر می پرداخت. 'بیکس' تخلص کرد لطف الله بدوی در تذکره جلد-۳ این اشعار را از او نقل کرده

ساقی بهار آمد رنگین لباس کن
می لعل خام بگشا وحدت لباس کن

—

حکایت حالت هجران تو می دانی و من دانم
شکایت شوخی چشمان تو می دانی و من دانم



محمد مفتی، خاطی

محمد مفتی تخلص 'خاطی' در شهر شکارپور در نصف آخر قرن سیزدهم زندگانی بسر می کرد. سدارنگانی در کتاب 'شعراء فارسی سند' ترجمه، خاطی دارد. معاصر میر علی نواز علوی بود. 'علوی'، 'خاطی' را در غزلخوانی کم مایه می شمرد چنانچه گفت:

چشم بگشا او 'خاطیا' بنگر
تو کجا و کجا غزلخوانی
هر که شعر تو دید گفت آن دم
حیف بادا برین غزلخوانی

در جواب 'خاطی' گفت:

'علوی' از اخلاص دل هستم غلام چار یار
لعنت ایزد بود بر رافضی و خارجی



مخدوم محمد عاقل، عاقل

مخدوم محمد عاقل عرف مخدوم پیرمحمد از دودمان مخادیم کهره (ضلع خیرپور) عالم، فاضل، فقیه، ادیب، مورخ و شاعر بود. قصه چهار درویش را در جواب 'بهار دانش' در نشر فارسی تصنیف کرد. تاریخ آئینه جهان نما در تاریخ سند در زبان فارسی تصنیف کرد. در ادب و انشا دو تصنیفاتش یکتا است انشای عاقلی مرغوبی و دوم ریاض المحافل که در رای فاضل وفائی مرحوم در آداب مجلس و سخنوری نظیری ندارد مخدوم موصوف 'عاقل' تخلص می کرد و دیوان عاقل از و یادگار

عاقل شاعر قادر الکلام بود و در زبان فارسی هم باخبر از کمالات شعراء اولین ایران من اراقم مصنف، نسخه ای خطی دیدم در ذخیره، کتب مخدومان کهره بعنوان 'دیوان بوستان خیال' تالیف 'بیگنال قلی ابدال رومی' دست نویسنده مخدوم محمد عاقل که کتابت ویرا به تاریخ یازدهم جمادی الاول ۱۲۸۳ هـ به تکمیل رسانید مولف کتاب در دیباچه نوشت "چون مدت مدید و عهده بعید در صحبت

شعراء زمان و فصیحای دوران بودم و از فوائد انفس شریف ایشان که مصاحبه گلستان پر از گل و مل و چون گلشن معارف اهل عدل از لاله وریحان بوده از اینجا کلی چند حدم

یعنی که تذکره شعراء تالیف کرد باین نهج که برای موازنه مطلعهای چیده از غزلیات ایشان آورد که شاهد بر هم زبانی و هم نوائی بوده مثلاً:

حافظ: اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخاله هندویش بخشم سمرقند و بخارا را.

جامی: بمسجودی که بست ایوان این نه طاق مینارا
که جز ابروی آن مه نیست محراب دگر مارا.
دوران کتابت این نسخه، مخدوم عاقل مطلعهای غزلیات
خویش نیز شامل کرد. مثلاً:

جامی: زهی شرمندگی از عارضت خورشید تابان را
ز لعل جانفزایت صد خجالت آب حیوان را
عاقل: ازان وقتیکه نوشهدم می از لعل لب جان را
حرامر باد گر نوشم دگر بار آب حیوان را.

میر قاسم: ای مظهر جمال تو مرآت کائنات
وی جنبش صفات تو از مقتضای ذات
عاقل: ای نور نوربخش تو ذرات کائنات
هست از وجود تو همه این مظهر صفات

سعدی: من از تو روی نه پیچم اگر بیازاری
که خوش بود ز عزیزان تحمل و خواری
عراقی: بکوش تا دل آزرده را بدست آری
که اهل دل نپسندند مردم آزاری
عاقل به هوش باش که تا هیچ دل نیازاری
بدست آر اگر می توان بدست آری.

مخدوم موصوف تاریخ ششم ماه شعبان سنه ۱۲۹۳ هـ رحلت کرد. پیر محمد اشرف نقشبندی قطعه تاریخ نوشت. آه ز فوت حضرت مخدوم از جهان رسم جود و حلم برفت سال وصلش چو از خرد جستم گفت می می شعاع علم برفت فاضل وفائی این اشعار عاقل را در تذکره مشاهیر سند اجلد دوم نقل نموده است:

برون شد از خم دیرین شراب آهسته آهسته
بر آمد از پس کرد آفتاب آهسته آهسته
فریب روی آتشناک او خوردم و ندانستم
که خواهد خرد خونم چون کباب آهسته آهسته
باین خورسندم از نسیان روز افزون پیرینها
که از دل می برد باد شباب آهسته آهسته
بیا بشنو توپند من اگر هستی تو عاقل دل
که طفل خرد می خواند کتاب آهسته آهسته



مراد نصرپوری، مراد

مراد از قبیلہ قاضیان نصرپور بود. دیوانش 'دیوان مراد' را در کتابخانہ حکیم مرحوم قاضی محمد بخش در شہر نصرپور دیدم. دیوانی بود مختصر یک یا دو غزل بر ہر حرف قافیہ و در آخر اعلام از کاتب کہ "باتمام رسید نسخہ کتاب فیض مآب از دست فقیر حیات فقیر بتاریخ بیست و دویم بروز شنبہ ماہ صفر ۱۲۴۸ھ". یعنی کہ مراد در نصف قرن سیزدہم می زیست. این اشعار از دیوانش نقل می شود:

حال دل در بیان نمی آید در بیان بی بیان نمی آید
سخن عشق شعلہ آتش راندن آن بر زبان نمی آید
جان شیرین روان بلب آمد لیک مونس روان نمی آید
آتش عشق در دلم بگرفت ابر رحمت بران نمی آید
مراد از جہان بہ عشقش مرد رفت، در لامکان نمی آید
این مناجات در آخر دیوان.

بہ نیروی قدرت چہ صنعت گری کہ کس را نباشد بتو ہمسری
قلم قدرتت نقش بستہ بر آب تو بی مثل صورت جہان آفری
ز پشت آوری نطفہ در شکم تو آن نطفہ را در شکم پروری
کہ پیش از تولد شدن آن پسر ز خوان بہ پستان تو شیر آوری
چو پرورده شد بچہ با عز و ناز نمی در دلش نور دانشوری
بلطف تو چون در بلاغت رسید بروی زمینش دہی سروری
چو از خود دہد رزق رازق مراد تو از بہر روزی چہ غم می خوری



ملا عبدالرحمان ساونى

ملا عبدالرحمان ساونى ساکن هالا قدیم در قرن سیزدهم می
زیست. این تهنیت نامہ بر تولد فرزند فضل اللہ شاہ المقتول
سرود. تاریخ ولادت فرزند ۱۱ ماہ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ بود

آمد بہار فضل بہر گوشہ گل شکفت
بر شاخ ہر درخت عنادیل نغمہ گفت
اندر صحن چمن بمددگاری غصن
خاشاک و خار باد صبا از زمین برفت
قمری و عندلیب ترنم سرا سرود
لالہ بگوش وہ بکلہ کج طراز بست
نرگس خمار داد ریاحین ایچنین
خیری بحسن و خوبی از ارغوان گذشت
نوکل بہر طرفہ تماشای جلوہ کر
از یاسمین طیب طرب درمشام رفت
آری ز ابر احسان باران فرا رسید
درکودہ و دشت و باغ زمین لالہ زار کشت
باران فضل یزدان ہر جایکہ رسید
درشش جہان عالم ہرکس ز ذوق مست



مولوی گل محمد عباسی، کنبوی

مولوی گل محمد عباسی در قریه گنده در قرن سیزدهم
زندگانی می کرد. آن جا مکتب داشت و تعلیم و تربیت در
زبان فارسی می کرد. فرزندش عظامحمد 'عطا' شاعر زبان
سندی و فارسی مشهور است. این بیت از اوست:

عشق مجازی چون خدا را بود
پس چه گناه است که ما را بود

،



میر حسین علی خان تالپور، حسین

”سرکار دولت مدار“ میر حسین علی خان ابن میر نور محمد خان بن میر مراد علی خان) از خانواده تالپور فرمانروایان سند بود بعد از تسلط انگلیس برسند (۱۲۵۹ھ) اسیر گشت و پانزده سال در قید فرنگ در کلکته بسر کرد. ازان بعد به سند آمد و در سال ۱۲۹۵ھ فوت شد. شعراء معاصرین رفیع الدین رفیع سرهندی، آخوند احمد ساونی، آخوند غلام حیدر، صاحب تکمله مخدوم ابراهیم خلیل، سید حسن علی شاه، ضیا تنوی، امید علی تنہا، ساونی، آخوند محمد قاسم ساونی و سید غلام محمد گدا بر وفاتش، مراثنی و قطعات تاریخی نوشتند

او ادیب و سخنور بود در نشر و نظم فارسی و سندی و اردو تسلط داشت در شعر ”حسین“ تخلص می کرد سدارنکائی در ”شعراء فارسی سند“ نوشته که دیوان حسین مختصر دارای شصت غزل است منتخبی ازان

سو کند بدان زلف دراز تو که بخشم

بر چین سر زلف تو صد کشور چین را

در خط سبز لب دیدم ، کفتم با دل

یاد ظلمات مکن چشمه، حیوان السجاس

ترکس چه زند لاف به محسنت ای

نشیب بهجسنت نبود بی بصران

رموز عشق ندانند زاهدان آری
منجمان نشمارند موج دریا را.

عنقا شکار کس نشود، دام باز چین
کاینجا همیشه باد بدست است دام را

قضا بدام تو آورد بیخبر ما را
وگر نه کس نگرفتست مرغ عنقارا.

اسیر گشتن یوسف گناه حسنش بود
ملامتی به چه باعث بود زلیخا را.

همچو فرهاد بود کوهکنی پیشه ما
کوه ما، سنبه ما، ناخن ما، تیشه ما.

شیر عشقیر نه چون شیر نیستان بشکار
دست ما، پنجه ما، سینه ما، بیش ما.

بگو صبا تو بشیرین دهان من باری
که کوه محنتم آخر ز بیستون کمر نیست.
غزل

مطلع صبح سعادت روی دوست
لیلة القدر است یا گیسوی دوست
روی او مهر است یا بدرالدجی

یا هلال عید یا ابروی دوست
 مصحف و انجیل و تورات و زبور
 یا بیاض عارض نیکوی دوست
 نیست هرگز در جهان دیگر حسین
 قبله اهل وفا جز کوی دوست.



میر عباس علی خان تالپور، 'مومن'

میر عباس علی خان (بن میر نصیر خان تاجدار آخر سندھ) لقب 'سرکار شوکت مدار' در قید فرنگ در کلکتہ بتاریخ ۸- رجب ۱۲۷۲ھ فوت شد. 'مومن' تخلص می کرد. 'دیوان مومن' از سہو پسرش میر عبدالحسین خان (ف. ۱۹۲۴ع) ضایع شد. یک مثنوی 'مومن' باقی مانده است. داستانی است کہ شکایت دارد از کسی نابکار:

ببودیم آن جا کہ باز آمدی	بباز آمدن داستانها زدی
ہمہ داستان بر دروغ و گزاف	کہ مرغی بیارم من از کوه قاف
چو از راہ تو خار برداشتم	دروغ ترا راست پنداشتم
پس آنکہ ہمین سیم وزر دادست	بکار گذشتہ فرستادست
چو رفتی دروغ تو معلوم گشت	ہمہ آہنی کار چو موم گشت
نہ دانی تو ای مرد دیوان خوی	کہ نزد منت تیرہ شد آبروی
دروگر کہ بر کاذب نابکار	بکرده ست لعنت برو کردگار
بگیتی ہمیشہ کشی رنج سخت	بروز قیامت شوی شور بخت
بدھرت ہمہ کار گردد تباه	بہ دنیا و عقبی شوی روسیاه
چہ می گوید آن مرد دانای طوس	کہ نظمش سراسر بود چون عروس
درختی کہ تلخ است ویرا سرشت	گرش در نشانی بیباغ بہشت
چہ حوش گفت رسم بہ اسفند یار	دران دم کہ بودند در کارزار
کہ در راہ من برشیزہ بریز	کہ من خود یکی ملیہ ام در ستیز (۱)



۱. 'تکملۃ مقالات الشعراء' تعلیقات حسام الدین راشدی، صفحات ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲

میر علی اکبر خان تالپور

میر علی اکبر خان ولد میر رستم خان از خانواده تالپور فرمانروایان خیرپور بود. با والد و برادر خود در قید و بند فرنگ (انکلیس) صعوبتها دید و در ۱۲۷۶ھ فوت شد. با شعر و زبان فارسی شغف داشت. این اشعار ازو است

چونکه بر دوشان فشانی کاکل خمدار را
شرمساری می شود مشک ختن تاتار را
شد پریشان سنبل اندر باغ زلف تو بدید
از سر خجلت فتاده پیچ و تاب مار را

ز شوق حسن تو شاعر سخنوری آموخت
ز مهر جلوه جمال تو خاوری آموخت
ولی ز مهر تو دیگر کجا رود بیرون
که چشم ترکس مستی تو دلبری آموخت
هزار خانه برابر ازین جفای تو رفت
کدام خانه خرابت ستمگری آموخت
به دیر بتکده افتاد باز غوغائی است
مگر که دلبر من کیش کافری آموخت
بنازم آن خطی همچون سحاب را جانان
که آفتاب ز تو دزد بردری آموخت
نکین مهر سلیمان که بود خام و نیت
مگر ز لعنت شفت بر مهری آموخت

میر علی اکبر خان شانزدهم روز سه شنبه سوالم ۱۲۷۶ هجری قمری فوت شد

میرزا فریدون بیگ، قانع

فریدون بیگ، جد امجد میرزایان حیدرآباد سند، اصل از شهر تفلس در گرجستان (جارجیا) بود. در عهد تالپور (حکمرانان سند) در سال ۱۲۴۰ھ از ایران به سند رسید و بدربار میر کرمعلی خان منسلک گشت. در سال ۱۲۸۸ھ فوت شد.

سال تاریخش چو جستم هاتفر گفت ای قلیچ

بلبل باغ جنان بالا بیاید بی حجاب.

بعد از آن پسرش میرزا قلیچ بیگ 'قلیچ' در علم ادب مشهور و معروف گشت. شعر فریدون بیگ مشتمل بر غزلیات و رباعیات و مراثی، موجود و محفوظ است. (۱) منتخبی از آن:

شاهان جهان بسیم و زر محتاجند
دایم بشر و شور خراج و باجند
در پیشگم جناب شاهنشہ عشق
هد هد صنقنه و خود فروش تاجند (۲).

—

ای بخت بلند ما فلک با تو چنان
کردست که با یوسف کردند اخوان
او بر سر تمکین عزازت برسید
برما چه توان رسید بعد از هجران.

—

۱۱۱ مطبوع در 'گرجی نامه' که از مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، در سال ۱۴۲۲ھ ق ۱۳۸۰ھ ش انتشار یافت

قانع بجفای چشم مستان میکوش
چون باده خام در خمستان میجوش
روزی گردد که بخت یارت گردد
می بالب یار نار پستان مینوش

خدايگان رياحين باغ و بستانی
فروغ دیده، امکان و غیر امکانی
تو آن جمال لطیفی که روز شب مه و مهر
بجستجوی تو سرگشته اند و حیرانی
تو آفتابی و عالم پست چو سایه دوان
نمی رسند بجائی ز فهم خود دانی
ز جوشش احدیت ره دوئی زده ایم
بوحدت تو توئی من منم تو میدانی
بجز دلیل ره عشق بس خطرناک است
تو خضر راهی ولعل تو آب حیوانی
سرم هوای تو دارد خدای را دریاب
که خون شده است دلم از غم پریشای
گل نچیده ام از شاخ گلبنّت یا رب
صبا کز سرشوریده دامن افشانی
دلم ز نرکس مستت مدام بیمار است
چو مرحمت نکنی کی رسد بدرمانی
دمی بیا و ببالین من نشین و ببین
چه سیلها است که از دیده کرده طغیانی
سواد نظم تو قانع بجشم نکته شناس
بود چو کوهر و الماس و لعل رمانی

پرتو رویش ضیای چشم ماست
 خاکپایش توتیای چشم ماست
 ماچ میدانیم دیر و کعبه را
 طاق ابرویش جلای چشم ماست
 زلف او زنار بند شیخ و شاب
 کافر ایمان زدای چشم ماست
 کی خرد یابد حریم کوی دوست
 عشق او خود خود نمای چشم ماست
 دیده‌ها دارد حجاب هفت تو
 ور نه جانان رونمای چشم ماست
 عشقبازی، کار هر بیدرد نیست
 درد بی درمان دوی چشم ماست
 تاکه جا در جان گزید آن سرو ناز
 آبیارش جویهای چشم ماست
 نیش او نوش است قانع شادباش
 خاک راهش کیمای چشم ماست



میر مبارک خان تالپور، مبارک

میر مبارک خان ولد میر سهراب خان (فرمانروای اول خیرپور)
در قرن سیزدهم هجری می زیست. معتقد و مرید عارف وقت پیر
سید محمد راشد بود. شاعر غزل گو بود. این اشعار ازو است:

از درد دلارام روان اشک چو ژاله
و از خون جگر جان بصد داغ چو لاله
کی سرو بقامت صنما همسری آرد
و از چشم تو شرمنده شده آهوی غزاله
ای حسن تو چون یوسف مشهور به عالم
این خط به رخت گرد که چون ماه به هاله
ای دوست چرا در بر مشتاق نیائی
کی گنجد مابین تو من حرف دلاله
از درد فراق تو شکایت به که کویم
و از جور کنم هر دم فریاد به ناله
باشد که بر آری ز رخت پرده دلارا
این است غذا دیدن دلدار نواله
کرد چمن آئی ز شبستان قدم کش
از پرده برون افتد صد کل ز کلاله
صد شکر مبارک که شمی خالق را از
بر شاه نجف قسمت تو کرد حواله



میر محمد حسن خان تالپور، حسن

میر محمد حسن خان ولد میر رستم خان از خانواده تالپور فرمانروایان خیرپور، در قرن سیزدهم می زیست. ذوق شعر و شاعری داشت و 'حسن' تخلص می کرد. با والد خود در قید و بند فرنگ (انکلیس) صعوبت‌هادید. فرزندش سهراب خان 'مسکین' قطعه تاریخ شهادت میر محمد حسن خان، تاریخ دویم جمادی الآخر روز خمیس '۱۲۸۴ھ نوشت.

جنگ نصارا نمود غارت اسلام بود

غازی حرب کفار میر محمد حسن

این اشعار ازوست:

روی چون صبح تو بر نور قمر می خندد
لب شیرین تو بر قند شکر می خندد
گاه گاهی که تبسم کند، آن دانی چیست
درج یاقوت که بر لعل و گهر می خندد.

—

مرا مرگ بهتر ازین زندگی
که سالار باشم کنم بندگی



نواب الهداد خان لغاری، صوفی

الهداد خان، فرزند وزیراعظم نواب ولی محمد خان لغاری اف (۱۲۴۷هـ)، در سال ۱۲۳۸هـ در شهر حیدرآباد متولد شد تعلیم و تربیت در زبان فارسی بمدارج اعلیٰ حاصل کرد قبل از فائز شدن به عنان اختیار در عهد امیران تالپور، انکلیس در ۱۲۵۹هـ (۱۸۴۳م) بر سند قابض گشتند بعد ازان الهداد خان چند سال در انتظامیه انکلیس خدمات سرانجام داد مکر وقتیکه مختارکار سیوهن بود مستعفی شد و بر جاکیر آبائی در کوت لاشاری سکونت پذیر شد. بتاریخ ۱۸ محرم ۱۳۰۰هـ (۳۱ نومبر ۱۸۸۲ع) وفات کرد و آنجا مدفون گشت

نواب الهداد خان مائل بتصوف بود و به این نسبت تخلص خود 'صوفی' کرد شاعر قادر الکلام بود و در عمر بیست سالگی صاحب دیوان شد. علاوه این دیوان، مندرجه ذیل باقیات صالحات از ذخیره 'صوفی' از پسماندگانش به نگارنده رسید

۱. مثنوی داستان شیدا و تسکین در باره تصنیف ابن مثنوی گفت

بسا ایام بودم محنت آکین بنظم قصه، سیدایه سحر
که سازم داستانش جمله منظوم از بهر انس خاطرهای شاد
۲. مثنوی اصغر عمرش سی و هفت سال تمام در مثنوی را در سال ۱۲۷۲هـ تصنیف کرد مستهل بر حالس 'داستان' است نسخ از اول ناقص است البتہ داستان آخری کامل است

‘صوفی’ مثنوی مولانا جلال الدین را ‘مثنوی اکبر’ دانست و به آن نسبت مثنوی خویش را ‘مثنوی اصغر’ نام نهاد:

حالی‌ا در عمر سال سی و هفت دل بشغل نظم مشغولی گرفت
سال تصنیفش بیاور در شمار از هزار و دو صد و هفتاد و چار
مثنوی را ‘مثنوی اکبر’ بخوان و این کتاب ‘مثنوی اصغر’ بدان
۳. مثنوی مسکین: این مثنوی مشتمل بر مدح و مناجات و وصف صحابه کرام است. نسخہ بخط نواب موصوف است و در آن ‘مسکین’ تخلص کرده است. آغاز مثنوی:

باز سر نو عشق نو آمد پدید باز سر نو گلبن ریحان دمید
گوش باید همزبان باید سزا تا کند گفت و شنودم ماجرا
گر بگوش آری ازین گفتار ما زینت گوش این در شہوار ما
همزبان باید کہ ذکرش ذکر اوست ہم دلی باید کہ فکرش فکر اوست
من چه گویم گفت سابق مولوی آن کتاب معنوی و مثنوی
۴. منتخب جنگ اشعار: انتخاب اشعار تقریباً یک صد و سی شاعر، از حافظ تا صوفی، مرتب بترتیب قوافی دیوان از (الف) تا (یا).
الہداد خان صوفی ‘در شعر فارسی بسیار گو بود ولی ذکر او در ‘تکملة المقالات’ از خلیل سہوا فوت شد. در سال ۱۹۵۶ع، سدارنگانی اول بار ترجمہ صوفی را بہ اختصار در ‘شعراء فارسی سند ضبط کرد.

نسخہ خوشخط دیوان صوفی در ذخیرہ راقم موجود است. درین نسخہ، مجموعہ غزلیات آن است کہ صوفی در عمر سی سالگی (یعنی تا سال ۱۲۶۸ھ) سرود مطلع غزل اول در این دیوان

الاهی مطلع انوار رحمت ساز جانم را
کلید مخزن اسرار دل گردان زبانم را

نه سال قبل از تصنيف ديوان، حادثه عظمی روی داده بود، يعنی که در سال ۱۲۵۹ھ انکلیس به حيدرآباد سند قابض شدند. صوفی آن حادثه را یاد کرده سرود:

نه تنها حسرت کشمير شهر حيدرآباد ست
ز بحرش موج رشک اندر دل پنجاب برخيزد.

دوش آن گل چهره، گلگون نمايان کرد و رفت
خوش گلی از گلستان حيدرآباد تو ام

دیده ام 'صوفی' بجز گریه نماند هيچ دم
در فراق سروران حيدرآباد، ای فلک.

مگر دیدم جزای کارهای نا سزای خود
که دی بودم امير اندر وطن، امروز محتاجم
اشعار صوفی پرمعانی و بر حقائق زندگانی شاهد است
دامن هرکل مکير و کرد هر شمعی مکرد
طالب حسن غريب و معنی ای بيکانه باش

سفر عشق درازست تغافل تاکی
منزل آخر نکرانست سبکساران را

شرح جفای دوست نه بهر سکات است
مقصود ذکر اوست دیگر حکمت است

صوفیا از ساغر دل باده عرفان بنوش
در دل ساغر ز مینا غیر قلقل آتش است.

گلستان جهان خار است چشم اهل معنی را
گدای کشور دل را چه حاجت اوج شاهانه.

صوفی بیاد آر همان دم که در گذشت
دانی که هست جمله جهان عالم مثال.

اشعار از دیوان صوفی:

می دمد بوئی حقیقت از لب گفتار ما
می پسندد بسکه هر صاحب دلی اشعار ما.

دیگر که میل طبع بشکر نیاورد
طوطی بگوش گر کند این خوش کلام ما.

از ایاغ نرگس میگون تو ای رشک گل
هر دو چشم من خمار جرعه صہبا گرفت.

شرح جفای دوست نہ بہر شکایت است
مقصود ذکر اوست دگرها حکایت است.

برنگ غنچه عمری سر بہ جیب خود فرو بردم
گریبانها مہیا کردم از بہر دریدنہا.

بہنگام تواضع صوفی از مکر عدو منشین
کہ خیزد تیر از پشت کمان وقت خمیدنہا.

غم عالم فراوان است من یک غنچه دل دارم
چسان در شیشه ساعت کنم ریگ بیابان را.

—

آئینه را مقابل روی تو رنگ نیست
من آنچه دیده ام که تو خود هم ندیده ای.

—

زلف را فرما که باما یک، نفس گیرد سرور
کاشنا با آشنا زبید من و نه زنجیر ما.



میر محمد علی خان تالپور، بھرور

میر محمد علی خان تالپور (بن میر صوبدار خان بن میر فتح علی خان) از دودمان تالپور فرمانروایان سند، بتاریخ ۱۲ صفر ۱۲۴۳ھ در حیدرآباد متولد شد. و بتاریخ ۱- رجب ۱۲۴۸ھ در کلکتہ در قید فرنگ فوت شد. مخدوم نور محمد جوہری ہالائی را قصیدہ ای است در مدح وی کہ دران گفتہ است:

شبہی بودم از فکر دنیا ہراسان کہ عمر عزیز مرا گشت پایان...
 ز بس خرمی و ز بس شادمانی سرایم مدح شہنشاہ جہانیان...
 چہ شامی کہ فخر سلاطین اعظم چہ شامی کہ خدام او ہمچو خاقان...
 امیر محمد علی خان کہ باشد خدیو و خرد پرور و ظل سبحان...
 وزیر تو اعظم نبی بخش خان است نگہدارش حق ز چشم حسودان...
 چہ صدر مکرم کہ از فیض جودش جہانی ترو تازہ و شاد خندان...
 در شعر تخلص 'بھرور' می کرد و ہم نام خود را آورد.
 دو مثنوی ازو بہ یادگار است: داستان رزم نادر شاہ با محمد شاہ بادشاہ ہند و "قصہ رزم شیر" یعنی شیری کہ اورا بتاریخ ۶- ذیقعدہ ۱۲۴۱ھ در شکار کشت.

رزم نادر شاہ افشار و محمد شاہ گورگان بادشاہ ہند را در مثنوی نظم کرد کہ آغازش:

بیا ساقی ای روح افزای من بیا ای دلارای گل پیرہن
 و پایان

منش مختصر گفتم از شوق دل ز طبع آزمای ورا ذوق دل
 تو ای بھرور زین زیادہ مجوش سخن ختم ساز و ز گفتن خموش

اولین شعر مثنوی شکار شیر در بنگاله (بنگلادش) غالباً در
'سندربن' در سال ۱۲۷۱ هـ.

حکایات آنها بهر انجمن شود آشکارا ازین شعر من
که به رزم شیر زیان رخ نمود بتاریخ شش ماه ذیقعدة بود
هزار و دو صد بود و هفتاد و یک پس از هجرت شاه انس و ملک
اگرچه بود اولین شعر من ولی بشگفاندم چو جنت چمن
بماند همین نسخه ای در دهر ز میر محمد علی بهرور



نواب علی اکبر خان لغاری، علی

نواب علی اکبر خان لغاری، از اولاد نواب غلام الله خان، از دودمان نوابان تاجپور بود. در شعر 'علی' تخلص می کرد. 'دیوان علی' را نوادگان محفوظ می داشتند، مگر چند سال بیشتر از ۱۳۸۷ هـ ۱۹۶۸ ع ضایع شد. این غزل از دیوان علی:

کناره آب گلزاریست و یاری نازنین رقصان
فرح بخش و نشاط افزا مفرح رو مه تابان
دف و چنگ و رباب و نی ترنم کن درین مجلس
بغلغل قمری و طاقوس خوش آواز دل هیجان
چون ساقی دید در شوقم پیایی جامر بامن داد
که از ذوق شراب لال دم کامر است عشاقان
'علی' باید بدین درگه بجان و سر فروشیدن
برین فرشی مرصع بود حافظ نیز دل حیران



نورمحمد پیرزاده، عبدوی

نورمحمد پیرزاده در قریه عبدو لهر در مضافات سکهر تولد شد. از اولاد مخدوم شاه عثمان (ف ۷۰۶ھ) که خلیفہ شیخ بہاء الدین ذکریا در سند بود. نورمحمد در سلسلہ نقشبندیہ دست بیعت بہ بزرگان لواری شد و در ذکر اشغال بہد غایت بکوشید شعر در فارسی می سرود. انگلیز در سال ۱۸۴۳ع میلادی بر سند قابض شدند و فرمانروایان میران سند را در قید و بند انداختند. این مرثیہ و قطعہ نورمحمد از ان حادثہ یادگار کہ در ان میران سند را بنامہای ایشان یاد کرد

چون بیفتاد از مراتب جاہ صوبدار ولد غلام علی
دیگر میر میرمحمد خان پور عالی تبار فتح علی
میر شہداد خان و میر نصیر ابن الابن بن مراد علی
حیدرآباد و ملک سند تمام ہمہ ز انصاف سان مدام علی
نورمحمد بتاریخ ۱۳- محرم سال ۱۳۲۰ھ فوت شد



شعراي قرن سيزد هم و چهار دهم

اسدالله شاه، اسد / فدا

اسدالله شاه ولد الله بخش شاه از دودمان سادات متياري ساکن در قصبه تکهر (از توابع حيدرآباد) بود و آنجا در ماه شعبان ۱۲۵۸هـ متولد شد. تعليم در فقه و زبان فارسي از حافظ محمد يوسف ميمن يافت. عالم و فاضل عصر بود. مائل به شعر فارسي شد. نخستين تخلص 'اسد' کرد و بعد ازان 'فدا' وي در صناعت قطعات تاريخي مهارت تام داشت و غزليات هم سرود. مصنف تذکره شعراء تکهر در ترجمه "فدا" نوشته است که شش غزل ازو بنظر رسيد.

اين نظم در مدح مرشد خویش خواجه عبدالرحمان سرهندي نوشت که دران 'اسد' تخلص کرده است.

اي که ره گم کردگان را بي گمان رهبر توئي
راست گويم سروران دهر را سرور توئي
اي شه ملک طريقت وي دلم را چاره ساز
چاره بيچارگان در اول و آخر توئي
هادي راه هدايت، مهدي دوران بحق
آسمان دين احمد را مه انور توئي
کن نظر بر حال زار بنده، مسکين 'اسد'
زانکه اورا در دو عالم نافع و رهبر توئي

در استخراج مادهء تاریخی هنرمندی کلی داشت. بر وفات
خواجه عبدالرحمان سرهندی (۱۳۱۵هـ) قطعه تاریخ در بیست
و هشت بیت سرود که از هر مصرع عدد سال تاریخ
(۱۳۱۵هـ) هویدا است:

آه از ترحیل آن حسن آفتاب (۱۳۱۵)

بر سپهر علم انور ماهتاب (۱۳۱۵)

مخزن اسرار حق دلدادہ (۱۳۱۵)

بر طریق از بهر حق استادہ (۱۳۱۵)

باد فایز فیض مصطفوی فدا (۱۳۱۵)

اسدالله شاه فدا، بتاریخ ۲۷ رجب ۱۳۴۴هـ در قصبہ تکبر
فوت شد.



آخوند احمد ساونی، 'احمد / احمدی'

آخوند احمد بن آخوند عبدالعلیم بن آخوند رحمت الله (ف ۱۲۴۳ھ) بن آخوند الله بخش از دودمان آخوندان ساونی، عقیلی قریشی نسبتاً ساکن هالا کندي، عالم و مدرس و شاعر زبان فارسی بود. مرید و معتقد 'پیر پاگاره' سید علی گوهر شاه بن صبغت الله شاه (اول)، و ازین رو در بیاض خود اسم خود را 'احمد فقیر' نوشته و باین نام نیز مشهور گشت. در عقیدت با مرشد خویش گفت:

گر تو مرشد نبود احمدی را

کس رسیدی درین مقام رضا

شاعر معروف آخوند محمد قاسم برادرزاده او بود و شاعر مشهور امید علی 'سها' یکی از عزیزان او بود. عمرش نود و دو سال بود که در سنه ۱۳۱۷ھ فوت شد.

آخوند احمد، استاد میر عبدالحسین خان بود و او را در زبان فارسی تربیت کرد. در ۱۸۹۶ع تهنیت منظوم بر ولادت پسر میر عبدالحسین خان نوشت.

خلیل در 'تکمله مقالات الشعراء' ترجمه آخوند احمد باظهار تحسین دارد مگر فقط یک بیت ضبط کرده است. آخوند موصوف صاحب دیوان بود و در شعر نام 'احمد' یا تخلص 'احمدی' می کرد. نسخه ای از دیوانش (ناقص، قوافی الف تاش) در "مجموعه مخطوطات عربی و فارسی دکتر نبی بخش خان بلوچ" در آرشیو سند (Sindh Archives) کراچی محفوظ است. این شعر از دیوان او:

می خواست احمدی که کند کشف برها

اما دليل شرع نگهدار شد مرا
در بياض قاضي دين محمد بختيارپوري خواندم كه "احمد
فقير" اين غزل وقت آمدن مرشدش پير پاگاره سيد علي گوهر شاه
(تخلص اصغر) انشا كرد.

امروز شاه شاهان مهمان شده است مرا
جبرئيل با ملائك دربان شد ست مرا
درخلوت گدايان مرسل كجا بگنجد
بي برگ بي نوائي سامان شده است مرا
درخانه جهان را بسيار سير كردم
آيا ز بت پرستي ايمان شده ست مرا
(ازين غزل ياد رودكي تازه مي شود)

از بياض خود نويس آخوند احمد (۱) معلوم مي شود
كه دران عصر دو احمد - هر دو عالم و فاضل و شاعر، يعني
احمد فقير هالا كندي و ميان احمد بهتائي ساكن بهت شاه -
دوست خير انديش يكدیگر بودند و از طرفين نامه هاني مي
نويسند. اين اشعار در زبان عربي از نامه ميان احمد بهتائي است
سلام الله ماکر الليال علي احسن صديق ذي جمال
هو المشهور في الافاق علما هو الفهم معدوم السئال
مسمي اسم احمد طال عمره وحيد الاثر طائوس الرجال
جدید الدرک في تبيان ماهر لذیذ اللفظ كالماز الزلال
جوابا قد کتبتم نحو راج فاتانا خواص الخيل عدل
رجاء منك ليلا و النهارا دعاء الغيب بالخبر

(۱) اين بياض را همواره در ذخيره نگارنده محمد طه است و چون در اين بياض
در تعليقات بر حكمة مقالات الشعراء (۱) از بياض احمد بهتائي
مضاحك كرد.

الی المحبوب خان امید عالی سلام بالتواضع و ابتہال
 انا المهجور افقر عبد احمد لعل الله اعطانا الوصال.
 در یک مصرعہ، مراد از 'امید عالی' آخوند امید علی 'سہا'
 است. احمد فقیر ساونی ابتدای جواب خود بزبان عربی نوشت
 مگر در آخر اشعار صمیمانہ در فارسی نوشت:

حمداً لك يا من شرکت صدورنا
 بانوار الهداية حينا سابقا
 الي اخينا المفخر المكرم الذي
 كان في بيان المعاني بحراً رائقا
 فهو الذي يكون اسمعه باسم احمد
 و في العلم والحلم كالكشف وادقاً...
 التمس في حضرتكم سلاماً وافراً
 من المحبوب خان بالتسمواق خابقاً
 والتمس في حضرتكم تحية ذكية
 من المخلص امید علي بالصدق واثقاً
 انا العاصي عبد احمد متمسك بذيله
 و بعفو الرب ارجوا نهائراً وعاسقاً

شوق زیاد گشت بسوی وصال تو
 لیکن بدست خویش ندارم زمام تو

چون اختیار نیست مرا در طریق وصل
 پس اختصار کردم اینک کلام را
 احمد صبور باش کہ ناگہ صبا رسد
 از بوئی گل معطر سازم مشام را

آخوند احمد در بیاض خود آورد که آخوند امید علی
 'سها' در وصف تلمیذ بنام بهادر رباعی سرود و آخوند احمد
 ویرا متنبہ کرد. درین معنی، در میان احمد و 'سها' اشعار رفت:
 آخوند امید علی سها: بهادر چه دریست پاکیزه ای
 نباشد چنین گوهر اندر صدف
 نہ هر جوهری قدر اورا شناخت
 بهای گهر را مدان با خذف!
 بهادر نہ دریست پاکیزه ای
 ز خرمهره ارزان برابر خذف
 چو شعراء تابع غواکث حق
 تو دانا هستی، مفرما قذف!

احمد فقیر:

جواب امید علی سها:
 در قلزم وجود خود همچو کوهرست
 در یتیم گر بصدف نیست خوشترست
 انسان بحسن سیرت و صورت فرشته است
 آنرا که هر دو نیست ز خرمهره کمتر است
 باشد صبی بدرجہ معصومی از همه
 عییم مکن چو کفتمش اورا که خوشتر است
 در یتیم نیست که چون زنده مادرست
 همچون صدف پیورش منہر خواہر است

احمد فقیر:

ولی هر دو شاعر عزیز و اقارب بودند و در میان ایشان علاقت
 محبت باقی ماند چنانچہ آخوند امید علی سها خود در سہ
 بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۱ھ فوت شد و آخوند احمد در سہ
 تاریخ نوشت

سانع واقع جهان جان کرد دمبدم
 اشک روان مسحریم هست خفی و جلی

فرقت یارانِ عذب، داغ دهد بر دلی
 نیست کسی را گذر خواه نبی و ولی...
 ماه ربیع الاولین، پانزدهم یوم ثلث
 بود هزار و دو صد نود و هشتہ تلی.
 این غزل آخوند احمد را در بیاض قاضی دین محمد
 بختیارپوری یافتہ.

منزلِ عشقت مکانِ دیگر است
 مرد، این ره را نشانِ دیگر است
 کشتگانِ خنجر تسلیم را
 هر زمان از غیب جانِ دیگر است
 معرفت از جبه و دستار را
 آن عزیزان را نشانِ دیگر است
 احمدا تاگمء نکردی هوش دار
 این جرس را کاروانِ دیگر است.



* آخوند فیض محمد

فیض محمد بن فتح محمد، از خانواده آخوندان روهری در ماه شعبان سنه ۱۲۴۴هـ در روهری تولد شد. در مکتب فارسی نظم و نثر و علوم حاصل کرد و عمرش بیست و سه سال بود که خود آخوند مکتب شد. در سال ۱۲۵۹هـ انگلیس برسند قابض شدند و بعد ازان آخوند فیض محمد در محکمه تعلیم بعهده نگران مامور شد. بعد آن خدمت باز باخوندگی مشغول گشت در شروع قرن چهاردهم حال حیات بود که در یک نظم خویش گفت:

سیزدهم صدي گذشت و چهاردهم شد شروع
روز و شب این عالمی در انقلاب افتاده است
پیش وفات گویا بطور وصیت گفت که

بر مزار من مزارید ای عزیزان زینهار
طالب حق خود بخود خوابید در دارالقرار
تن بخاک و جان بکاخ لامکان موجود حق
تو نمی بینی ولی می بینمت لیل و نهار

شاعر زبان فارسی و سندی و سرائیکی و ہندوی و اردو بود. تاریخ ولادت خویش گفت "امیدوار فیض محمد" ۱۲۳۱ھ خود نوشت حیات را بعنوان "نالہ زار" مرتب کرد. در سال ۱۲۵۵ھ "خریما سندی" بتضمین اشعار سعدی تصنیف کرد.

برای تفصیل رجوع کنند به مقالہ "آخوند فیض محمد" در مجلہ ۱۰۰، ص ۱۰۰ تا ۱۰۱.

شعر اول از کریم:

سچا فیض محمد جي سڻ تون صدا کیم ناروا کمر کوجها کچا
کریم به بخشای بر حال ما که هستم اسیر کمند هوا.
شعر آخر:

اهو گهر نه نیبه کنهین سان ای یار تون سعدي جوهي؛ هک وچن ناوسار
منه دل برین دیر ناپایدار ز سعدي همین یک سخن یاد دار.
فیض محمد در سال ۱۳۰۶ هـ (۱۸۸۹ ع) فوت شد.

از باقیات فیض محمد، ذخیره شعر فارسی او بنظرم
گذشت: یازده غزل، یک رباعی، یک مکتوب منظوم مرشح
بطرف میرزا آصف صفوی مشکین قلم و دو قصائد در مدح
'پیرپاگاره' سید حزب الله شاه (ف ۱۳۰۸ هـ). این اشعار
ازوست:

مهي من مطلعش از ملک جهنگ است
مسخر تار زلفش تا بزنگ است
ز رويء حسن خلق دل فريش
دلبر بر بوده، آن سرخ چنگ است.

—

فیض محمد حزين بشعر تو بتان چين
شيرين زبان بافرين بمجلس و مقاله ها.

—

فیض محمد ملک خاموشان خوشگویان گزید
در خموشي مي کنم سر تکلم آشکار.

—

بر آتش شعله رخان من مي کنم آهنگري
شايد ز دل پيدا شود آئينه، اسکندري.

بردانه خال آموده اي پيچيده زلف دام را
 آري بحکمت بسته اي طير عقل و افهام را
 اي باجمال جلوه گر، اي با دو چشم عشوه سر
 بُردِي ز عشاقان مگر، هم صبر و هم آرام را
 باپيکري خوش چون پري، دلها ز مردم مي بري
 في الجملة در جادوگري، بنهاده، اقدام را
 نقد سخن را شسته اي ذرها بصنعت سفته اي
 اشعار موزون گفته اي ز آغاز تا انجام را
 اي باب علم مصطفى، اي حيدر مشکل کشا
 اي ساقی روز جزاء لبريز گردان جام را
 اي "فيض محمد" باخبر، غم از دل شيدا ببر
 رزاق را کن در نظر، تاكي خيال خام را



آخوند لطف الله شیرانی حیدرآبادی، لطف

آخوند لطف الله شیرانی ساکن شهر حیدرآباد، شاعر زبان فارسی بود و 'لطف' تخلص می کرد. در سال ۱۳۰۱ هـ (۸۳- ۱۸۸۲ ع) او مدرس در 'مدرسه حکومت' در شهر حیدرآباد بود که میر عبدالحسین خان تالپور را پسر ایزد یار خان زائید و 'لطف' این تهنیت نامه فرستاد.

دوش برطرف چمن کردم گذر	بلبلان دیم ز شادی نغمه خوان
طوطیان و قمریان هم بذله گو	فاخته شد باکبوتر همعنان
گل بشاخ گلبن آمد خنده زن	سرو با شمشاد گشته همزبان
از سواد طره سنبل فتاد	بوی گل اندر گلستان رایگان
در عجب بودم که چون آمد بهار	باهمه سامان عشرت در خزان
بلبلی شد آگه از اندیشه ام	گفت که ای دانای رمز و نکته دان
زاد در کاشانه "عبدالحسین"	کان خدیو محتشم عالی مکان
میر ایزد یار خان فرخ سیر	کز جبین او بود دولت عیان
باد بابخت جوان بازو قوی	دولتش بنده سعادت همعنان
عمر افزون طالعش اسکندری	عقل موزون باد و هم طبعش روان
ایزدش یارو نصیرش مصطفی	لطف عباس علی اش پاسبان
بهر تاریخ ولادت او شدم	غوطه زن در بحر فکر بیکران
گفت سال هجریم ناگه سروش	زاد مطلع نو ز ایزد یار خان

۱۳۰۱

خان ایزد یار فرخ طالعی باز تاریخ مسیحی در زمان

۱۸۸۲



آخوند لطف علي متياروي، لطف

آخوند لطف علي بن حاجي عزيز الله صديقي قریشي از خانواده آخوندان شهر متیاری بود. در نیمه آخر قرن سیزدهم و نیمه اول قرن چهاردهم می زیست. در سال ۱۲۵۱ هـ متولد شد شاعر زبان فارسی بود و 'لطف' تخلص می کرد (۱).

مؤلف کتاب 'انيس المریدین' پیر محمد حسن جان سرهندي نوشت که آخوند لطف علي علائقه مودت و محبت با خواجه عبدالرحمان سرهندي داشت و در ایام مرض مهلک با خواجه موصوف ملاقی می شد بر وفات ۱۳۱۵ هـ، خواجه موصوف سه قطعه تاریخی تصنیف کرد (۲). بقول مؤلف کتاب "فصاحت شعار آخوند لطف علي قطعه تاریخی نوشته و خوش گفته وهو هذا".

ای وای دلم خون شد زین درد دمام
کو آنکه همی کرد ترحم بر عالم
فریاد که فریاد رس مابشد از ما
بیچاره ام اکنون که کند چاره کارم
ایام نشاط و طرف از ما بگذشتند
ای همتسان وای که ماندیم بماتم

(۱) مشهور که صاحب محلی سند احوال سید انیس مریدین است که در کتاب 'انيس المریدین' احمد آخوند ذخیره کائنات پس از آنکه در آن حوادث احمد بن لطف علی را در میان یار محمد یافت.

(۲) مطبوع در کتاب انيس المریدین تألیف صاحب در محمد حسن سرهندي
امیر سر ۱۳۲۸ هـ ۱۹۱۰ ع

صد وای کزین عالم بگذشت ز مابیش
 آن مشفق و آن مرشدِ ما غوثِ معظم
 آن خواجہ، ما خواجہ، دوران کہ باسمش
 تو عبدِ رقم ساز و بہ رحمان بکن ضم
 آن پیشروِ اہل کرامات و کمالات
 تا بود در اقطابِ زمان بود مقدم
 از غوثیتش خلعت فرمود عطا حق
 وز فردیت و خلت و قیومیتش ہم
 دیدم نہ عدیلش بزمین هیچ زمانی
 ہم پیرِ فلک پیرِ چنین دیدہ بود کم
 گلزارِ جہان داشت بدو آب و نصارت
 کز فیض و عطا بود بعالم یمِ قلزم
 زین دار فنا رفتنش اندوہ بما داد
 در خلد بہ تشریفش حوران ہم خرم
 پرسیدم تاریخش برداشتہ آہی
 فرمود بمن ہاتفِ درد و الم و غم

(درد و الم و غم - ۸۳۳۱. ازان عدد آہی - ۸۶۰) وضع کنید تاکہ
 سال وفات (۱۳۱۵ھ) بر آید.



آخوند محمد علي

متحقق نشد که آخوند محمد علي از کجا بود. به ظن قوي در
آخر قرن سیزدهم و اوایل قرن چهاردهم مي زیست این شعر
ازو یادگار

آهوی چشمش این خمار آلوده نرگس را نمود
لعل خندانش تجلي داد با برگ سمن



آخوند یار محمد متیاری، فائق

آخوند یار محمد بن آخوند محمد علی، از خانواده آخوندان صدیقی قریشی شهر متیاری در ماه شوال ۱۲۶۳ھ متولد شد. شاعر زبان فارسی و سندی بود. نخستین 'فائق' تخلص می کرد و بعد از آن 'وہبی'. سجّش "فخر است کسی را کہ بود یار محمد". آخوند موصوف بتاریخ ۱۱- جمادی الاول ۱۳۲۵ھ فوت شد.

سواي چند قطعات تاریخی، اشعار فارسی او دستیاب نیست. این قطعہ تهنیت را بر شادی خانہ آبادی صاحبزادہ عبداللہ جان بن پیر محمد حسن جان سرہندی (ساکن تندہ سائینداد) تصنیف کرد.

حمد بیحد کز کرمہای خداوندِ جہان
کد خدا گردید آغا پیر عبداللہ جان
در دہ و چہارم شب آدینہ از ماہ رجب
شد بساعات نکو سعدین را نعم القرآن
شد میان جن و انسان و ملائک صبح و شام
از مبارک باد شغلی بر زمین و آسمان
از سنہ این کد خدائی با سر "شادی" سروش
زد ندا کہ "این خانہ آبادی سعید و نیک دان"

(سر شادی یعنی ش-۳۰۰- این-۶۱- خانہ-۶۵۶- آبادی-۱۸- سعید-۱۴۴- و-۶- نیک دان-۱۳۵- جملہ-۱۳۲۰ھ)



امداد علي خان بليدي

امداد علي خان بليدي در نيمه دوم قرن سيزدهم و نيمه اول قرن چهاردهم مي زيست. 'بليدي' يک قبيله از قبائل بلوچان است که حالا در ضلع جيکب آباد و در مکران آباد است اين تهنيت نامه از و يادگارست که بر ولادت ايزد يار خان افرزند دويم ا براي مير عبدالحسين خان تالپور فرستاد

- کنون که طبع روان آمدست بر مضمون ۲۰
 ز شادمانی بسیار و جشن روز افزون ۷
 تبارک الله بغوغاي این مبارک باد ۴۰۰
 ز سمع او همه کردیده اند بس میمون ۷
 بمیر عبد حسین خان پسر نمود عطا ۲
 یقین ز لطف عنایات قادر بیچون ۱۰
 برای شادی تولید میر ایزد یار خان ۲
 زیاده کشت مسرت بحکم کن فیکون ۷
 سعود کرد بهار و وزید باد صب ۶۰
 کسی خبر ببرد سوی بلبل مضمون ۲۰
 کنون بباغ جهان رونق دگر آمد ۲۰
 که کل بشاخ برآمد برنک بوقلمون ۲۰
 چراغ بندی کرده بدن سده اندام ۳
 چه بود فرس سیه سب ز اخم سس در ۳
 برقص او ز جوانان کرده سده ۲
 که خورد دهشت مقننور مسح در سعده ۲۰

۹۰	صفا شد است ز گلزار دامن کہسار
۲	بہر کجاست تماشای مجلس موزون
۲۰	کسی بر اسپ کسی بر شتر کسی بر پیل
۲۰	کسی بباغ رود کس سوئی فضا بیرون
۲	بفرق این مہ انور نثار می سازند
۷	زر و جواهر و دینار ولولو مکنون
۳	جلال و عمر و اقبال و بخت و جاد و حشر
۷	زیادہ باشد شہزادہ را ز افریدون
۴۰۰	تفخر است مرا زانکہ مدح شہ گویم
۲۰	کنم ستایش گل مثل بلبل مجنون
۲۰	کنون کہ حق دعا و ثنا ادا کردی
۴	دلا بکوش بعیش و بساغر گلگون
۳	چوگیری از سر ہر مصرع اش عددہارا
۱۰۰	قرینہ باور مادہ بر آوری موزون
۱۳۰۱	مرا است طبع کہ امداد علی گردید
	و گر نہ ہستم از سلک شاعران بیرون
	ظاهر است کہ امداد علی طبع روان داشت و از سلک شاعران
	بیرون نبود.



بهاء الدین ماتهیلوی، بهائی

بهاء الدین بن جلال الدین از قبیلہ پتافی بلوچان، در قریہ 'نصیر کوتہی' تعلقہ ماتہیلہ (حالیہ ضلع گھوتکی) در سال ۱۲۳۹ھ متولد شد۔ در آن نواحی و در شہر کندکوت از مدارس فارغ التحصیل شد۔ بعد آن تاملت مدید در تعلیم و تدریس مشغول گشت۔ در زبان فارسی دسترس کلی داشت و صاحب تصانیف گشت کہ از ان جملہ ہفدہ در نظم و نثر فارسی مطبوع و معروف است۔ در شعر فارسی 'بہائی' تخلص کرد۔ یعنی کہ پس از مولوی بہاء الدین 'بہائی' املی در ایران، مولوی بہاء الدین 'بہائی' در سند پیدا شد۔ در تصانیف او، نخستین دو دیوان یکی دیوان بہائی و دیگر دیوان نعتیہ و سہ مثنویہا (مثنوی خورد و خواب، و مثنوی یاد حکم، و مثنوی در منظوم) و کریمہ بہائی در تتبع کریمہ شیخ سعدی و 'ماشہدان' (در تتبع ترجیع بند صیرفی 'ماشہدان' مضمون این جملہ تصانیف در آخر دیوان بہائی آورده شد کہ در سال ۱۳۳۹ھ شایع شد)۔ این دیوان در حقیقت 'کلیات' است و در یک نظم (ص ۱۱۰) بہائی ہم اورا 'کلیات' کہد۔

دوستان بیستہ کلیات تو با خوش نظر
ہلکہ کردند از کرم صد افرین نہائی

۱۔ اس دیوان جامع کلام بہائی است کہ در سند پیدا شد۔ در تصانیف بہائیہ
صد افرین، مثنوی، و مثنوی خورد و خواب، و مثنوی یاد حکم، و مثنوی در منظوم، و کریمہ
بہائی، و 'ماشہدان' (در تتبع ترجیع بند صیرفی 'ماشہدان' مضمون این جملہ تصانیف در آخر
دیوان بہائی آورده شد)۔ این دیوان در حقیقت 'کلیات' است و در یک نظم (ص ۱۱۰) بہائی
ہم اورا 'کلیات' کہد۔

شاعر کبیر معاصر عبدالغفور همایونی هم در تقریظ خود (مورخ پنجم جمادی الثانی ۱۲۳۸هـ) این را 'کلیات' گفت. این طباعت آخرین کلام بهائی است مشتمل بر ۳۳۵ صفحات (مکتوب لیتهو) دارای غزلیات، مخمسات، مثنویات، قطعات تواریخ و فیات، رقعات، حکایات و واقعات، ساقی نامه و مغنی نامه و مطرب نامه، مفردات و رباعیات.

بهائی قریه خویش 'گوته بهاء الدین' را آباد کرد و آخر عمر را آنجا در درس تدریس گذاشت. در نود و یک سالگی بتاريخ ۲۴ ماه محرم ۱۳۵۲هـ فوت شد.

بهائی در زبان سندی نیز شعر می سرود و در فارسی بسیار گو و سربر آورده شعراء بود می توان گفت که بهائی محض شاعری نبود بلکه صاحب فکر مائل بتصوف و صاحب دل صوفی بود. چنانچه در 'مثنوی در منظوم'، فکر تصوف خویش را در تلمیحات حروف و اصطلاحات صرف و نحو آورده. در آن زمان 'پیر پاگاره' سید حزب الله شاه، متخلص به مسکین، شمع انجمن سخنوری بود و با بخششهای خویش شاعران عصر را می نواخت. آن جناب ممدوح خاص بهائی بود. بهائیا، ظفرت شد ز شاه حزب الله نظر بمور ضعیف است خوش سلیمان را.

این اشعار که بهائی پیش ممدوح سرود تا این زمان مشهور:

محبت را بجان تازنده ام چون جان به تن دارم
مبادا غیر ازین ورد زبانم تا سخن دارم
بشمشیر محبت سربریدم هستی خود را
شهید تیغ عشقم پیرهن برتن کفن دارم

در یک محفل بهائی قصیده را پیش خدمت ممدوح کرد
و جناب حزب الله شاه چنان مسرور گشت که فیل خود را به
بهائی عطا کرد. آن قصیده در مقدمه این کتاب مذکور است
مطلع اینست.

قرب حق شد منزل ما، عشق جان جان ماست
ماشه ملک دل و عرش عظیم ایوان ماست
بهائی شاعر صاحب فکر بود. مثال آن این اشعار از مثنوی
او:

چشم دادی و دست و گوش مرا عقل و ادراک و فهم و هوش مرا
هرچه بائست آن همه دادی آشکار و نهان همه دادی
حالا نیستم تو هستی بخش بخش وزنی شوق خویش مستی بخش
چون شوم باتو از جهان یکسو بتو باشم ز این و آن یکرو
این اشعار انتخاب از دیوان (کلیات) بهائی
کاشکی بودی بهائی از نگار از برای صد سؤالم یک جواب

—
شرح مدح حضرت انسان بهائی برتر است
في الحقیقت عمده، عین عنایات خداست

—
چون بهائی به غم عشق که بدنام بود
بسکه در عرصه آفاق نکو نامی هست

—
بنکر بهائی آنکه رسیده بدین کمال
نی از نسب رسید کرین خوش حسب رسید

—
شرابهائی بهائی ز ساقی ازلی است مدام بیخودی او از مدام بود

کرامتي است بهائي ز عشق عاشق را
که گم شده ز جهان نام در جهان دارد.

جهاني بود در تمناي زر گرفتار و شيداي سوداي زر
بملکي نگاه تامل نمائي که مولاي ملک است مولاي زر

داستان غم عشقت که درازست و طويل
مي نه گنجد به دفاتر نه به قال و نه به قيل.

شنيدم که مردان راه خدا دل دشمنان هم نکردند تنگ
ترا کي میسر شود اين مقام که بادوستانت خلافت جنگ.

ز خود بریده بهائي بدست پیوندم بر آستانش چو خاک اوفتاده شاد شوم

بهائي را دوائي کن طبیبا که مي باشد يکي از درد ناکان.

اي بهائي گر براه عشق مرد صادقي
گوی مردی راز میدان جهان تو برده اي

در فراق چو بهائي جان بلب افتاده ام
باوجود آنکه هر جا جلوه پیدا کرده اي

در چهرهء تو نور خدا می بینم
از لوٹ گل و آب جدامی بینم
عشق تو امر از هر دو جهان فارغ کرد
گواهی آن عین هدی می بینم

—

در مملکت شعر شنهشاه منم
بر چرخ سخن چاره ده ماه منم
صد شکر که هر درگه خلاق سخن
کز راز و رموز سخن آگاه منم

این چند غزلیات از دیوان بهائی

رشته زنار عشقت بر میان جان ماست
قشقه مهر و وفا بر چهره ایمان ماست
رخش همت تاز و بالا رو ببار لامکان
کاندیرین دارالغنماندن کجا شایان ماست
گرچه از خاکستر و خاکیم بس زار و زبون
صد گلستان صد چمن لیکن ته دامن ماست
ذلت و خواری بعشقت عزت و اقبال ماست
داغ درد عشق تو در سینه خوش بستان ماست
صبر نتوانیم کردن یکدم از دیدار دوست
بی زخ او باغ بستان جهان زندان ماست
ای بهائی عالمی چون باغ باشد در اندران
این نسیم نو بهاری زان کل خندان ماست

—

کسی کز خویش رفت باخیال مار مسکردد
ز خود بیزار آن غسخور با دلدار مسکردد

سعادتمند آنمرد سعادت یار میگردد
 که از خود بیخبر افتاده با دلداری میگردد
 اناالحق زن ز خود بادولت دیدار میگردد
 چو منصور آنکه سر برکف سوار دار میگردد
 فراق او دما دم بر سر آزار میگردد
 خیال روی اوهر لحظه ام غمخوار میگردد
 چو گل بردعوی خوبی بآن رخسار میگردد
 بدامن تاگریبان چاک در بازار میگردد
 بباغ خود مخوان ای باغبان بی او مرا باری
 که بی او در گلستان گل بچشم خار میگردد
 اگر از دفتر وه با خط و خالش سخن گویم
 فلک بر نقطه هزنکته چون پرکار میگردد
 سخن گویم اگر باری بوصف زلف مشکینش
 بخوشبوئی بعالم نافه تاتار میگردد
 خوش آن وقتیکه آئی بر بهائی از پی قتلش
 بشمشیرت که بی تو سربدوشم بار میگردد.

سؤال را جوابی کس نگوید اگر گوید صوابی کس نگوید
 بتاب تشنگی جان میخورد جوش بگویم نام آبی کس نگوید
 کلامی در حضور شاهبازان ز احوال ذبابی کس نگوید
 منم شاعر بحمدالله که چون من اگر گوید کتابی کس نگوید
 بهر جائیکه چون در یا زمر موج حدیثی از شرابی کس نگوید
 نشان تابش نور سهارا به پیش آفتابی کس نگوید
 منم در عین مستی گم ز هستی خمارم از شرابی کس نگوید
 خودی را در خدائی کرده ام گم که دیگر از حجابی کس نگوید

چو در دریا ز خود گم شد حبابی نشانی از حبابی کس نگوید
بهائی شکر می کن شادمی باش چو تو شعر خوش آبی کس نگوید

—

ای ز تو صد ناز زمن صد نیاز عمر تو چون زلف تو بادا دراز
سر که ز پای تو بردن نیست سر ای هم را پیش تو زودر نماز
هان نرسی منزل تحقیق را تا نبری محنت راه مجاز
معنی محمود ازو جلوه یافت صورت محمود چو گردید ایاز
ناز و ادا شیوه تو شد بمن کار بهائیت دما دم نیاز

—

دلربائی گزیده ام که می پرس بار عشقت کشیده ام که می پرس
در دل و جان بآب دیده خویش گلشنی پروریده ام که می پرس
شکر لله که از لذائذ عشق مزه هائی چشیده ام که می پرس
از عنایات عشق هادی دل بمقامی رسیده ام که می پرس
تا شدم در شراب خانه عشق بادهائی کشیده ام که می پرس
ننگ و ناموس داده در عوضش خوش متاعی خریده ام که می پرس
سر ز پاساخته بعالم عشق آنچنان خوش دویده ام که می پرس
چون بهائی به محفل رندان خوش توانی شنیده ام که می پرس

—

من بروی مہوشان نور خدا را دیده ام
فاش میگویم نه پنهان کاشکرا دیده ام
درد دامن سماع سس بر حارم ملک
ز آنچه در روی جو هور ان دلارا دیده ام
روی ان سنگین دلست اندک حسیع
اری آری در بکان سبک خوارا دیده ام
قصه زلف سر بردن سدا در لعل دل

صد هزار آزاده را اینجا اساری دیده ام
 بیوفائیهای خوبان دیده ای ایدل مرنج
 کس نمیگوید که من در کس وفا را دیده ام
 چون نگار نازنین خویش دلداری دگر
 من نه درچین وچنگل بلخ و بخارا دیده ام
 چون بهائی شکوه از کس ندارم چون بخویش
 دوستان بیگانه خوان آشنا را دیده ام

—

رونق بازار من هست غم یار من
 هست غم یار من رونق بازار من
 روی تو گلزار من قد تو سروسهی است
 قد تو سرد سهی است روی تو گلزار من
 هست غمت کار من روز و شب و سال و ماه
 روز و شب و سال و ماه هست غمت کار من
 نافه تاتار من گیسوی مشکین تست
 گیسوی مشکین تست نافه تاتار من
 حال دل زار من پیش تو پیدا بود
 پیش تو پیدا بود حال دل زار من
 دلبر دلداری من بادشه خوبی است
 بادشه خوبی است دلبر دلداری من
 محرم اسرار من بسکه بهائی تویی
 بسکه بهائی تویی محرم اسرار من

—

خیالت در دل من کردخانه به سوی من بیائی بازیا نه
 کمان ابروت شد ناوک انداز دلم تیر غمت را شد نشانه
 منم در عشق تو یکتائی آفاق تویی در عالم خوبی یگانه

دلم چون مرغ گردیده گرفتار چو زلف و خال تو شد دام و دانه
 برای دولت و صلت دلا را همی سازم دما دم صد بهانه
 دهم دل بابتی دیگر و لیکن کسی چون تو بعالم دلربانه
 منم بیمار و هجرت چون بهائی بجز و صلی تو دردم را دوانه



‘پیر پاگاره‘ سید حزب الله شاه، مسکین

سید حزب الله شاه ‘پیر پاگاره ثالث‘ (فرزند ارجمند ‘پیر پاگاره ثانی‘ سید علی گوهر شاه ‘گوهر‘) در قریه ‘پیران پاگاره‘ در ماه شوال ۱۲۵۸ھ متولد شد. در باره والد خود گفت:

بالله الحمد که مسکین چو علی گوهر یافت

بارک الله چه عجب پشت پناهی دارد.

بعمر پنج سالگی بر وفات والد (۱۲۶۳ھ) صاحب سجاده شد. تعلیم مکتبی را زیر تربیت آخوند محمد باختتام رسانید، و تا عمر پانزده سال تعلیم اعلیٰ از مدرس خاص محمد عیسیٰ حاصل کرد. بعد ازان با ذوق و ذهانت خود علوم فنون را مطالعه کرده بدرجه تحقیق رسانید. شاعر زبان فارسی و ماهر خطاطی و نقش نگاری شد. ‘مسکین‘ تخلص کرد. مرشد انام بود و در انتخاب این تخلص مظهر عرفان و تواضع بود و بر این معنی گفته او شاهد است که:

ما فقیرانیم مارا با زر و زیور چه کار

همچو ابراهیم با سرمایه آذر چه کار

در مقدمه ‘دیوان مسکین‘ محقق مفتی محمد رحیم نوشت که “حضرت پیر حزب الله شاه در هرفن و در هرکار، نفاست و ذوق لطیف را رعایت می کرد بالخصوص در تعمیر ذوق نقش نگاری و در خطاطی زر نگاری پسندیده نفاست طبع او بود و خود این حضرت در ذات خویش مانی و بهزاد زمان بودند.”

حزب الله شاه در مراتب فهم و فراست و جوانمردی یکتا بود. در تدبیر و تدبیر امور اجتماعی و در دانش و دانشمندی و در علوم و فنون معروف گشت. مراسله ای بطرف سلطان ترکی فرستاد که تقاضای وقت است که استعمار برطانیه را در هند و سند ختم باید کرد.

آنجا ذوق شاعری در زبان فارسی بدرجه اتم داشت از روی معیار شعر و فکر مائل به کلام خواجه حافظ شد پیش از آن والد شان مشنوی مولانا رومی را عزیز می داشت. شاعران عصر را معزز داشت و بجود و کرم. ایشان رامی نواخت. فرزند خود علی اصغر شاه را تربیت کرد و او شاعر صف اول گشت. 'علی' تخلص می کرد خلیل در تکملة مقالات الشعراء 'علی' را میزبان است

حزب الله شاه مسکین شمع انجمن شاعران عصر بود در مقدمه این کتاب ذکر آمده که بر قصیده شاعر بهاء الدین بهائی چنان مسرور گشت که فیل خویش به وی انعام کرد پیر روشن ضمیر دلدادہ شعر فارسی، روز خمیس تاریخ چهارم ماه محرم سنہ ۱۳۰۸ھ (۲۱ - اگست ۱۸۹۰ع) ازین جهان رحلت کرد روز وفات شاعر بهائی آنجا حاضر بود و در قطعہ تاریخ و مرثیہ مدحیہ سرود که:

جناب صاحب دستار پیر حزب الله
ولي کامل مرد خدائي پير جهان
سخي و صاحب سجاده و سلم القلب
وفي و وافي و واقف و رازهاي جهان
هم خصال حميده از کمال گرفت

سخا و شرم و وفا و مروت و احسان
 چه صورتیکه هزاران هزار معنی داشت
 چو از نژاد نژاید ز مادر دوران
 بدر کشید هم خلق از خودی بخدا
 بگشت ساقی جامِ محبت یزدان
 بصبر و شکر و رضا توکل و تسلیم
 بعشق و شوق و محبت مدام با وجدان
 شده است وردِ زبان لا اله الا الله
 بهر کجا که ببینی ازو بعالمیان
 جهان و هرچه درو عاشقِ جمالِ وی اند
 ز جان و دل و جان ساخته برو قربان
 دیوان مسکین دارای ده صد غزل، یک قصیده جدید،
 مخمسات، نظم بحر طویل و قطعات است. شعر غزل اول در دیوان
 ندانم از کجا آید همان غارتگر دلها
 بیک غمزه سنان سازد هزاران جان بسملها
 مطلع غزل آخر:

بیا جانا مگیر از من جدائی مکن با آشنایان بیوفائی
 این اشعار از دیوان مسکین
 خیز در راه طلب مردانه باش همت ای دل، تا بیابی کام را
 گفته حافظ چه مسکین خوشتر است خاک بر سر کن غم ایام را
 دلداری و عده کرد که مسکین بیایمت یکبارگی شکیم و صد بار هابیا

دل قوی کن بفرقت ای مسکین تاشوی از وصال بهره یاب

بر آسمان هلال زابروی یار ما است
 روشن چو آفتاب مه روی یار ما است
 هر غنچه پرده می درد از رنگ و بوی او
 شمس الضحیٰ چو طالعی از روی یار ما است
 از نطق اوست بلبل با ناله ها هزار
 آشفته جعد سنبل از موی یار ما است

چون گدا باش تو مسکین به در پیرمغان
 زانکه سلطانی دل خدمت درویشان است

قسم به عشق تو خوردم خدا کواد من است
 بهر که می نگرم بر رخت نکاد من است
 بگفتمش ز سر من قدم دریغ مدار
 بگفت عاشق مسکین مقیم راه من است

چنین است رسم سرای سینج ای مسکین
 کهی نکین سلیمان به اهرمن باشد

حال مسکین تو ندانی که ز کیتی گذرد
 که به فردای قیامت او چسان خواهد بود

عشق تا سوزد نمی سازد باریات
 کر بود صاحب دلی تا این معما بسکند
 شاهباز لامکان را اوجکاد دیگر است
 کر بود جبریل انجا بال به راسکند

غازي و غالب غضنفر دل شجاع و شیرحق
در میان روز هیجا قلب صفها بشکند
جذبہ عشاق در معشوق می دارد اثر
شوق مجنون پای محمل را بصحرا بشکند

—

ترک من برسر جنگ است چه می باید کرد
نگهش تیر و تفنگ است چه می باید کرد
خواست مسکین که بمیدان ثنائش تازد
اسپ ادراک چولنگ است چه می باید کرد

—

یار من در جهان می خندد برق اندر سحاب می خندد
نمک اندر کباب می بخندد معنی اندر کتاب می خندد
از سخایت فقیر مسکین را گنج شد دستیاب می خندد

—

باده نو خوب گر مسکین بود از دست یار
همچو حافظ باده، تان را نمی باشد قوام

—

من از فراق تو بیچاره ام چه چاره کنم
کدام فال زخم و چند استخاره کنم
ازین غزل که سروری سزا است ای مسکین
زطرز نظم تو تحسین هزار باره کنم

—

عاشقم مسکین و کار ماست مردم غم کشی
هیچ دل را ره نباشد با دل محزون من

—

سر حدیث عشق تو گفتن نمی توان
 رازی ست در دلم که نهفتن نمی توان
 شرح و بیان درد و غم و داستان هجر
 مسکین خموش باش که گفتن نمی توان

—

مسکین رضائی یار سراسر سعادت است
 بر خود پسندم آنچه بود دلپسند تو

—

در مجلس ملوکان چه بود گذر گذارا
 رازی نه فاش گوید هر غنچه صبارا
 از من مدار پنهان این قصه ای درازت
 بامدعی مفرما این راز آشکارا

—

درمیان مصحف رویت زدم صد فالها
 آیت لطفت ز رویت جسته ام صد سالها
 سالها از جوش آتش بار ناله خویشتن
 ریختم از چشم خونی اشک همچون ژالها
 درمیان وادی عشقت هزاران بی سران
 همچو من بسیار می باشند شیدا و الها
 لشکر چشم تو چون از کیسونی گیرد کمند
 رستم و سام و نریمان می شود چون ژالها
 مستی، باد خزانم از بهار افکند دهر
 می کنم چون بلبل مسکین هزاران ناله

—

وي زچشم چون گذشت اما ندانم چون گذشت
 محمل ليلي که ناگه برسر مجنون گذشت
 غرقه درياي هجران را به وصل خويشتن
 دستگيري کن که آبي از سرم اکنون گذشت
 بس که در شوق وصال روز و شب بگریستم
 رفته رفته سيل اشک از دجله و جیحون گذشت
 دوش درميخانه چون بنشستم اندر پاي خم
 فکر طبعم از خيال طبع افلاطون گذشت
 بارها بادا صبارا اشتياق کوي او
 همچو مجنون پاي کوبان از سر هامون گذشت
 چيست يا رب! از در گوشش نمي آردگذر
 اين فغان و ناله ام کز گنبد گردون گذشت
 وادي مجنون کنون از ناله ما پر نواست
 نوبت مسکين رسیده نوبت مجنون گذشت

عشق با زنجير هرگز قيد نتوان کردن است
 در گره تزوير هرگز قيد نتوان کردن است
 سرزنش مسکين باتو کرد چندان زاهدا
 دام کن تاخير هرگز قيد نتوان کردن است

بيا بيا که هم درد دوا اينجا است
 شنو شنو که عطا خانه شفا اينجا است
 به جستجوي صنم در بدر چرا شده اي
 بيا بخانه دل بين که دلرپا اينجا است

هزار نسترن و سنبل و سیمین و سمن
صفای صحن چمن نکهت صبا اینجا است
زکوی پیر مغان سوی کعبه چیست گذر
که قبله گاه هم کام و مدعی اینجا است
بکوی میکده زاهد کجا گذر گیرد
چرا که عاشق مسکین پارسا اینجا است

ترا صبر و مرا فریاد دادند به هر کس هر چه طالع داد دادند
چو قصه حسن را بنیاد دادند بنای صبر را برباد دادند
بخسرو شد لب شیرین میسر ز تلخی کام با فرهاد دادند
به بلبل از فراق غنچه گل فغان و ناله و فریاد دادند
رخت را مطلع خورشید گفتند بیابان را بمجنون باد دادند
بتاگوش و عذار روی خوبت تماشای کلستان یاد دادند
در گنج کرامت را کشودند بهریک بنده آزاد دادند
بمیل باده چنک و چغانه مقیمان حرم ارشاد دادند
بمسکین دولت حل المعانی
ز فیض خدمت استاد دادند

خدا چون عالمی ایجاد میکرد ترا شیرین مرا فرهاد میکرد
به بیباکی و چستی ترک مستم بقتل من دلت ارشاد میکرد
قضا چون دام کیسویت هسی یافت مرا صید و ترا مساد میکرد
چون آن دلدار میرفت از بر من دل من ناله و فریاد میکرد
با آب کریم چشمم همچون مجنون دلم دست چمن باد مساد میکرد
حریفان سوی راه باده و چنک سحر پیر مغان ارشاد میکرد
سرش کردم که از یک ساغر می زفید هشتم آزاد میکرد

بمکتب خانہ عشق تو مسکین
رہ و رسم وفا را یاد میکرد

—

این غزل در تتبع خواجہ عثمان ہارونی.

بہر صبح و مسا در کوء آن دلدار می رقصم
ولی در یاد آن دلبر بنالہ و زار می رقصم
گہی بر گل شدم بلبل گہی چون لالہ گہ سنبل
گہی با نالہ ہو ہو چو قمری وار می رقصم
گہی چون شمع سوزانم گہی با سینہ بریانم
گہی چون بلبلی با گل کہ در گلزار می رقصم
گہی در مسجدی رفتم گہی بتخانہ را جستم
گہی چون گوہر، شہوار در زنار می رقصم
گہی میخانہ را دیدم گہی صہبائی نوشیدم
گہی بانشد رندی بر میخوار می رقصم
گہی بیدار و ہشیارم گہی باغم گرفتارم
گہی باخواب آلودہ در آن خمار می رقصم
گہی اندر حریم ہو بگفتم ہو و با من ہو
گہی با رند بازاری براہ خوار می رقصم
گہی بر شاخسار گل نمودم شور چون بلبل
گہی چون عاشق مسکین پی دیدار می رقصم

—

از ازل عشق و محبت را تحمل داشتم
زادہ ام عاشق شدم زاد توکل داشتم
ہمچو قمری پیش سروی ہمچو بلبل پیش گل
سجدہ کردم جام را آواز قلقل داشتم

شام رفتم در چمن دیدم که یار آمد بسیر
تا سحرگه گوش بر آواز بلبل داشتم
گفتمش بنشین و احوال دل زارم پرس
برنشست و گفتگو فرمود در دل داشتم
گفت ای تو کیستی لیکن هزاران همچو تو
بسته زنجیر گیسوئی مسلسل داشتم
گفت آخر دلنوازت باشم و دلدار هم
پس مگو مسکین ز امیدت تغافل داشتم

دانه دل شده گم از که مددی یابم
مور مسکین مددی، مرغ سلیمان مددی.

من نمی دانم که ایام جوانی تا بکی
این همه ناز و ادای کامرانی تا بکی
چون هما بر فرق شاهان جهان پرواز کن
بسته ای دام ریا مسکین به مانی تا بکی



پیر رفیع الدین سرہندی شکارپوری، رفیع

پیر رفیع الدین بن نظام الدین سرہندی (ف. ۱۷ رجب ۱۲۷۳ھ) در شہر شکارپور متولد شد و در آخر قرن سیزدہم و نیہ اول قرن چہار دہم می زیست. عالم و فاضل و شاعر زبان فارسی بود و 'رفیع' تخلص می کرد. ذخیرہ اشعارش دستیاب نشد مگر این اشعار نعتیہ کہ از بیاض فقیر ملا عبدالرحمن بن ملا لطف اللہ ساونی نقل می کنم:

وصف رخسار درخشان والضحی می زیبیش

آیہ انا فتحنا در غزا می زیبیش.....

من چه گویم خطبہ تعریف آن خیر الرسل

وصف حسن بی نہایت از خدا می زیبیش...

هست سبحان الذي اسري بتعريف رسول

ای رفیع، این نور با تاج و لوا می زیبیش.

از مطالعہ قطعات کہ بر وفیات میر حسین علی خان (۲۶- ربیع الاول ۱۲۹۵ھ) و خواجہ عبدالرحمان سرہندی (۱۳۱۵ھ) و میرزا علی قلی بیگ 'غریب' (۱۳۲۱ھ) نوشتہ ظاہر است کہ پیر رفیع الدین در شعر فارسی ید طولی داشت. در قطعہ تاریخ میرزا علی قلی بیگ 'آہ غریب' گفت:

چون رفیع خواست سال ترحیلش

"غمگسار" هاتفم گفت بخوان.

قطعہ زیرین بر وفات (۱۳۱۵ھ) خواجہ عبدالرحمان مجددی سرہندی تصنیف کرد:

اي دريغا آن شه قطب يقين شمع جمع اصفيا صاحب نگين
شاهباز اوج برج اهتدا مهبط انوار غوث الكاملين
صاحب حالات و اسرار عجيب رونق اهل صفا ذر ثمين
زينت هر اوليا و اصفيا تاج بخش عابدين و سالكين
عبدالرحمان شاه فرخنده سير كامل و اكمل امام المتقين
آن ولي مستعان قيوم حق رفت زين عالم سوي خلد برين



پیر محمد اشرف نقشبندی

پیر محمد اشرف نقشبندی در نیمه آخر قرن سیزدهم می زیست. شاعر زبان فارسی و سندی بود. این قطعه تاریخ که بروفات (ششم شعبان ۱۲۹۳ هـ) مخدوم محمد عاقل (دویم) کهڑوی نوشت از و باقی مانده و اشعار دیگری از او یافت نشد.

آه از فوت حضرت مخدوم

از جهان رسم جود و حلم برفت

سال وصلش چو از خرد جستم

گفت: "هی هی شعاع علم برفت"

۱۲۹۳



جمال الدین

مصاحب آخوند محمد علی که مذکور شد. جمال الدین این غزل
در جواب غزل آخوند موصوف سرود:

من که باشم تاکشم توصیف آن شیرین سخن
حیرت حسنش ربوده رونق گل در چمن
ماد زو داغ غلامی بر جبین خود گرفت
دولت فیضش بعالم مثل دریا موجزن
یاد او دارد جمال الدین انیس جسم و جان
از محمد و از علی خواهم مدارا در محن



حافظ حامد تکهرائي، حامد

حامد از قبيله 'ميمنان' در قريه تکهړ در سال ۱۲۴۸هـ تولد شد. هشت پاره از قرآن کریم حفظ کرده که در مرض Small pox بصيرت ضايع شد. مگر ذهانت جلا گرفت. بعد ازان براي ادای حج رفت و باقي کلام پاک را در مدینه طیبہ در خدمت شيخ قاري محمد شاذلي حفظ کرد. بعد مراجعت بوطن مالوف، تعليم و تربيت در علم فارسي از مولوي حاجي موسي نظاماني بلوچ گرفت، و در فارسي و سندي شاعر قادر الکلام شد. در معاصرین از کسی خود را کمتر نمي پنداشت. در سال یک هزار دوصد و نود و شصت خواجه عبدالرحمان سرهندي از قندهار هجرت کرده به سند آمد و در شهر تکهړ مقیم گشت. شعراء اشعار در تهنيت قدوم عرض داشتند. دران جمله حیدر، گدا و سها که ایشان را خليل در تکلمة الشعراء میزبان است، ولي حامد را جاي نداد.

در تهنيت نامه ها بر قدوم خواجه موصوف، آخوند اميد علي 'سها' قدم پيشتر نهاد و نظمي باین مطلع سرود:
اي که از جيب گريبان سروفروزان بوده اي
مقطع خورشيد و ماه از مطلع جان بوده اي
حامد 'سها' را تتبع کرد و گفت:

اي سپهر عز را ماه درخشان بوده اي
وي جهان جاه را شاه جهانان بوده اي
در مقطع تعلی خود نمود که:

حامدا در شعر حیدر نيستی هم ني گدا
باز بر شعر 'سها' بيهوده خندان بوده اي

حافظ حامد در سال ۱۳۱۵ھ در قریه مریدان خود بنام 'جاریلی' (در 'ریاست جودهپور' آن زمان) وفات یافت.
ذخیره اشعار او در فارسی و سندی در کتاب بنام "ارمغان حامد" موجود که پسرش محمد هاشم 'مخلص' در سال ۱۳۲۴ھ از میرپورخاص شایع کرد که نام تاریخی "نظم دلکش" و "راحت روح عاشقان" دارد. سال میلادی "بهار باغ سخن" (۱۹۳۶ع). در این 'ارمغان' یازده غزل فارسی، یک عربی و باقی کلام سندی است.

اختصار اشعار از ارمغان حامد:

چه سحر آموخت یا رب چشم یارم
خراب انداخته ست آن جمله کارم
سیه زلفش چه سودا داد در دل
که هر دم بیخود و بی اختیارم
بشوق موعد وصلش که صبح است
همه شب می رود در انتظارم

—

توبه از عشق بتان هرگز نخواهر کرد من
می کند هر چند واعظ زان بما صد راه بیم

—

بمن آن شوخ دلبر بی وفا شد ستم خو کرد کار او جفا شد
نیازش کردم و نازش کشیدم ندانم تاچنین سرکش چرا شد
چه سحر ست آن بت سیمین ز نخدان که در مهرش دل و جان مبتلا شد
طیب از علت ما بیخبر نیست ولی درد محبت بی دوا شد

—

چو مجنون زار ماندن در بیابانِ غم و وحشت
 بگوئی ناز لیلی می رسیدن آرزو دارم
 صبا نا محرم اندر حضرت شاهِ سبا باشد
 حدیث حسنش از هد هد شنیدن آرزو دارم

—

ای کمند زلف تو پابند سلطان و گدا
 وی ز دور چشم تو جانهای پاکان در بلا
 دم بدم رسم تو باشد الفت بیگانگان
 این چه ملت؟ بوده ئی فارغ ز حال آشنا
 به شود بیمار عشقت، از برای درد او
 گر کنی دیدار خود را شربت صبح و مسا
 در فراق از دلم چون درد مند بی علاج
 نعره شام ست یا رب، هر سحر دم یا خدا
 شمع تابان ست رویت جان من پروانه وار
 حیف باشد گر فدای او نشد با صد هوا
 آستان را گرفتم قبله، هردو جهان
 چون شدی روز ازل مارا امام مقتدا
 حاجت خود را نجوید جز تو حامد از کسی
 زانکه از دستت بر آید آنچه دارد مدعا

—

بحسنش ناز چون پیوند کردند دلم با مهر او پابند کردند
 رخ و لب شاهد شیرین فسانه گل و شکر بهم پیوند کردند
 ز بهر دردمندان محبت دواي خوش ازان گلشن کردند
 در پیر مغان خواهم پرستید اگر در ترک او صد پند کردند
 نخواهم توبه از میخانه و می چو ساقی شاهد دلبنده کردند

بجنت زاهد خلوت نشین را مرا با روی او خورسند کردند
 چشاندند زهر عشق آندم که لعلش از نبات و قند کردند
 بسان سگ رقیب تند خورا مقیم کوی خود تا چند کردند
 چه غم گر دولت و بخت نباشد بهمت رستم و اسفند کردند
 جهان را با منال و جان مارا بدرد عشق دولتمند کردند
 به بخت باش خوش حامد ترا چون گدای خواجه مروند کردند
 (خواجه مروند، یعنی مخدوم لال شهباز عثمان قلندر سیوهانی)

چه سحر آموخت یا رب چشم یارم
 سیه زلفش چه سودا داد در دل
 هوای خاطر جز حضرتش نیست
 بشوق عارض آن حور پیکر
 چه نقشم بست بردل عشق خوبان
 نگار سنگدل نا مهربان شوخ
 همی نالم بدرگاهش که روزی
 ز ساقی ازل یک جام خوردم
 چو منصور ار کنم دعوی به عشقش
 بشوق موعد وصلش که صبح ست
 نصیبی ده به حامد از لقاییت
 خراب انداخته ست آن جمله کارم
 که هر دم بیخود و بی اختیارم
 خیال جز سر کویش ندارم
 خدا داند که من بس بیقرارم
 که پند کس نگیرد استوارم
 نیارد رحمت بر حال زارم
 مگر باشد قبول اعتذارم
 ازان می خوش هنوز اندر خمارم
 بود زود آنکه بینی سر بدارم
 همه شب میروم بر انتظارم
 که از بس بر دلت امید وارم



حافظ محمد يوسف، يوسف

فضائل پناه حافظ محمد يوسف، از قبيله ميمنان قصبه 'تکهر' (از توابع حيدرآباد) در نيمه آخر قرن سيزدهم و اوائل قرن چهاردهم مي زيست. مدرس و شاعر و اديب زبان فارسي بود و فرزندش محمد هارون را اينچنين تربيت کرد که شاعر قادر الکلام فارسي گشت. ذخيره شعر فارسي حافظ محمد يوسف ضايع شد الا چند قطعات تاريخهاي وفيات. اين قطعه بر وفات رئيس تکهر سيد الله بخش شاه سرود.

دريغا ازين دار ناپايدار سفر کرد شاه عظيم الوقار
گل باغ صفوت چراغ شرف گزيده ز اولاد شاه نجف
شريف النسب سيد محترم ملاذ غريبان معالي همم
خرد مند، هوشيار دل، هوشور به نيکي به ملک جهان نامور
درخشنده رویش چو در خوشاب کفش، گاه بذل و کرم چون سحاب
زهي دينداري که صبح و مسا بجان بوده مصروف طاعت خدا
باخلاق پاکيزه جانها ربود باحسان آسوده دلها نمود
ز ترحيل آن سيد ذوالکرم هجوم غم آمد بدل دمبدم
چون يوسف ز دل سال و صلش بجست نکوکار سيد اله بخش گفت
۱۳۰۹ هـ ق

در رحلت خواجه عبدالرحمان سرهندي (۱۳۱۵ هـ) گفت.
دريغا دوش از رحلت ولي کامل و مقبل
فتاده بر سرم ناگاه بصد اندوه کوه غم
دل يوسف چو سال رحلتش را جست هاتف گفت
سراج الاولياء و قطب سرتاج همه علم (۱۳۱۵)
حافظ محمد يوسف در سال ۱۳۲۲ هـ فوت شد



حافظ محمد هارون، دلگیر

حافظ محمد هارون بن حافظ محمد يوسف میمن، از قبیله میمنان در نیمه دوم قرن سیزدهم در قریه تکهر متولد شد و در مدارس تکهر، عربی و فارسی آموخت و در زبان فارسی شاعر قادر الکلام گشت. در غزلیات، اغلب 'دلگیر' تخلص کرد و در قصائد نام خود 'هارون' آورد.

قطعه تاریخ و مرثیه بر وفات پدر (بند اول):

برخیز گاه از دل ناشاد بر کشیم غوغای نوحه و ناله بیداد بر کشیم
چون شمع سیل اشک فشانیم بر زمین وز سوز دل غریو چو فرهاد بر کشیم
آواز دردناک رسانیم بر فلک واحسرتا بعالم ایجاد بر کشیم
بر سر زنیم دست تغلبن کف اسف حنانه وار نوحه و فریاد بر کشیم
از دود آه روی فلک راسیه کنیم پاداش زین ستمگر جلاد بر کشیم
دست فنا چون دلمن رنج و محن گرفت باشد که وقت عافیت از یلاد بر کشیم
طوفان عاصفت چو افتاد بر زمان شاید اساس صبر ز بنیاد بر کشیم
آوخ! که طرح عالم امکان خراب شد
آشوب شد پدید و جگرها کباب شد

کلر جهان سراسر ژولیده و درهم ست پشت فلک زبل مصیبت شد خم ست
کرده ست غنچه پیرهن اصلطبلر چاک ملنا کهنین عرای دلش کسته محرم ست
گردون بطیلسان سیه کرد در بغل یعنی که هر کجاست شب و روز در غیر ست
تنهانه علمیت ازین درد سوکوار از تیره شب بیرش که ادهم به ملهم ست
آوخ! که آفتاب هنر رفت بعد ازان چشم در انکساک مدلهما حه سبتم ست
از خون دل چو غنچه خورم شربت بلا وز تلخی فراق مزخمر همه سم ست

گویم چه سر گنشت ز بیداد آسمان خاک عزا بخون دلم گشته مدغم ست

جور زمانه کرد جهانی در اضطراب

بیجان و بیقرار و تهی مغز چون حباب

این حادثه نگر که بمن ناگهان رسید چشم سپهر واقع زین صعبت ندید

شرح غموم او بکدامی زبان دهم چون ناوک جفا بدل و جان من خلید

این سخت جانیست که درحالتی چنین طبعم بفکر شعر نوشتن قلم کشید

از همت بلند بفردوس رای کرد آرامگاه خویش بدارالبقا گزید

مارا بغیر صبر دگر روی نیست از باغ دهر یک گل امید کس نچید

بودم بفکر سال وصالش غریق غم در حلتی که خون ز چشمم همی چکید

ناگه ز سوی لعل بهشت برین دلم تاریخ او بخلد مخلد بود شنید

بادا مقیم پیش شه سید الانام

ختم سخن بفاتحه کردیم والسلام

بعض احباب دانش 'دلگیر' را 'قآنی تکهر' تصور

کرده اند او در یک نظم در زبان سندی اشاره به خویش کرد و

گفت که تو در شعر گوئی جادو کرده ای:

"شعر گوئی ۾ تو اڄ جادو فنی کی اختیار

جنهن کی کا دعویٰ هجي، هيءَ گوءِ هيءَ میدان تیار"

غزل

اگر بروی تو بار دگر نظاره کنم

چو صبح زندگی خویش را دوباره کنم

بیا بگوشه چشمم عنایتی دریاب

نشسته شب هم شب ناکی انتظاره کنم

مرا که زندگیم ز آتش است همچو شمع

چسان ز شعله برون رفت چون شراره کنم

بیار باده، حیرت گداز و فکرت سوز

که رقص و وجد و طرب را ز دل اجاره کنم
 شراب وصل توام یکنفس حلال مباد
 بیاد لعل تو از باده گر کناره کنم
 من و شریعت عشاق هر چه بادا باد
 چه حاجتست که در زهد استخاره کنم
 گرفتم آنکه شکیب آرم از جفای رقیب
 به ناشکیبی زان طلعتت چه چاره کنم
 تمام عمر گذشته درین هوس "هارون"
 که یار را به چه افسون شرابخواره کنم

قصیده

صبحدم چون زد شه انجم علم برکوهسار
 گشت دامان زمین روشن چو صحن لاله زار
 زال گردون کرد تازه عهد ایام شباب
 دختر پیرانه سر پیچید از باد بهار
 هر طرف باد بهاری کرد در صحن چمن
 نورسان غنچه را سرسبز چون عذرا عذار
 چشم نرگس راتو گفتی گشت چون خوبان عیان
 غمزه عالم فریب و عشوه مردم شکار
 سبزه می مالد حنا بردست و پای نارون
 غنچه میخواند ثنا از صنعت پروردگار
 بلبل دستانسرائی و قمری اهنک ساز
 لحن داوودی کشیدند از فراز شاخسار
 یا دم روح القدس آمد ز بالای سد
 یا رسید الفاس عیسی بر بساط مرعرا
 یا غزال چین مکر کم کرد راه ملک خود
 یا مکر حور بهشتی کرد در کلسن کداز

ساقی مجلس گرفته روح پرور را
بی طلب داده به هر کس از یمین و از یسار
محفل گلزار کرده تازه و روشن چو ماه
کز طراوت او نماید اهل جنت عرق عار
سبزه گسترده بساطی چون حریر آسمان
تا ز اطفال چمن گرد گلستان لاله زار
طره سنبل مگر آراست مشاط نسیم
زان سبب گردید چون جعد عروسان تابدار

—

عارض گلرنگ نسرین از نر شبنم شده
گاه چون درج عقیق و گه چون در شاهوار
ابر چون دست سماح شاه شاهان میکند
بر حریم بری عالم عقد گوهر را نثار
واقف لوح و قلم، بحر کرم، کان عطا
ملهم اسرار غیبی عارف پروردگار
آن ملک قدریکه آرد چرخ اطلس از بهشت
زلف حورالعین را بر در گهش جاروبدار
آنکه از بختش کند آبای علوی افتخار
از کف احسان او شد بحر عمان قطره ای
و از خدام درگه او کمترین اسفندیار
گاه لطف جود او شد بینوا گنجور در
گاه سهم خشم او شد پیکر دشمن نزار
ذات پاکش برتر از دنیا و ما فیها شده
خاطرش از رازهای غیب شد آموزگار
ابر میگرد چو می بیند عطای عام او
چرخ میلرزد چو بیند خنجر ضیغم شکار

در دل هر کس که جا بگرفت نقش تیغ او
از پریشانی بخاک افتاد همچو خار خوار
جان مشتاقان او سرمایه نور یقین
خاطر اعدای او آغشته خون از اضطرار
آسمانت چاکر و فتحت قرین بخت معین
ساعتت فرخنده اختر تابع و اقبال وار
چونکه از تطویل ای 'هارون' بهتر خامشی
بر دعای شه سخن را می نمایم اختصار

دلگیر بتاریخ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۳ هـ ازین جهان رفت و محمد
اسمعیل جان 'روشن' که شاگرد دلگیر بود این مرثیه نوشت و
اوصاف دلگیر را بطریقه احسن شمرد.

جناب حافظ هارون صدر مجلس فضل
گل حدیقه دانش مه سهر ذکا
به ذهن هندسه خوان به فهم حکمت دان
به عقل پیر به دل نوجوان به طبع رسا
چنان رفع خیالی که در معارج نظم
گذشت پایه اشعارش از شر شعری
نظر به شعر خوشش نظم شاعران جهان
همان مقابله ای قطره ایست با دریا
به بحر نثر چنان بود فکر او غواص
که می کشید به یک غوطه صد ذر یکنا
به خط خوب ز امثال انچنان ناتف
که کس نیخت خیال سویتش اصلا



حکیم مولوی محمد صادق راٹھپوری، صادق

حکیم مولوی محمد صادق در قریہ جلیل کھنبرو (ریاست بہاولپور) در ربع آخر قرن سیزدهم متولد شد و تعلیم مکتب در قصبہ چاچران حاصل کرد. در سال ۱۳۱۹ھ پدرش میان اللہ بخش عباسی ازانجا ہجرت کردہ در شہر رانی پور (ضلع خیرپور ریاست) سکونت اختیار کرد. تعلیم و تربیت در مدارس سند و در زبان فارسی و علوم شرعیہ و طب تحصیلات حاصل کرد. صاحب تصانیف و ادیب و حکیم و شاعر زبان فارسی و سندی و اردو بود و 'صادق' تخلص می کرد. بتاریخ دویم ماہ فبروری ۱۹۶۱ع در شہر رانی پور فوت شد.

در سال ۱۹۴۴ع (۱۳۶۵ھ) کہ راقم در دانشگاه مسلم یونیورسٹی علی گڑہ (ہندوستان) طالب علم بودم با حکیم مولوی محمد صادق اول بار در شہر رانی پور ملاقات کردم. بعد ازان تاسالہا با او مراسم دوستی قائم بود. ولی افسوس کہ دربارہ شعر فارسی آنجناب بہ تفصیل نپرسیدم. البتہ در نامہ ہای خود اشعار فارسی را می نوشت کہ اینجا می نویسم.

در یک نامہ قطعہ وفات استاد خود علامہ محمد لغاری

(از قبیلہ لغاری، دیرہ غازی خان) نوشت:

آہ علامہ اوستاد زمان ہست نامش محمد ذی شان
بود مشہور باکمال علوم آن لغاری دیرہ غازی خان
خادم الشرع عالم و عامل آن محدث مفسر قرآن

صرف نحوي و منطقي نقاد بود بي مثل در همه اقران
 صد هزار اند از تلامذه او در خراسان و سنده در ايران
 عمر صد سال و هفتش بوده شد مشرف بدرگه يزدان
 حاجي و حافظ و خدا آگاه بود مخصوص رحمت رحمان
 بيست ويکم جمادي الاخر سوي خلد برين گشت روان
 الف و هفتاد و سه صد و سويست سال هجرت ز سرور دو جهان
 من در یک نامہ اي خود نوشتم کہ در شهر جهوناگرہ
 (هندوستان) تا چہار سال در بہاؤالدين کالج تعليم براي سند
 (بي. اي) حاصل کردم؛ در جواب منظوم نوشت کہ مرا نواب
 جهوناگرہ براي مطب اہليہ خود مدعو نمود و نواز شہاي بسيار
 کرد

منم غريب ديار و فقير گوشہ نشين
 بہ ناموافقت اہل وطن گذارہ کنم
 ہزار خير ز نواب جهوناگرہ ديدم
 ہوس کہ جان و دل خویش را نثارہ کنم

عالم معاصر مولوي عبدالکریم چشتي شکارپوري از سببي
 رنجيدہ بود در نامہ منظوم خود نوشت

بخدمت اقدس جناب مولوي چشتي
 پس از سلام بالحاح اين اشارہ کنم
 وفائي از من دل خستہ بي سبب رنجيد
 تو کر و کيل نکردي بکوچہ چارہ کنم

یک واقعه از عنفوان شباب اين طور بيان کردہ است
 'ريل' سفر مي کرد کہ بر یک حسينہ اکہ ہم در ريل سوار
 بود، نظر افتاد و بي حال شد تا آنکہ در محيط آبادہ اضلع
 لاڑکانہ فرو رفت

باپري چهره غزالي سفر ريل افتاد
جان فدايش که به او واقعه ذيل افتاد
چون دلم برد و جدا شد ز ستیشن 'باده'
ز اشک چشمان بمزروعهء دل سيل افتاد.

در یک ملاقات، ذکر وفات زوجه خود (در سال ۱۹۵۸ ع) کرد و
در مدح مرحومه این اشعار گفت:

گهي از ما دمي تنها نه رفتي
چنان اکنون چنین از ما جدا رفت!
رفیق و مونسر بود از چهل سال
نمی دانم چرا رفت و کجا رفت!
در قصیده ای این اشعار نوشت:

نسبت نظر ست مولوي 'صادق'
وه که از پیء سخنوري آمد
گفت: احسنت احسن فیاض
وه که در شعر انوري آمد
شعر رنگین می کنی انشاد
بر زبانت کمنگری آمد.

وله:

خوش آن گروه که با یاد حق هم آغوش اند
برنگ پیکر تصویر جمله خاموش اند
حدیث ساقی خود را بلب نمی آرند
بدل برنگ خم می همیشه در جوش اند.



دلپت رام، دلپت

دلپت رام در شهر سیوهن در حوالي سال ۱۷۶۹ ع (۱۲۸۳ هـ) متولد شد. در حکمرانی امیران تالپور، بعهدہ، کاردار فائز شد. رسوم مذهب هندوان ترک کرده. صوفي با صفا شد و ملازمت را خیرباد گفته منسلک بہ سلک صوفیاء 'جهوک' گشت. شاعر زبان فارسی و سندی بود و 'دلپت' تخلص کرد. 'دیوان دلپت' و مثنوی 'جنگ نامہ' شہادت شاہ عنایت اللہ باقیست کہ سیصد و پنجاه بیت دارد.

هر که دارد روح را از جسم پاک
از قیامت و ز اجل وی را چه باک
عاشقان هرگز نمیرند از اجل
زانکہ آنها لازوال اند از ازل

—

هر کہ دارد چشم روشن می کند دیدار دوست
کور کی بیند رخس در بند اسم و جسم پوست

—

چون همه عالم ز نور حق منور مستدام
از شعاع شمس ما روشن بود این افتاب

—

ای کہ شاهد از دلت چو هیچ گاهی دور نیست
تو چرا مہجور کشتی، چون ز نو مہجور نیست

—

هیچ دانی چه ای و عالم چیست
من و تو ظاهر شده مظهر کیست
موج از جوش بحر شد مشهود
بین بجز بحر ذات نامش چیست (۱).



ء

(۱) شعرا، فارسی در سبک «انگلیزی»، تصنیف سدارنگانی

سید حیدر شاہ، حیدر

سید حیدر شاہ 'حیدر' در شہر حیدرآباد تولد شد و در نیمہ دوم قرن سیزدهم و نیمہ اول قرن چہاردهم می زیست. او اول مسلم بود کہ در شہر حیدرآباد تجارت کتب را بطور پیشہ اختیار کرد. بعد وفاتش فرزندش 'متہن شاہ' 'کتاب فروش' شد. 'متہن' در لغت سندی بمعنی 'شیرین' است در سال ۱۳۰۱ھ از میر عبدالحسین خان، فرزند دوم 'ایزد یار خان' متولد شد و سید حیدر شاہ این تہنیت نامہ فرستاد

ببلبلان را کسی خبر سازد وہ چه آمد بہار در گلشن
 ہمہ خندان شدند از شادی گل سوری و یاسین و سمن
 نسترن ہم خوش است و میباشد قابل دید جلوه سوسن
 گل پی دیدن جلوس فضا کرد دیوار باغ را روزن
 قمری از سرو مزده کہ شنید طوق منت فکند در کردن
 گل سوری بسوی خورمی دید تا بگوید بہ وی کہ روشن
 کس نہ دیدست پیشتر کہ شدہ است شمع خورشید آسمان لکن
 کہ بہ اقبال میر عبد حسین محفل عیش می سد روشن
 پور اورا خدا نمود عطا امدم بہر تہنیت کشتن
 یار ایزد بود بہ ایزد یار عمر باشد فزون زیست
 بس دعاہا کہ میکنم ہر دم من ہمیدانم دعا ہر ش من
 جست حیدر چو سال تولیدش داد ہاتف ندا چراغ زمین

۱۳۰۱ھ



سید رشد اللہ شاہ، اواہ

سید رشد اللہ شاہ بن سید رشید الدین از خانوادہ، پیران جہندہ، در قریہ 'پیر جہندہ' از مضافات 'ہالا' (ضلع حیدرآباد، حال متیاری) در سال ۱۲۷۷ھ متولد شد. تعلیم و تربیت خویش را زیر نظر اساتذہ قاضی عبدالغنی کدہری و قاضی فتح محمد نظامانی و عبید اللہ سندھی تکمیل کرد و بدرجہ عالم و فاضل رسید. درسگاہ قائم کرد و کتابخانہ بنا نهاد، ادیب و سخنور و شاعر زبانہای ہندی و فارسی بود. در شعر فارسی 'اواہ' تخلص می کرد. در سال ۱۳۴۱ھ وفات یافت.

او 'کریمہ سعدی' را در ہندی منظوم کرد و چندین غزلہای حافظ را نیز در زبان ہندی منظوم کرد. این مطلع غزل او کہ در تتبع حافظ سرود:

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا
کہ با این رہ شود شاید قطع این دور منزلہا.
غزل

از ہمین طرب نوازم بہ دما دم بنوازم
زیر بر زیر، طبل بر طبل، و بر بر بر
طالعہ بین کہ فلک نیز بکامم گردد
دور بر دور چرخ بر چرخ و خم بر خم
این تن خشک شد از آب سنن با رونق
تازہ بر تازہ مطر بر مطر و نم بر نم
لشکر سنن نبی بہر پناہم آید
جوق بر جوق یزک بر یزک و عمر بر عمر

فوق "اواه" همین بارد الطافش را
سیل بر سیل مطر بر مطر ویم بریم
غزل

دلفریبی گزیده ام که می پرس
ساحری جان دیده ام که می پرس
برفسانه فسون او از جان
آنچنان دل بریده ام که می پرس
خزف دل فروخته بدلش
در یکتا خریده ام که می پرس
من ز نکبت عبیر جعد مشکین
خوشبوئی شنیده ام که می پرس
از لب شکرین شکر خای
شهد خالص چشیده ام که می پرس
همچو حافظ نجیب ای "اواه"
به مقامی رسیده ام که می پرس



سید محمد شجاع لکھوی، شجاع

سید محمد شجاع از دودمان سادات 'لکھی' در آخر قرن سیزدهم و اوایل قرن چهاردهم می زیست. شاعر قادر الکلام بود و در شعر 'شجاع' تخلص می کرد. در طب و مطب مهارت داشت. سادات لکھی در طریقہ نقشبندیہ معتقد به عارفان 'لواری' بودند. این اشعار که در مدح عارفان نقشبندیہ سروده، از نوشته نواب الہداد خان صوفی (ف ۱۳۰۰ھ) یافتہ. از 'محمد حسن' اشاره است به خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی.

اولیا چون بستہ صف بہر ادای فرض حق
جملہ آمد مقتدی گشتہ امام نقشبند.....

اول ایشان چون آمد آخر ہر منتهی
فکر کن دل کی شود مدح تمام نقشبند
نام مقصود دلم باشد محمد با حسن
حسن نو دادہ زمان را چون عظام نقشبند
پیر گشتی در ثنا خوانی شجاعا گفت دل
گفمتش نوشیدہ ام یک جرء جام نقشبند.

مصنف تذکرہ لطفی (جلد دوم) این چہار غزل 'شجاع' را انتخاب نمودہ:

ای یار خوشخرام خدا را بیا بیا
مہ پارہ تمام خدا را بیا بیا
مطرب مگر کباب و گل و مل میسراند
بی تو مرا حرام خدا را بیا بیا

از تشنگی فرق تو جانم بلب رسید
بر کف نهاده جام خدارا بیا بیا
ای شہسوار تومن بکرہ بکشتگان
از دست کش لگام خدارا بیا بیا

—

شکر خدا کہ راحت دل از درم
دامن کشان بلطف و سخا بر سرم رسید
بر خواستم بیایش سودم سر نیاز
برداشتہ سرم ز قدم در برم رسید
ایام ہجر رفت و شب وصل شد پدید
در خانہ ام چو خسرو بیت الحرم رسید
در پایہ بندہ، تو زنجیر از ادب
خاموش ای شجاع کہ آن سرورم رسید

—

آنرا کہ بادہ عشق تو در سر نشد ہنوز
در بزم بیدلان غم پرور نشد ہنوز
یا قوت و لعل و لالہ برابر لب نکار
ہریک خجل بخویش کہ احمر نشد ہنوز
ساقی دو صد ہزار سبویم بحلق ریخت
با این ہزار جام لبم تر نشد ہنوز
عمریست ای شجاع بہجران گذاشتم
یکدم وصال یار میسر نشد ہنوز

—

زلف تو زنجیر عشقت در کلمہ انداخت
بست طوق بندگی در کردنم خون فاختہ

تیر مژگانت سنان عشق تو در سینه ام
تا قیام حشر در صحن دلم افراخته
مهر تابان تو در برج دلم شد جایگیر
خار و حسن اغیار از قعر دلم پرداخته
چشم بیمار تو پر افسون و غارتگر جهان
زاهدان را رخنه اندر دین و ایمان باخته
عشوه مه ناز و کرشمه غمزه، هندوی تو
بر شجاع از هر طرف لشکر بغاوت تاخته.



،

سید میران شاه، قاری

سید میران شاه ساکن قریه 'شاه پنجه' (متصل شهر رادن ضلع دادو)، در آخر قرن سیزدهم و نیمه اول چهاردهم می زیست. در مدرسه موسسه، علامه عطا الله شاه فیروزشاهی تکمیل تعلیم کرد. از سند بمصر رفت و در 'قرائت' تخصص یافت. بعد مراجعت، در حیدرآباد دکن (هندوستان) مقیم شد. شاعر زبان فارسی بود و 'قاری' تخلص می کرد. این قطعه تهنیت که بر نکاح فرزند استاد خویش (قاضی خدا بخش) در سال ۱۳۳۰ هـ نوشت از وی یادگار است:

استاد من جناب خدا بخش ذی هنر
کار نکاح پور گرامی بخیر کرد
بوی دماغ فکر سخن بود بهر ساز
قاری بدیه گفت "عجب کارخیر کرد"



شمس الدین، بلبل

شمس الدین در شہر میہڑ (ضلع دادو) در سال ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ع) متولد شد۔ مردی عاقل، ادیب و دانشمند بود۔ کتاب ہا تصنیف کرد و بر احوال معاشرہ منحرفہ کہ بعد از تسلط انگلیس در سند روی داد تنقید کرد۔ شاعر قادر الکلام فارسی و سندی بود۔ دیوان بلبل سندی مطبوع است۔ فاضل وفائی در 'تذکرہ مشاہیر سند' (جلد دوم) اعلام دادہ کہ 'دیوان فارسی' ہم دارد و او قصائد دید کہ بلبل در مدح شخصیات مامور بر عہدہ ہای عالیہ نوشتہ بود۔ ازان جملہ این قصیدہ کہ در مدح سید اللہ آندو شاہ (آندل شاہ) سرود کہ آن جناب برای تعلیم مسلمانان کوشید و در شہرنوشہرہ فیروز بنای مدرسہ استوار کرد۔

ز گلشن فیض تو ای نو بہارم نو بہار آمد
نسیم دلکشا بر درگہت بہر نثار آمد
بحمد اللہ کہ شامل حال لطف کردگار آمد
بشارت بر زیارت تو اشارت این دیار آمد
نہال مال و اقبال و کمال اجلال تو قائم
بہ بیخش شاخسار آمد بہ شاخش برگ و بار آمد
بنام پاک سید میر آندل شاہ ہر کس را
زہی امن و امان آمد حصن آمد حصار آمد
تو گشتی میر محفل آنریبل میمبر کونسل
اہالی سند را صد افتخار و صد وقار آمد

به تعظیم و به تکریم و به اعزاز و به اکرامت
 مبارک در مبارک صد هزار اندر هزار آمد
 به اسم اعظم به جسم اکرم برادر زور بازو او
 انیس آمد جلیس آمد مجیر و مستجار آمد
 به جسم و جان و دل هر آرزومندی ز الطافت
 توان آمد روان آمد شکیب آمد قرار آمد
 به دل بحر و به کف ابرو به دم عیسی و رخ انور
 عطا آمد، سخا آمد، شفا آمد چو بار آمد
 قضا تابع قلم طالع ملک خادم فلک مونس
 به نام آمد به کام آمد چو رام آمد چو یار آمد
 به ملک اندر به نظر اندر به رزم اندر به بزم اندر
 امیر آمد دبیر آمد نصیر آمد نگار آمد
 تنت سیما، کفت دریا، دست شافی، دلت صافی
 به آب آمد، به تاب آمد، بدیع و بی غبار آمد

در سال ۱۳۰۵ هـ محمد ابراهیم خلیل تتوی تکمله مقالات
 شعراء را بنام (تاریخی) 'مرغوب نوا' تکمیل کرد و این کتاب
 انتشار یافت. عمر بلبل دران وقت سی سال بود ولی از قرائت
 این دو غزل ادر 'مرغوب نوا'، یکی از عظیم الدین عظیم و
 دیگر از خلیل، خیلی متأثر شد

عظیم: باز ورزید دلم مهر بماهي عجبی
 حسن شاهي عجبی، جلوه پناهي عجبی
 خلیل: بر سر ملک دلم تاخت شاهي عجبی
 کج کلاهي عجبی، عشود سپاهي عجبی

خود غزلی نو باین مطلع سرود و برای جواب بطرف خواج
 محمد حسین 'سرهندی' فرستاد

ماہ تابي عجبی، حسن شبابي عجبی
 لب عنابي عجبی، رو چو گلابي عجبی
 در جواب خواجہ تخم خیال خود درین سنگلاخ این طور کاشتہ کہ:
 رخ گلابي عجبی، زلف نقابي عجبی
 آفتابي عجبی زیر سحابي عجبی - الخ
 این مکالمہ شعری در مقدمہ این کتاب بیان شد.
 این اشعار نیز از بلبل یادگار:

صنم بخواب و خدا در نظر، چہ خوش بادا
 شب گناہ و نماز سحر، چہ خوش بادا
 مکان نفیس و بتان مہ لقا، زمان یاور
 بہ ترک این ہمہ حج سفر، چہ خوش بادا

’بلبل‘ شاعر شیرین مقالہ در عمر شصت و چار سال در ماہ
 ستمبر ۱۹۱۹ ع (۱۳۳۷ھ) فوت شد۔ میرزا قلیچ بیگ ’قلیچ‘
 حیدرآبادی این قطعہ تاریخ نوشت۔

شاعر ملک سند شمس الدین کہ ازو بود عالمی بشگفت
 بلبلی بود او کہ با منقار دُر معنی عجیب تر می سفت
 بود در باغ دہر تا زندہ نغمہ ہای خوشش جہان بشنفت
 قفس عنصری گذاشت و پرید سوی جنت در آشیانہ بخفت
 بود او شمس بر سپہر سخن کرد آخر غروب و روی نہفت
 سال فوتش بہ فکر می جستمر زود ہاتف ”چراغ مجلس“ گفت
 باز ہم گفت او ”فروغ دوام“ یافتہ ہم چنین دو مادہ مفت
 عیسوی سال دلپذیر آورد ”رشد جنت“ نمود با او جفت
 (چراغ مجلس = ۱۳۳۷ھ۔ فروغ دوام = ۱۹۱۹ ع)



عبدالغفور همایونی، مفتون

مولوی عبدالغفور ساکن قریہ ہمایون از مضافات سکر، شاعر زبان سنڌي و فارسي بود. در سنڌي ديوانش مشهور و مطبوع. تخلص 'مفتون'. عالم و فاضل و حکيم حاذق، صاحب فرهنگ طب به نام 'فرهنگ همایونی' را در فارسي مثنوي منظوم کرد و در سال ۱۳۲۴ھ به اختتام رسانيد. در ديباچه توضيح داده که:

"پوشيده نماند که فهميدن علم طب بغير وقوف بر لغات او متعسر بلکه متعذراست و هر کتابي که درين باب تصنيف شد. بعض مصنفان عليهم الرحمة متعرض شده اند که لغات عربي و يوناني را بفارسي ترجمه کرده اند و بعض لغات عربي و يوناني و فارسي را بلسان هندي مترجم ساخته اند. ليکن اهل سند را ازان چندان فائده نيست. تا اليوم کسي در پي اين کار نيفتاده که لغات عربي و فارسي و يوناني را بلسان سند ترجمه نمايد که فائده عام جهت اهل اين ديار باشد. لهذا اين احقر افقر الي الله تعالي درين کار بترجمه لغات عربي و فارسي و يوناني و هندي بزبان سنڌي پرداخته"

او طب محمد بن زکريا رازي را نيز در فارسي مثنوي منظوم کرد. نسخہ اي خطي ازان بنظر راقم گذشت که دران ترجمه متن از "باب در بيان صداغ" تا "باب اعياء و تعب" در مثنوي منظوم بود. زير عنوان "در بيان سبب تاليف اين اوراق" نوشت:

یکی روز در فکر بنشسته ام ز کار جهان جمله بگسسته ام
در آمد بخاطر مرا این خیال نباشد دنیا کسی بی زوال
هر آن چیز کا آمد باین ملک ما یقین بر سر او در آید فنا
دلر گفت با من که عبدالغفور بود هیچ در هیچ دنیا و زور
کتابی بنا ساز در علم طب کزو نفع آید بتوفیق رب
همه کس ازو نفع گیرند شاد به نیکی کنندت گهی یاد یاد
بسی فکر کردم که سازم کدام در افتاد در خاطر مرا این مرام
که آن بُرء ساعت کتاب عظام که با رازیش هست نسبت تمام
بنظم آرمش در زبانِ دری فشانم درو لعل بر مشتری
بنظم آرمش آن چنان دلپذیر که عبرت کند زو صغیر و کبیر
کنون ابتدا می کنم در مرام خدایا درم باد در اختتام
مفتون پروقار زندگانی بسر کرد و در سال ۱۳۳۶ هـ از دار
فانی رحلت کرد. تلمیذ رشید، شاعر شیرین مقال گل محمد خان
'زیب' این قطعه سرود:

استاذی فاضل همایونی آن شمس زمان شهاب گیتی
روپوش گون گشت گفت هاتف 'پنهان شد آفتاب گیتی'
از قاضی محمد ابراهیم خلیل ساکن کارره شنیدم که بر
حسین 'سَیْل' نام مفتون گشت و فراق محرک اظهار احساسات
در اشعار شد. در یک بیاض خطی غزلیات فارسی مفتون را دیدم
و این انتخاب نمودم.

ای ز نور شمع رویت مهر و مه را روشنی
چیست گر با مایکی دم برقع از رخ افگنی
سیل زد بر کشت زار عمر من موج گناه
کرد طغیان بر دل من حب دنیا کردنی

هست مفتون بنده تو یا حبیبی دل بجان
هر که آمد زیر دامانت نصیبش ایمنی.

—

چرا مفتون می ترسی ز هجران بت سیمین
که من آن گلبدن را بی گمان بی کین می دانم.

—

خدا را برکشا ای گلبدن آن چشم جادو را
که تا خجلت رسد از وی دو چشم مست آهو را
هلال و بدر در یک دم کند چرخ برین قربان
اگر یک لحظ بیند روی آن رخسار و ابرو را
هزاران جان مشتاقان بدام زلف خود بستی
خدا را یک زمان بکشای آن زنجیر گیسورا
طبیبا لخلخ از بهر بوی من چه می سازی
بیاور تا ببویم تار آن زلف سمن بو را
همه مرغ چمن کردند محو حیرت و عبرت
مصور گر کشد در باغ شکل آن پیرو را
ز دیدار رخ ابروی و چشمش شد مرا ظاهر
که جای خویشتن کرده است مه برج ترازو را
بحکم عشق خاموشی بود ممنوع ای مفتون
چرا بستی زمان وصف آن یار نکو خو را

—

بهر چیزی که فرمانم دهر من بنده فرمانم
و اگر چه قصه خون داری به پیشست نیز قربانم
ز خط طاق ابرویت به بینم شکل بسم الله
ز جلوه صفحه رویت در ابد ذوق قرانم

توئي صبرم توئي زورم توئي جوشم توئي نورم
 توئي چشمم توئي گوشم توئي هوشم توئي جانم
 بيا مفتون اگر داري بدل شوق وصال او
 که جان و دل سراپا بر سر خاکش بر افشانم.
 غزل زیرین از زبان مرحوم مولوي محمد صادق راني پوري
 شنیدم:

مدتي بگذشت مارا در میان انتظار
 از نصیب ما نگردیده وصال روي یار
 جنگ کردی بادلر اکنون طریق صلح گیر
 بادشاهان صلح می ورزند بعد از کارزار
 روي او مانند لاله سینه اش همچو سمن
 زلف او چون سنبل و قدش چون سرو جویبار
 از غم هجران مکن فریاد ای مفتون مدام
 که این غم و رنج و الم هرگز نباشد پایدار.



عبدالقادر، عبدي

عالم و فاضل عبدالقادر ساکن قریه پهواری تعلقه پنو عاقل (ضلع گھوتکی) در نیمه آخر قرن سیزدهم و اوائل چهاردهم می زیست. مرید 'پیرپاگاره' سید حزب الله شاه (ف ۱۳۰۸ هـ) بود و هم پیش امام مسجد جامع درگاه 'پیران پاگاره' در شعر سندي صنف 'کافی/ قافی' را پرداخت و در فارسی غزلها سرود. دیوانش در کتابخانه سکندری (بنا کرده سجاده نشین این زمان پیرپاگاره شاهمردان شاه ثانی عرف سکندر شاه) محفوظ است. این دیوان (که آن را کاتب نوآموز نوشته) مشتمل بر یک صد اوراق و تقریباً سیصد غزل است. در بعض نام عبدالقادر یا تخلص عبید و عبدل کرد، ولی در اکثر غزلها تخلص 'عبدي' دارد. ازین رو باید که این دیوان را 'دیوان عبدي' بخوانیم این اشعار منتخب از 'دیوان عبدي' است.

امامم عشق و مسجد روی محبوب
امامت شد امامت شد امامت
عجب صیقل برنگ عشق عبدي
ملامت شد ملامت شد ملامت

قلب عبدالقادر اندر جسم دام
می کند چون فاخته کو الغیاث

بحسنش کشت عبدالقادر محو
بدارد شور از می جام فرخ

چو نام صورتش آغاز کردم
در آمد گم شده عیدی به آواز

کي شود خاطر من ز درد خلاص
از هجر تو دل درون رقص
دل عبید ز مصحف رخ دوست
خواند الحمد و سوره اخلاص
غزل

چو حسنش صد الف رخسار میداشت
ازان در ذره هر دیدار میداشت
که هر ذره تماشای دگر کرد
به بر و بحر و در بازار میداشت
خیال خویش در هر شی نهان کرد
ولی ظاهر همان اسرار میداشت
میان آدم حسن خود را عیان کرد
تجلی حسن در دلدار میداشت
ز دریا بيمثالی گشت هر موج
غرق شاه و گدا هموار میداشت
گاهی در کفر گه در شرک مسلم
چو عبدالقادر ز ناز میداشت

غزل

لم یلد بی نشان می گویند الله الصمد شان می گویند
جای دارد میان کل شی حاضر به هر مکان می گویند
عاشقان خال و آیه محبوب روز شب چون قرآن می گویند

انا مولاک انت محبوبی گفت او بی زبان می گویند
 لیس شیء مثاله بجهان لاشریکش جوان می گویند
 بمرأ خیر نیست هیچ از وی دیگر از دلستان می گویند
 زیر بالا ثم وجه الله بمرأ گم نشان می گویند
 این عجب هست هست شه هرجا نحن اقرب بجان می گویند
 بچشم من این جهان می باشد دیگران دو جهان می گویند
 هرچه عبدي ثنا چپی گفت وصف پیر مغان می گویند



عطا محمد عرف اللہ بخش ، عاصی

عطا محمد عرف اللہ بخش از علماء مخدومان عباسیان از قریہ کھرہ بود. عالم و فاضل و مؤرخ کہ 'تذکرہ مخادیم کھرہ' (در زبان فارسی) تصنیف اوست. شاعر زبان فارسی و سنڌی و اردو بود و تخلص 'عاصی' می کرد. این اشعار از غزل او کہ در تہنیت عید رمضان سرود.

عید رمضان آمد و ماہ رمضان رفت
صد شکر کاین آمد و صد حیف کہ آن رفت
الحمد کہ آن حسرت و اندوہ ز جان رفت
پژمردگی باغ ز آسیب خزان رفت
شکر تو ادا چون شود از دست و زبانم
کاین صبح دمیدہ است گران شمع شبان رفت
ای مرغ سحر باد مبارک کہ بہ گلشن
گل تخت نشین شد کہ شقیق نعمان رفت.

غزل زیرین را در چہار زبان مشترکہ سرود. مصرع اول در فارسی، دویم سنڌی، سیوم اردو و چہارم عربی:

تو بر اوج فلک چو گذشتی شہا سپ چون ملائکہ صل علی
کیا خوب چلی محبوب خدا من مکہ الی الملاء الاعلی
ز صفائی جبین خورشید خجل رخ روشن تان قربان قمر
تیری زلف سیہ کا بیان ہی مگر واللیل اذا یغشی الظلمی
بقبائی لعمرک چست بدن لولاک لما جو تاج بسر
تیرا طہ ویاسین نام و لقب سلطان عرب ملک البطحی

تو بناز وادا ببری دلها تیا ملک فلک توتی شیدا
 ای شاه رسل سالار جهان لم لاتلطف یا اسفا
 بکشای ز چهره حجاب بیا ای سج سحاب بر منهن مر لکاء
 یہ جهان ہی ترا مشتاق لقا قد قام علی الباب العظمی
 بشفاعت امت لب بکشا رب خاص رکي آهي تنهنجي رضا
 مین هون سائل عاصی در کا گدا مٹوسل سنتک الغلیا



غوث بخش، 'خاکی'

غوث بخش 'خاکی' و برادرش رسول بخش 'رهي' اصل ایشان از بلوچستان (ریاست خان قلات) بود. مگر در سند زندگی بسر می کردند که در حکومت انگلیس بملازمت مشغول بودند. غوث بخش، در شهر جیکب آباد منشی میونسپالیتی بود. هر دو برادر شاعران فارسی قادر الکلام بودند، البتہ خلیل در 'تکملة مقالات' فقط رسول بخش 'رهي' را جای داد. غوث بخش تخلص 'خاکی' می کرد و 'دیوان خاکی' و یک تصنیف دیگر را بگذاشت. در سال ۱۳۲۵ھ فوت شد. شاعر معاصر میر علی نواز علوی، در تعریف خاکی گفت:

خاکی که یگانه جهان است در شعر نظامی زمان است
با طبع سلیم کس بد و ران که هست دگر چو او سخندان!
شاعر عصر بهاء الدین 'بهائی' در قطعه تاریخ گفت:

بنعت نبی عمر خود صرف کرد
جز آتش نمی بود گفت و شنود
سرش بود خاک در آنجناب
تخلص ازین وجه 'خاکی' نمود
'بهائی' "نکو سال ایصال او
"به فارغ دلی" هاتفر گفت زود.

سدارنگانی در 'شعراء فارسی سند' ترجمه خاکی و اشعارش را ضبط کرد. ازان جمله قصیده ای که در مدح برادر خود رسول بخش 'رهي' گفت:

يعني بگو بمدحت منشي رسول بخش
 چون مسلک در 'قصيده' اي برجسته نامدار
 عقلش خطاب داد ورا "شاعر فلک"
 بختش لقب نهاد "دبير خرد شعار"
 هم آنکه حافظست به اشعار دلپسند
 گردون نموده عقد ثريا برو نثار
 شاهنشہ سرير سخن پروريست ليک
 خودرا 'رهبي' نمود تخلص بانکسار
 اين اشعار يادگار 'خاکی' :

با خيال آن صنم سازيم چون بزمي بهم
 باده گردد خون دل وين چشم پر خون جام ما

چنان با غمت آشنائي گرفت
 که در خويشتن گفت بيگانه دل

ز هجر آن شکر لب خسرو شیرين دهن خاکی
 غمي چون بيستون بر تن دلي چون کوهکن دارم



غلام محمد خانزئي

عالم و اديب و شاعر مولوي غلام محمد خانزئي در نيمه آخر قرن سيزدهم زنده بود. معتقد و مرید "صاحب علم" (پير جهندا) بود. از کلام سندي حضرت شاهه عبداللطيف متاثر شد و رساله (مجموعه کلام) خویش بر نهج رساله شاهه عبداللطيف تصنيف کرد.

این دو غزل خانزئي را مصنف تذکره لطفی (جلد سیوم) نقل نمود است.

گفتهء تو بر زبلم چون شکر آمد لذیذ
گر زجر گفتي مرا هم بیشتر آمد لذیذ
گر کسی بیتاب شد در عشق تو ای دلبرا
در شدن در تاب جانان در نظر آمد لذیذ
در فراق یار جانی جان و تن گردان شود
زندگی در عشق تو زیر و زبر آمد لذیذ
گفتهء لبریز از جانان غلام محمد شده
پاسخی جانان مرا چو نیشکر آمد لذیذ

غزل

ای رخت خورشید تابان را دهد شرمندگی
ای دهد مژده دل تاریک را رخسندگی
ای بزلفت مشک و سنبل را نشد انبازگی
لیک هردو در خجالت رو به پا بردندگی

اي بابر ویت شده قوس قزح چون کوزه پشت
 هردو رو بر هردو پایت داشت تا درزندگی
 اي بچشمت نرگس اندر باغ در حیران بماند
 نرگسي بگذاشت خود را داد داغ بندگی
 اي غلام محمد شده چاهي زنخدانت اسیر
 همجو هاروت است وي رومي دهد خرسندگی



فقیر محمد، سائل

فقیر محمد، تخلص سائل، ساکن در بیلہ (ضلع نوشہرہ فیروز درین ایام) بود. میر قانع در مقالات الشعراء از سجعش اعلام داد

”سائل درگہ حق است ز شاہان ممتاز“

و این شعر را ازو آورد:

بروزگار خطت سبز نیست حرفِ کسی

مگر ز کاکل مشکین تو بیاد آرند.

راقم این دو غزل سائل را بر یک ورق افسردہ نوشتہ دیدم:

توحید تو موجود حسانِ بحسینی

خود روئی تو مسجود قرانِ بقرینی

شمع حسن تو بر افروز کہ این غمزہ ئی

یک دیدنیالودہ مکانِ بمکینی

تا غمزہ را شیوہ شکار افگنی تو هست

زن تیر بیا زود نشانِ بنشینی

زانروز کزین عاشق بیچارہ نہفتی

بقرار نیاسودہ زمانِ بزمینی

فرمائی لطف آنچه سزاوار بشانت

حجت ندد سود چنانِ بچینی

ناگاہ کہ دیدند چو مرغانِ حرم را

گل چید ندا بود چمانِ بچمینی

سائل ز درت آمد ممتاز سرفراز

که شنید گدا بود امان بامینی.

—

امانت است همین مدعا خداحافظ
 به پیش یار شود بر ملا خداحافظ
 برو تو قاصد، مژده بیاراز جانان
 رقیب نشود بر جفا خداحافظ
 تبسم چو کند گل تو پیش زان کوئی
 سحر نسیم شوی باوفا خداحافظ
 ستاره های حسن جابجا عیان باشند
 ولی تو روی مهر مه لقا خداحافظ
 بدیده آنچه محیط ست نور حسن و جمال
 همین بس است مرا تا بقا خدا حافظ
 تو با جفا نشوی این وفاست شیود تو
 کرم و رحم بعنایت نما خداحافظ
 نظر بفیض عمیمت نهم و مستحقم
 علی السائل به فرما عطا خداحافظ



فیض محمد لاشاری، فیض

فیض محمد عرف فیض از قبیله 'لاشاری بلوچان' در شهر 'گاجان' (بلوچستان) در نیمه آخر قرن سیزدهم و اوائل قرن چهاردهم می زیست. در طریقت از صوفی رکھیل شاھ فتح پوری فیض یافت و بعرف 'فیض' معروف گشت. بمقام فیض پور رحل اقامت انداخت و در همان مقام در ماه ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ فوت شد.

فیض با سند و بلوچستان یکسان تعلق داشت و شعر او در زبان سندی و فارسی مشهور و معروف. در زبان بلوچی، براهوئی، سرائیکی و اردو هم اشعار بسرود. در کتاب 'فیض العشق' (مشمتمل بر شعر سندهی که در سال ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ع چاپ شد) تفصیل تصنیفات فیض محمد این طور است: دیوان فیض در غزلیات فارسی، 'عین العشق' مشتمل بر کلام منظوم فارسی، کتاب فیض الحق در نثر فارسی، 'گلشن اشعار' در شعر بلوچی، سر العشق در نثر سندی و فیض العشق در شعر سندی.

راقم بتاریخ دوم ستمبر ۱۹۶۹ع در شهر کوئٹہ با مولوی پیر محمد زبیرانی شاعر زبان فارسی صحبت کردم و موصوف این اشعار خویش را انشا کرد:

تو خبرداری ز عالم و حال من بر تو عیان
گر بگویم حال دل را قصہ آرائی کنم
'پیرل' بیچاره گوید بر سر و چشم نشین
گر درون دل بیائی خانہ آرائی کنم

پس در آن محفل نسخہ ای دست نویس 'دیوان فارسی فیضل'
دیدم و این چند اشعار را نقل کردم:

بیا ای مطرب رازم نوائی زن ز آغازم
که انجامی درین محفل سرائیدن توان نتوان

شدم شهرت به بدنایمی ز نامر ننگ می آید
که ننگر نام شد فیضل ز نام و ننگ بیزارم

اگر دیدی جهان از قاف تا قاف
ندیدی گر دیار دل، مزن لاف

بهنگامی بهارستان دلم صد شعله می آرد
ازان شوریک می رقصم شرم گفتن نمی آرد

فغان زن که فیضل ز صد تیر ناله
بود تا یکی بر نشانی بر آید

از می عشق تو مخمور دلی نیست که نیست
در تب و تاب تو مهجور دلی نیست که نیست
تا زمانی که شہی دهر زار را بفرود خست
مست زان مونس و مسکور دلی نیست که نیست

زاهدان با طعن می گویند که فیضل می سوس
چون ننوشم چون مرا با هر ده عالم کار نیست

کافران را گر نمی دانی که چیست
 بنگر آن در کوئی بتخانه بیا
 کفر و ایمان اند باهم مشترک
 هر که کفرش نیست ایمانش کجا...
 خیز کاین ره دور و منزل بس دراز
 وقت بیگاه است و قاتل در قفا.....
 جان کجا و جلوه جانان کجا
 وای ای محزون جانم وای وا.



قاضي عبدالله تپتي

قاضي عبدالله ساکن تپت در آخر نيمه قرن سيزدهم و اوایل قرن چهاردهم مي زیست. تپت (تپت) قریه ای از مضافات سیوهن است. در مدرسه عالیہ آنجا و علماء و فقهاء درسگاه این قریه مشهور گشت. قاضي عبدالله یکی از اساتذه و فضلاء این درسگاه بود. در قطعہ تاریخ بر وفات (۱۳۱۵ھ) خواجہ عبدالرحمان سرهندي گفت:

داغ فرقت گرچه سوزان است لیک
جز رضاي بر قضا دیگر چه سود
سال رحلت شان چو پرسیدم ز دل
گفت دل 'وای از قضا شد حکم زود'



قائم الدین شاہ نصرپوری، 'شہنشاہ'

قائم الدین شاہ عرف قائم شاہ بن امیر علی شاہ حسینی بخاری در سال ۱۲۵۸ھ در شہر نصرپور متولد شد و بتاریخ ۱۱- ماہ ربیع الثانی بروز شنبہ سال ۱۳۱۹ھ وفات یافت. شاعر زبان فارسی بود و تخلص 'شاهنشاہ' می کرد. 'دیوان شاهنشاہ' خطی نزد اولادش موجود و محفوظ (۱) است و مکتوب بر ۷۱۷ صفحات و دارای ۶۹۳ غزل و قصائد است. شروع دیوان:

ثنای صد ہزار آن بی عدد جلوہ جلالت را
و بعد از حمد صد صلوٰۃ رسولہ رسالت را.

مطلع غزل آخر:

کل شیء زیر دستت ای زبردست توئی
رحمتت بالای ہر کس با ہمہ رحمت توئی
در اکثر غزلیات، پیش از مقطع اسم خود 'قائم شاہ' آورد و پس از ان در مقطع تخلص 'شاهنشاہ شہنشاہ' اشعار از دیوان:

گنج سلطانی مدہ از دست قائم شاہ خویش
ہر نفس شد کیمیا از اصل روی روزگار

۱- راقم دیوان 'شاهنشاہ' را اول بار در نصرپور در سال ۱۹۵۸ع در تحویل غلام قادر شاہ ابن علی کل شاہ بن علی بخش شاہ بن قائم الدین شاہ عرف قائم شاہ ندیم

جام سلطاني بدستت داد حق اي شهنشاه
جام آسایش بده بر وصل روي روزگار

—

بیا ترک ترکی ز ترکستیان مزن لاف در روي سرمستیان

—

گیر از مالک میخانه قدح قائم شاه
بسرر صاحب مالک میخانه روم

—

بی خبر گشتم چو دیدم مست چشمت سر بسر
ناتوان گشتم که شد باریک از مویت کمر
در بیابان عشق باشد پای پس کردن حرام
پای پس داند نامردان شنیده ره خطر
در تعریف شهر نصرپور گفت:

دل پر ز تماشا از گلزار نصرپور
به آب و هوا است شکر بار نصرپور
مزاری و اشجاری انوار نصرپور
همه مقبره و مرقد ابرار نصرپور



محمد امير جان سرهندي، امير

حاجي محمد امير جان سرهندي، نواسه صاحب کلان خواجہ عبدالرحيم ساکن قصبہ متياري بود. پس هجرت کرده به مقام کهدہ در شهر کراچي ودائم سکونت کرد و آنجا به جهان جاوداني رحلت کرد.

تعليم مکتب در شهر متياري و تعليم مدرسه از علامہ حسن اللہ پاتائي (در شهر 'پات' ضلع دادو) حاصل کرد. شاعر زبان فارسي بود و 'امير' تخلص مي کرد. اين اشعار 'امير' از قطعہ تاريخ کہ در سال ۱۲۳۱ھ بر وفات خواجہ عبدالحليم بن صاحب کلان خواجہ عبدالرحيم تصنيف کرد:

کجاشد رهبر شيخ زمانم	کہ آہ دل بگردون مي رسانم
کجاشد حضرت شہ حاجي آغا	کہ از تيغ فراق او بجانم
کجاشد آن صراط مستقيم	برهنہ پاو سر بي رہ روانم
کجاشد سرگروه سرفرازان	کہ پستي از بلندي بي ندانم
کجاشد ساقی ميخانہ حق	کہ هست از نشہ غم سرگرانم
دريغ از دست گردون جفاخو	کہ ندهد یک زمان از غم امانم
عمود غم بہ کوس خاطر م زد	فغانهاي رسد تا آسمانم
ز بس نوحہ کہ کردم از فراقش	بر آيد تا هنوز از استخوانم
دريغا حسرتا شد غوث عالم	چو علم غيب از چشمان نہانم
بيادش هر زمان کو کو مثالم	نشست فاختہ يا در دہانم
چہ گويم حال دل را باکہ گويم	خداداند کہ از هجران چہ سانم
دريغ اندوه خانہ نيست شادي	همان بہ کز دوديدہ خون فشانم

گل باغ دلم پڑا مرده اولی چو دُوراز آن حقیقی باغبانم
چودو رم زان نسیم زندگی ده همیشه می وزد باد خزانم
ازین غوغا که مدهوشی فزوده به بستان شد کعب همداستانم
به یکپا سرو از حسرت فروماند به خون دیده مثل ارغوانم
رداء سوگ پوشیدست سوسن شنیده ناله گویا از زبانم
دلم چون غنچه تاریک است از غم به پیچ و تاب سنبل راست مانم
که نهاده است آتش لاله برسر ز حال شد خبر باشد گمانم
ز حیرت چشم نرگس واست گویا سرایت کرده روی هم فغانم
همی نالم بود تا جان درتن که رفت آن پیر فخر خاندانم
بصبح هفدهم ماه محرم بیوم جمع شد پیر از جهانم
باستاد خرد با ناله گفتم که سال وصل مرشدکن بیانم
امیرا، گفت حیرانی نباید من آن تاج هم مغفور دانم

۱۳۳۱ هـ



محمد حسين جان، 'سرهندي'

خواجہ محمد حسين جان فرزند خواجہ عبدالرحمان سرهندي در آخر قرن سیزدهم در سال ۱۲۸۸ھ در رغستان از توابع قندهار افغانستان متولد شد و در حوالي سال ۱۳۰۶ھ که عمرش هشت سال بود با والد خود هجرت کرده در قریه 'تکهر' از توابع حیدرآباد سند مقیم شد. تعلیم و تربیت زیر نظر والد گرامی و علوم از اساتذہ این مردم خیز قریہ حافظ محمد یوسف و حافظ محمد هارون 'دلگیر' و اسدالله شاه 'فدا' تحصیل کرد. شغف بہ شعر فارسی داشت و تخلص 'سرهندي' کرد. اشعار خود را بصورت 'دیوان' تالیف نکرد ولی بسیارگو بود. یک مجموعه کلامش بعنوان 'خیابان سرهندي' در حیاتش انتشار یافت کہ نبیره او صاحبزادہ محمد ابراهیم بن محمد اسمعیل در کراچی بطبع رسانید.

سرهندي' در سال ۱۳۲۹ھ از 'تکهر' هجرت کرده نزد 'سامارہ' رحل اقامت انداخت و آنجا تاریخ دوازدهم رجب ۱۳۶۵ھ فوت شد.

از مطالعہ 'خیابان' ظاہر است کہ سرهندي غزلیات، قصائد و قطعات را سرود و شاعر قادر الکلام بود. بعض غزلیات در تتبع استادان ماضی سرود.

• **خواجہ حافظ:** تعالیٰ اللہ چہ دولت دارم امشب سرهندي: تعالیٰ اللہ چہ شیرین کارم امشب ز وصل آن پری بیدارم امشب

- **امیر خسرو:** خبرم رسیده امشب که نگار خواهی آمد
 سر من فدای راهی که سوار خواهی آمد
 به تو بود این امیدم که بکار خواهی آمد
 پی این دل رمیده به شکار خواهی آمد
 سرهندیا، چه گوئی که شنیده ام بکوئی
 که برای مشک موئی به تار خواهی آمد
- **غنی کشمیری:** دمی که یار گذارد قدم به خانه ما
 سزد که کعبه شود سنگ آستانه ما
 نگاه مست تو دوری میخانه ما
 بهار جلوه تو برق آشیانه ما
 ز آبیاری طرز غنی ست سرهندي
 بهار لطف غزلهای عاشقانه ما
- **کلیم همدانی:** دل را کی آن طاقت بود کز لعل جانان بکند
 بایک جهان لب تشنگی از آب حیوان بکند
 یارب کی آن زلف سیاه از روی رخشان بکند
 آن صبح وصل آید پدید این شام هجران بکند
 در مشک می پوشد شکر، خواهند که سرهندي مکر
 باکام خشک و چشم تر، از آب حیوان بکند
- **واقف:** ترا من با وفا دانست بودم
 غلط کردم خطا دانست بودم
 ترا من دل صفا دانست بودم
 نکاری با وفا دانست بودم
 دریغ و دردها سرهندي کرد
 چه ها کردی چه ها دانست بودم

● سعدی: رباعی

مارا نه ترنج از تو مرادست و نه به
تو خود شکری پسته و بادام تو به
گر ناز پستان تو که باشد و مه
هرگز نه بود به ز زرخدان توبه
(در سبب و مسبب شیخ تباین است، فافهم - سرهندي)

سرهندي:

سرد است چو گاه ز قدرعنای تو که
ماه است زمه عارض زیبای تو مه
از نگرک و نار نار پستان تک
وز مسیب و بهی سبب زرخدان تو به

در تتبع قدسی و عرفی گفت:

بر درگهت فتادن و مردن گناه من،
دیدن ز خاک برنگرفتن گناه کیست؟
دزدیده دیدن آه کشیدن گناه من!
خندیدن و کرشم نمودن گناه کیست؟
از دیدن تو چشم نه بستن گناه من!
پیش آمدن نقاب کشادن گناه کیست؟
گفتن بگریه وصل تو جستن گناه من!
رفتن بخنده زود گذشتن گناه کیست؟
دل دادن و وفا طلبیدن گناه من!
دل بردن و جفا بنمودن گناه کیست؟
گفتن ز عشق خود نه نهفتن گناه من!
پیش رقیب رفتن و گفتن گناه کیست؟
عاشق شدن ترا ز تو جستن گناه من!
کشتن بهجر و رحم نکردن گناه کیست؟

قربان شدن فدای تو گشتن گناه من!
 رنجیدن وز خویش برانیدن گناه کیست؟
 در برگرفتن و نه هلیدن گناه من!
 خود را رهاندن و برمیدن گناه کیست؟
 ”سرهندی“ این مطایبه گفتن گناه من!
 وه وه نگفتن و نشیدن گناه کیست؟

سرم سودای عشق از سر گرفته دلم درس جنون از بر گرفته
 هلاک شوخی آن مه لقایم که زلفش ماه در چنبر گرفته
 برای نقل می نوشان وصلش لبش بادام در شکر گرفته
 زلبهاقند مصری آب کرده زدندان در دهان گوهر گرفته
 رخس تابندگی از ماه برده قدش موزونی از عرعر گرفته
 بعشوه در چمن گلها شکفته زخنده در دهان شکر گرفته
 ببین در نسترن زار جمالش که سوری رابه سیسبنر گرفته
 چومه از هاله رویش در شب تار ز چشم اختران چادر گرفته
 نه در آئینه خورشید آفریده که اسطرلاب بومعشر گرفته
 عجب کاندلر میان سنبل و گل سهی سروش گل عبهر گرفته
 چرا درپانه افتد مشک زلفش که بر سر خرمن عنبر گرفته
 پدید آمد گل از سنبل که خورشید ز خجلت رنگ نیلوفر گرفته
 زمن سرگشته دین و دهلی دل بنازی آن بت کافر گرفته
 قیامت قامت از برگشته مژگان سردکاری صف محسر گرفته
 دل پر خون من همچون صراحی خروش از خنده ساغر گرفته
 خوش آن یاری که نقش آرزورا ز خط جام در مستطیر گرفته
 صریر خامه ام در خوشنوائی نی از ناهید از مسکر گرفته
 نه شعرست این که سرهندی سراید ز لالی هست از کوثر گرفته

چو گل منما به هرکس روی خود را
 چو سنبل خیره مکشا موی خود را
 مکش چون گل دکان خود فروشی
 چو غنچه در گره کن بوی خود را
 به چشم منصب مشاطگی ده
 چو آرائی رخ و گیسوی خود را
 بکش در گردن اسلام و دینم
 کمند طره هندوی خود را
 مکن بی میوه ای نخل برومند
 چو سروی قامت دلجوی خود را
 مریض عشق را در گردن افکن
 چو تعویذی مخف و بازوی خود را
 بده از لعل نوشین تازه جانی
 شکار ناوک ابروی خود را
 فدای شوخ سرمستم که لطفش
 بدستم داده دستمبوی خود را
 ببویش میتوانی زنده کردن
 هلاک نرگس جادوی خود را
 شدم گردی و در کویشت فتادم
 نشانم چون فشانی کوی خود را
 به سرهندي بده در بزم خود بار
 چو آرائی گل خود روی خود را

بهار هستیم آشفته رنگ ست
 عدم را با وجودم سخت جنگ ست

درین صحرا چگونه خوش ببالم
 گیاه من دمیده زیر سنگ ست
 شکست من درست آمد که اکنون
 شکست شیشه دل بی ترنگ ست
 زخم سنگ فغان برشیشه چرخ
 درین کاخ از غریو من غزنگ ست
 چولاله خون دل بر دامن دشت
 زلفتش هستی ام افکنده رنگ ست
 چراغ روی زیبا برکفم نه
 که مارا مار گیسویت به چنگ ست
 غزال رم سرشت نازنین را
 ز زلف خویش برپا پالهنک ست
 دلش از درد ما آزرده کرده
 که نقش آه بر آئینه زنک ست
 کمان ابروش گر افکند تیر
 دلم اماجگاه آن خدنگ ست
 همای همتم چون پر فشانده
 فضای شش جهت از بسکه تنک ست
 نهارم راز قرص ماه و خورشید
 به خوان چرخ سفلد سخت تنک ست
 مجو سرهندي از دکان هستی
 شکرنوشي که در شندش سرنگ ست

متعدد بندها بر وفات (۱۲۱۵هـ) ، فراقی ، الد ماجد خواجه
 عبدالرحمان منظوم کرد چنانکه

عصا ز خط شعاعي ازان بدست خور است
 که ظلمتِ غم خاکش بدیده گان افگند
 چه حالي است موحش که در صوامع قدس
 خروش و غلغله در جميع قدسيان افگند.

—

دريغ و درد که حالِ جهان دگر گون شد
 که جان پاک از جهان بيرون شد
 ز حزن ليل سياه پوش شد چو ليلي گشت
 ز غم شفق چوبخون در نشست مجنون شد.

،



محمد شفیع پاتائی

محمد شفیع بن احمدی الکبیر صدیقی، در شهر 'پات' (ضلع دادو) در حوالی سال ۱۲۵۱-۱۸۳۵ ع متولد شد. تعلیم و تربیت آنجا در مدرسه مخدوم فضل الله حاصل کرد. در سال ۱۲۸۷ هـ ۱۸۷۰ ع قصیده برده را در زبان سندی ترجمه منظوم کرد. نظمهایی در زبان فارسی دارد. در سال ۱۳۰۱ هـ قصیده ای فارسی در مدح امیر ایوب خان حکمران افغانستان نوشت و فرستاد. غزل زیرین بصورت نامه ای بطرف دوست خود فرستاد.

غریبم بیکسم اما خوشم بر بوری اینجا
نه قارونم نه خضرم تا بیابی کیمیا اینجا
به باغستان شدی محرم به طائوسان شدی همدم
منم چون فاخته در شوره زاری گیا اینجا
دلر دوری نمی خواهد بیاد تو همی کاهد
مکان بی طمع اینجا مقام بی ریا اینجا
اگر هر سیمبر راسیم و زر باید عجب حال است
شمارا کار سیم آنجا و کار سیمیا اینجا
شفیعا، دوستان را یاد دایم حب روحانی
چه باشد جسم خاکی کر بود آنجا و یا اینجا



محمد ضيا سبزپوش تتوي

از قبيله سادات سبزپوشان تت بود. مير مرتضائي در جنگ
بياض اشعار خود اين اشعار محمد ضيا سبزپوش را نقل کرده
است:

موسم عيش است ياران باده در ساغر كنيد
ساقى مارا بهم اجراي يكدیگر كنيد
معنى روشن سواد يك جهان بيتاب نيست
مطلع موزون مارا دوستان از برکشيد (۱)

،



۱. تعليقات حسام الدين، تکملة مقالات الشعراء.

محمد عاقل سومره، عاقل

محمد عاقل بن الله- دنه سومره در قریه عاقل (از مضافات لاركانه) بتاريخ ۵ ماه ۱۸۵۱ ع متولد شد. ویرا مولوي نبي بخش کولاجي 'امين' در سخنوري تربيت کرد. و از تحسین پیر پاگاره سید حزب الله شاه در شعراء صف اول گردید. بعد وفات سید حزب الله شاه در ۱۳۰۸ هـ عاقل مرثیه جانکاه نوشت و هجرت کرد و در قریه عاقل (ضلع لاژکانه) سکونت اختیار کرد در آن قریه بتاريخ دهم ماه شعبان ۱۳۶۰ هـ (۳ ستمبر ۱۹۴۱ ع) فوت شد.

عاقل سلسله دیرینه به درگاه پیران پاگاره مستحکم کرد و در خدمت پیر پاگاره شاهمردان شاه آمد. پس ازان، پیر پاگاره صبغت الله شاه شهید (۱۹۴۳ ع) نیز ویرا بنواخت و بر ایما، ان جناب، عاقل شاهنامه فردوسی را در زبان سندي ترجمه پرداخت در نشر و در بعض مواقع در نظم چند اجزاء را ترجمه کرد. بر درگاه پاگاره، صحبتها کرد به پیر علي اصغر شاه 'علي' که هم شاعر قادر الکلام زبان فارسي بود.

نکارنده، از قاضي محمد ابراهيم 'خلیل' ساکن 'کاررد' شنید که محمد عاقل عالم فاضل بود و لکن عقل را خیرباد کرده بحسن یک رقاصه بنام مریم فریفته شده در حسن آن حسین گفت.

اي احسن الشماثل معشوق نور رسیده
مثل تو کس ندیده ایزد نیافریده

در شعر گفتن این ابتدای او بود: بایمء علی اصغر شاه 'علی'
این غزل سرود:

به تیر چشم پر نازت شهیدم ساختی رفتی
شهیدت را بجز گورو کفن انداختی رفتی
نگه کردی، دلم بردی، سپردی تار زلفت را
باین چندین عنایتها مرا بنواختی رفتی
اسیر دام گیسوی تو دلهای هزاران شد
ازانها یکدلم بردی، بلی بشناختی رفتی
بتا ابرو کمانا، آن نگار شهنسوار استی
که بر عشاق تنها یکتنه برتاختی رفتی
دل اندر جلوه روی تو، بود حیران و سرگردان
که ناگه بر سرش شمشیر ابرو آختی رفتی
ز چشمش چون دلم مقتول و بیجان شد بدل گفتم
چون جانبازان تو جان خوشتن را باختی رفتی
بفرمان 'علی' "عقل" غزل گفتم و در سفتی
ز شعر خویش شوری در جهان انداختی رفتی

غزل

طبعم خزینه شده در عدنی را از جود صلائی زده درویش و غنی را
دیرست که از کوئی طرف زمانه هیئت سفته است در خوش سخنی را
دیرست ز تغییر شدن ذائقه دهر طوطی من انداخت شکر شکنی را
عمرست که فهمی این قوم کج اندیش بنهلا سر انگشت بلب نعره زدنی را
بلان سخنم ز آب حیات ست و لیکن کی زنده کند مرده دنیائی دنی را
عقل غزلت را چو بکشمیر سرایند در گورفتد وجد ندیمی و غنی را



محمد عمر جیکب آبادی، عاجز

محمد عمر ساکن جیکب آباد در آخر قرن سیزدهم و اوائل
چهاردهم می زیست. این اشعار از قصیده او که در مدح میرزا
قلیچ بیگ (ف ۱۹۲۴ ع) سرود.

نه شاعرم که بر آرم ثنائی خود بدهن
ولی شناسد صاحب کمال اهل کمال
چو شاعری که ببیند ردیف قافیہ را
ز وزن خویش ببیند بنادر الامثال
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات
که هست وزن بموزون مساوی الاحوال
بطرز خاص نمودم چنان بدیع اسلوب
که وقت دید زواید ز ناظرین ملال



محمد قاسم بن نعمت الله ساونى قریشی، قاسم

محمد قاسم بن نعمت الله ساونى قریشی ساکن 'هالا قدیم'، یعنی محمد قاسم (ثانی)، در قرن سیزدهم و اول چهاردهم می زیست. در آن عصر او سرخیل شاعران بود که در زبان فارسی و سندى شعر خوانی می کردند. "دیوان قاسم سندى" اول در سال ۱۸۷۵ ع مطبوع گشت و دوباره در سال ۱۹۲۶ ع انتشار یافت. پیر حسام الدین راشدى در تعلیقات بر 'تکمله مقالات الشعراء' ترجمه محمد قاسم را قدری بتفصیل آورد. بر وفق تعلیقاتش، محمد قاسم بن نعمت الله قریشی در سال ۱۲۲۱ هـ تولد شد و در سال ۱۲۹۸ هـ (۱۸ - جنوری ۱۸۸۱ ع) فوت شد. محمد قاسم اول در ملازمت حکومت انگلیس بود. امیران تالپور، میر علی مراد خان والی خیرپور و میر حسن علی خان در حیدرآباد، وظیفه ای اجرا کردند و از حب وطن آخوند موصوف ملازمت انگلیسی ترک کرده بامراء خویش منسلک گشت. محمد قاسم شغف بزبان فارسی داشت و اشعار را خوب می پرداخت. پس شاعر معاصر سید فاضل شاه ویرا ترغیب داد که در زبان سندى بگوید. چنانچه در آخر 'دیوان قاسم سندى' نوشت:

چو در فارسی نغز دارم سخن
سوئی نظم سندى خیالم نبود
ولی سعی ای فضل شه نیک خو
به سندى سخن میل طبعم فزود.

منم گرچه در پارسی چیره دست
ولی میر فاضل شه دین پرست
به تحریک برنظم سندی سواد
بیائی دلم خام سودا شکست.

محمد قاسم در غزلهای سندی خویش اکثر اصطلاحات و امثال عربی تضمین می کرد. در اخبار مفرح القلوب هفته روزه کراچی، غزلیات و قصائد قاسم چاپ شد و نیز در هفته روزه 'سند سدهار' که در سال ۱۸۶۶ ع از محکم تعلیم اجرا شد انتشار یافت. محمد قاسم را با بسی از شعراء معاصرین در تصنیف غزلهای فارسی و سندی مناظره و موازنه افتاد. نیز او بعض شعراء معاصرین را مدح خوان بود، چنانچه در تعریف میر علینواز علوی و میرزا احمد علی قلاتی این نظم سرود

دوست ما علوی ست و احمد نیز هم
هر دو یکسان و بری از بیش و کم
هریکی سر حلقه، اهل صفا
هریکی در خلق خوش ثابت قدم
هریکی شمع شبستان کمال
هریکی شه فرد دیوان کرم
هریکی بر کف ز مهر آورده جام
هریکی با فر دانش رشک جم
'قاسما' هریک بنظم عطر بیز
غیرت افزای کلستان ارم
فخرنا قد کان من حیث العلوم
لابابجد لاباب لایعم

دیوان قاسم به فارسی خطی موجود است و نسخه ای را بتاريخ ۱۱- جون ۲۰۰۶ع در کتابخانه قاضي غلام محمد قریشی مرحوم در هالا قدیم دیدم. این اشعار منقول از ان دیوان:

ز خال گوشه ابروش در دلم خطر است
شگون کوکب دنبال وار شور و شر است
مذاق اهل طلب را حلاوتي بخشید
لبش که رشک ده قند و غیرت شکر است.

—

آن خط مشکین که آمد بر رخ آن آفتاب
فتنه آشوب دل شد جان شد عیار شد
تار زلف عنبرینش بهر صید جان و دل
طوق شد زنجیر شد هم حلقه شد ز نار شد
هر کسی در دور لعل میکشی شیرین او
بیخبر شد پر نشه شد مست شد سرشار شد
شاد شو قاسم که آن سرکش صنم در هر دمی
دوست شد مرغوب شد محبوب شد دلدار شد.

انتخاب این اشعار قاسم بر وفق تعلیقات پیر حسام الدین راشدی بر تکملة مقالات:

دوش آن پری بناز چو دامن کشان گذشت
چاک جون بجیب دل عاشقان گذشت
ما را پیاله پر لب و بگذشت محتسب
نی محتسب که حادثه ناگهان گذشت
منشین تو غافلانه که این شرط عقل نیست
رخت سفر ببند دلا کاروان گذشت
از شه عجب که صله عنایت نشد هنوز

مدحش ز ما چو بر حسب عز و شان گذشت
دارم نظر همیشه بدست عنایتش
وصفش ز کلک ما چو بصد داستان گذشت.

—

ناخداترس و جهانسوز و جفا جوي توئي
شوخ پيمان شکن و مست و ستم خوي توئي
جلوه ساز و طرب آغاز و تماشاي جهان
گلرخ و یاسمن اندام و سمن بوي توئي
بنگاه و بتکلم بشکر خنده ناز
همه طنز و همه سحر و همه جادوي توئي

—

آنچه باشد رسیدني برسد سر موي ازان نگردد کم
آنچه در قسمت تو بنوشتند برسد گرچه موبیچی هم
دور باش از تقریش زنهار که بود کارهاش جور و ستم
نیست یکسان تمکنش هیئات کاورد گاه شادي و گاه غم
داده در محشرت بکار آید نه که این جاد و جلوه خیل و خیم
اهل علم و فضائل و دانش در اهانت ز فقر و فاقه علم
جاهلان را بچار سوي جهان جابجا فرو جاد و ناز و نعم



محمد یعقوب لغاري، امين / نامي

محمد یعقوب بن محمد امين بن درویش بن موسی در قریه 'داد لغاري' (تعلقه ماتهیل، حالا ضلع گهوتکی) متولد شد. در نیمه آخر قرن سیزدهم و اوایل چهاردهم می زیست. از مدرسه راجنپور فارغ التحصیل گشت. شاعر زبان فارسی و سرائیکی بود و تخلص 'امین' و 'نامی' می کرد. در اصلاح خلق تصانیفش در نظم فارسی (خطبات) رساله ناصح الخلق (۱۳۲۲هـ)، رد الملحدین و شرح العقائد (۱۳۲۳هـ)، مطبوع و معروف است. بتاریخ ۲۴ ماه ربیع الاول ۱۳۶۹هـ فوت شد. این اقتباس از یک خطبه اوست:

علم هم پنج چیز نزد خداست بی خبری شک آن که غیر ورست
علم حشر و نشر و نزول مطر نیز مافی الرحم بدان دگر
کس نداند چه کار پس گیرد هم نداند که در کجا میرد.
♦ 'مثنوی رحیما' در تتبع 'کریمما' شیخ سعدی تصنیف کرد.
دیباچه:

هر که بیند درین بگوید چیست مالک و کاتب و مصنف کیست
من بگویم کنون به اوای یار می کنم هر سه این برآن اظهار
مالک و کاتب و مصنف این هست یعقوب بن محمد امین

رحیما ز لطف به دستم بگیر که در بحر عصیان فتادم اسیر
تو بخشنده و ما گنهگاریم تو گذرنده و ما خطا کاریم

سخاوت:

کند نیک نامی سخاوت پذیر که گردد سخی از سخاوت امیر
ز جود و کرم عالمی گیر باش بملک لطافت سخا میر باش
سخاوت بود صیقلی عیب را سخاوت بود رهنما غیب را
علم:

همه عالم از علم گیرد جمال نه از ملک و اقلیم شاهي و مال
بطلبیدن علم باش ای پسر که تا علم حاصل کند سربسر
بود چشمه علم را بندگی بود رشته علم پایندگی

بآب کرم محوکن جرم ما که کاری نکردیم غیر از خطا
همان دم لسانی بجائی بود حمید محمد سزائی بود

همه عمر شیرین تو برباد رفت هنوز از چو نادان شدي خوار مست
سوار بمرکب هوا گشته ای ز امر و نهی حق جدا گشته ای
منه خاطر و دل برین دیر پیر ز 'نامی' همین نکته یادگیر
خاتمه

بگفتار شیرین خیالم نبود که در سخن گفتن مجالم نبود
مکر گفت عمر که تصنیف کن نسخهای شیرین تالیف کن
ندیدم جز این نامه، خوبتر کشیدم ز نوک قلم این کهر
'عمر' اشاره است به مولوی عبدالله که عالم و فاضل بود



مخدوم شیر محمد عباسی، 'مخلص'

مخدوم شیر محمد بن مخدوم محمد عارف عباسی از دودمان
مخدومان عباسیان ساکن قصبه 'کھرا' (ضلع خیرپور) در نیم
آخر قرن سیزدهم و اوایل قرن چهاردهم می زیست. در سال
۱۳۱۹ھ فوت شد. در قطعه تاریخ وفاتش عالم و صوفی و
عارف حماد الله اندهر نوشت، 'مخلص' را به این الفاظ یاد کرد:
"صاحب علم و حلم باحیا مرد لبیب"

این اشعار 'مخلص' در بیاض مخدوم غوث محمد کھروی یافتیم:
خوشتتر از شاهي، بجانان گر گدائي مي کنم
وای بر عشرت بود کان در جدائي مي کنم.

—
گر تو قاضي و مفتي و دهري
پیش حق زین حسب نه ارزاني
گر تو مخدوم و مولوي عصري
شد چه گر تو بجهل ناداني.



میرزا دوست محمد، دوست

میرزا دوست محمد بن میرزا علی بخش در سال ۱۲۷۹ هـ در شهر حیدرآباد متولد شد. از مصاحبین میر عبدالحسین خان سانگی بود. شاعر زبان سنڌي و زبان اردو بود و در زبان فارسي نیز مشق سخن کرد و از ابوالحسن لکهنوي اصلاح گرفت. بتاريخ ۲۴- ستمبر ۱۹۲۰ ع (۱۳۳۹ هـ) وفات یافت. این غزل ازوست:

باز آكه در فراق تو ديوان فتاده ام
 بي هوش بي حواس بنالان فتاده ام
 شهلاي چشم غيرت آهوي تبتي
 محزون غريب دشت بيابان فتاده ام
 اي شوخ چشم فخر دم عيسي الزمان
 واچشم همچو نرگس حيران فتاده ام
 بادام چشم خال بزلف تو منتشر
 بي دام در مسلسل دندان فتاده ام
 گر دامت اي رقيب بو حشت نيادم
 اکنون بيا ببين كه چه آسان فتاده ام
 عمرم تمام گشت هنوز هم جنون بسر
 زيراكه در مقابل نادان فتاده ام
 يكسان بدل نهادم شادي و درد و رنج
 چون در جهان بكلمه، احزان فتاده ام
 وانكه خزان رسيد بباغ حيات من
 چون بلبل بشور خروشان فتاده ام
 اي دوست حول قبر و قيامت چه مي بري
 چون پيش مرتضي شه مردان فتاده ام



میرزا علی قلی بیگ، آہ غریب

میرزا علی قلی بیگ بن میرزا فریدون بیگ از خانواده میرزایان حیدرآباد در نیمہ آخر قرن سیزدهم و اوایل چهاردهم می زیست. ادیب و سخن سنج بود کہ کلام شاعر سندی حافظ عبدالوہاب عرف سچل را با تحقیق و تدقیق جمع کرد. خود شاعر زبان فارسی بود و 'آہ غریب' تخلص می کرد. در سال ۱۳۲۱ھ فوت شد. پیر رفیع الدین سرہندی در سال وفاتش گفت:

چون رفیع خواست سال ترحیلش
"غمگسار" ہاتفم گفت بخوان.

میرزا قلیچ بیگ این اشعار از سلام و پیام 'آہ غریب' در گرجی نامہ آورد:

ای باد صبا ببر سلامی	بر دلبر شوخ ما کلامی
احوال مرا بگو سراسر	شاید سویی ما کشد زمامی
گوئیش کہ رسید بر لبم جان	کارم نشدہ بہ اختتامی
آرام ز جان من بری شد	مرغ دل من شدہ بدامی
از جوش فراق او دمادم	فوارہ خون شد از مسامی
از دلشدگان ز پا فتادہ	واجب نکشیدن انتقامی
گر شاہ کند نظر بر حمت	بر کمتر خاک پا غلامی
از رتبہء شہ چہ می شود کم	آرد بکف آن غلام کامی
گر حال نزار من کنی شرح	باشد کہ دہد بمن پیامی
گویش کہ ستم بقا ندارد	آن را نبود گہی دوامی
ترسیدن بایدش ہمیشہ	از آہ غریب صبح و شامی



میرزا قلیچ بیگ، قلیچ

میرزا قلیچ بیگ پسر میرزا فریدون بیگ از خانواده میرزایان حیدرآباد سند، در نیمه آخر قرن سیزدهم و نیمه اول قرن چهاردهم می زیست. به تاریخ چهارم محرم سال ۱۲۴۰هـ (۱۸۵۳ع) در تنده محمد خان تهور و (نوژهو) در شهر حیدرآباد متولد شد و در ۴۴ سالگی در سال ۱۳۴۸هـ (۱۹۲۹ع) ازین جهان فانی بیرون رفت.

مصنف و محقق، سخن سنج و سخنور، ادیب و شاعر، دانا و دانشمند و در خدمات و کارهای علمی و ادبی یکتای روزگار بود. او در هفت زبان اسندی، فارسی، عربی، ترکی، اردو، بلوچی، انگلیسی، دسترس کلی داشت در علوم متعدده تصانیف دارد، که بیشتر در زبانهای اسندی، انگلیسی و فارسی است.

شاعر بسیار کو بود 'قلیچ' تخلص می کرد دیوان قلیچ 'سندی مطبوع، و کلام فارسی و ترکی در تصنیف او بنام 'سودای خام' مکتوب می باشد در تصنیف دیگر، بنام 'گرچی نام' (۱)، ذخیره اشعار قلیچ مشتمل بر غزلیات، هزلیات، رباعیات، قطعات تاریخی، معماها، سجع ها، و در موضوعات باقیست

۱. گرچی نام، بنفصیح و نثر، هرا میرزا، استاد دکترا محمد حسین سنج، آرها، مطبوعه مرکز تحقیقات و سی ایران، سال ۱۳۷۰

بحسن اخلاق، میرزا قلیچ بیگ در معاصرین مقبولیت داشت و چندین شعراء در مدح او سرودند. ازان جمله است، اشعار مدحیه قاضی خوش محمد (تخلص آتش و حزین)، حافظ محمد علیمراد (تخلص علی)، مولوی بهاء الدین (بهائی) و محمد عمر جیکب آبادی در گرجی نام موجود. بهائی در دیوان (کلیات) گفت:

حقا که نقش لوح ضمیر بهائی است

میرزا قلیچ بیگ که صاحب صفائی است.

در 'گرجی نام' این قطعه در تعریف میرزا قلیچ بیگ

سروده دکتر محمد حسین تسبیحی موجود است:

قلیچ آن مرد دانای خردمند به شعر و نثر فارسی بود پای بند

و لیکن شعر سندی دلربای است تو گویی مظهر مهر و وفای است

قلیچ بیگ آمده گویای اسرار محبت می کند از بهر دلدار

• انتخاب از غزلهای قلیچ:

به کوی تو شدم ساکن که باشم خاکسار اینجا

دل اینجا جسمم اینجا جانم اینجا جان نثار اینجا

ز خاک آستان من نه بردارم سر از سجده

حق اینجا قبله اینجا کعبه اینجا کردگار اینجا

به سودای بتان باری چرا چین و چگل جویم

بت اینجا صحبت اینجا لذت بوس و کنار اینجا

زدم فال ای صنم در مصحف رویت نکو فالی

هم اینجا والضحی و الشمس اینجا والنهار اینجا

چسان بیچاره دل با چشم خون خوارت شود همبر

که زال و رستم اینجا بیژن و اسفندیار اینجا

چه خوش گفته است آن دهقان به قتلر چون کمر بستی

سر اینجا خنجر اینجا قتلگه اینجا مزار اینجا

بیا ای جان من تا یک زمان امروز خوش باشم
می اینجا مطرب اینجا گلشن اینجا گلگذار اینجا
قلیچ اندر پناه عشق تو هرگونه شد ایمن
نبی اینجا علی اینجا جناب هشت و چار اینجا

بی تو چیزی دگر نمی خواهم جان و تن سر به سر نمی خواهم
خانه ام با رخت منور کن نور شمس و قمر نمی خواهم
تلخ کامر بیار نوش لب ورنه قند و شکر نمی خواهم
با خیالت خوشم به تنهایی بر بتان یک نظر نمی خواهم
هر شبم گر وصال تو باشد به سرت پس سحر نمی خواهم
مشت خاک دُرّت بس است مرا کیسه، سیم و زر نمی خواهم
گر به کویت شوم دمی ساکن سوی جنت گذر نمی خواهم
در حقت داستان ها گویم سخن مختصر نمی خواهم
باز گوید قلیچ از دل و جان بی تو چیزی دگر نمی خواهم

این چه بیدادست کز تیغ نگاه انداختی
قتل در خمخانه و در خانقاه انداختی
عمرها در زهد چون صنعان قدم برداشتم
رخ نمودی حیف بازم در کناه انداختی
بازیم بر عرصه، رندی شده بی کشت مات
بیدق قلب مرا در پیش شاه انداختی
سیر می کردم به اخوان صفا در مصر دل
یوسف عیشم ز بی مهری به جاد انداختی
کی ز نور ساده رویان در ابد کرده سجد
هر دلی کورا ز اول رومباد انداختی
محو چون با سرده بازی ساختی ناهید را

از تجلی پرده یی بر مهر و ماه انداختی
پیش مغز آید کجا در مهر عذرای خیال
وامقی را کاندرین حال تباه انداختی
چون نباشد نعره زن بلبل به باغ معرفت
برگل صد برگ خود را جلوه گاه انداختی
کی رسد تا باب هشتم از گلستان قلیچ
کش سر دیباچه بر برگ گیاه انداختی



،

مفتي محمد ابراهيم سومره، ناظم

مفتي محمد ابراهيم بن مفتي محمد هاشم، از قبيله سومره، در قصبه گرهي ياسين (از مضافات شكارپور) در سال ۱۳۰۷ھ متولد شد. تعليم و تربيت در زبان عربي و زبان فارسي از والد ماجد مفتي محمد هاشم حاصل كرد. شغف به شعر فارسي داشت و تخلص 'ناظم' مي كرد. در سال ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ع) وفات يافت.

اين اشعار نعتيه ناظم دستياب شد

بهر ديدار تو دارم اشتياق	مدتي گرديد مارا در فراق
صالحا فرياد كن پيش رسول	در حضورش عرض نو كرد قبول
چون كشايد لب براي عاصيان	بحر عفو حق بجوشد بيكران
يا رسول الله فريادم برس	آستان تو ملازم كنت بس
كن نگاهي سوي من از لطف خویش	تا دل من مرهمي يابد بريس
يا رسول الله خدام تو ايم	بهر دينت ابتلاي غم سددم
از خدا حاصل شود راه نجات	چون نگاهي ميكني سوي عصاب



مولوي عبدالرحيم سومره زنگي پوري

عالم و مؤرخ و شاعر مولوي عبدالرحيم از قبیله سومره در قریه زنگي پور (ضلع جيکب آباد) متولد شد. در قرن سیزدهم و اوائل چهاردهم مي زیست. علوم و ادب فارسي در مدرسه مولوي عبدالغفور همایوني حاصل کرد.

در مطالعه تاریخ مشغول گشت و تاریخ قبیله خود يعني مردم سومره را بر اسلوب 'شاهنامه' فردوسي در فارسي مثنوي بنام تاریخ "گلزارسند" منظوم کرد. نسخه اصل این تاریخ ضایع شد. چند اشعار از وی یاد شاگردان مصنف باقی ماند. این اشعار در یک صحبت (۲۱- دسمبر ۱۹۶۸ع) نگارنده از مرحوم مولوي عبیدالله 'شائق' شنید و نوشت.

محمد حنیفه بود جد ما
که او هست ابن علي مرتضي
شرم سند را هست از سومره
شجاعت عیان گشت از سومره
ختم شد کمالات جنگ و جهاد
بر این قوم اشجع تقدس نهاد
بخویشان تلافی بدشمن جری
در اسلاف شان این سخن پروری

دوده سومره حکمران سند با افواج سلطان دهلي جنگ کرد. مولوي عبدالرحيم آن جنگ را در یاد فردوسي این طور بتفصیل بیان کرد که "دگر ها شنیدی ز من هم شنو"

چو بنهاد دوده قدم دو مصاف
 دهن خلجیان بند شد از گزاف
 یل سند دوده چون شمشیر زد
 رمیدند مرغان دویدند دد
 چکا چاک خنجر بگردون رسید
 ز هندوستان خون بجیهون رسید
 ز سر ستوران دران پهن و دشت
 زمین شش شد و آسمان گشت هشت
 گروهی ز گردان سند و بلوچ
 سگالیده جنگ مانند هوج
 چو خلجی پناهی ز شیران نه یافت
 چو روباه در خیمه ای خود شتافت
 چو گرز گران دوده برداشتی
 یلان را بلرزه در انداختی
 بزد دوده چون نیزه برپیلان
 شده زهره آب و تنش بی روان
 نه پیلی امان یافت نی پیلان
 ز یلغار پیکار شاه زمان
 بروز و غا شاه صولت نهاد
 کسی پیش آمد امانی نداد



مولوي عطا محمد مهيسرائي، عطا*

عطا محمد بن مولوي گل محمد در نیمه آخر قرن سیزدهم و نیمه اول چهاردهم می زیست. در مکتب پدر در قریه کنده، پرگنه ناڙي (بلوچستان)، تعلیم و تربیت را آغاز کرد و از مدارس سند فارغ تحصیل شد. در شعر فارسی، مولوي نبي بخش کولاجي (تخلص امین) ویرا تربیت کرد و 'عطا' تخلص کرد. 'مهيسرائي' نسبت است به قریه مهيسران که دران یار عطا بود و عطا نیز دران قریه سکونت پذیر شد. والدش مولوي گل محمد تاریخ ۲۸- ربیع الآخر سنه ۱۳۳۱هـ فوت شد و 'عطا' این قطعه نوشت:

والد ماجدم که بُد فیاض روز آدینه رحلتی فرمود
ساعت سعد ازمه تاریخ بیست هشتم ربیع آخر بود
گشت بحبویه، جنان جایش وه که گردید عاقبت محمود
سال تاریخش از خرد جستم گفت "غفران" وه جواب فرمود
استادش مولوي نبي بخش 'امین' در سال ۱۳۴۳هـ
رحلت کرد و عطا قطعه تاریخ نوشت (که زیر ترجمه 'امین'
ضبط شده است). در سال ۱۳۴۱هـ، مسجد جامع در قریه 'لعل'
بخش مهيسر (تعلقه میرو خان، ضلع لاڙکانه) تعمیر شد و عطا
این قطعه تاریخ نوشت:

جزای چنین فعل و تاریخ او
عطا "باغ فردوس بیحد" بگو.

راقم از بیاض محترم عبدالله بن عبدالسلام بن عطا محمد عطا استفاده کرد و
مقاله ای نوشت که در مخزن س. ماهی بهران ۱۳۹۲ع، ج ۱۰، چاپ شد برای تفصیل
رجوع به آن مقاله کنید.

عطا فرزندش عبدالسلام را تربیت کرد و او عالم و ادیب و شاعر (تخلص عزیز) شد. عطا "شب اربع تاریخ ۲۹ ماه ذی القعدة سنه ۱۳۴۵هـ" فوت شد.

عطا را با عالم و عارف پیر طریقه نقشبند عواجہ عمرجان جانان (ساکن 'چشمه' نزد کوئیت) عقیدت بود و دو غزل زیر آئینه وار آن عقیدت است:

(۱)

ای روی دلفریب تو دل را دوا دوا
بهر مریض عشق تو کامل شفا شفا
زان روزها که گشته جدایم ز انجمن
افتاده ام اسیر بدست بلا بلا
دربار اشرف چو بود مامن منیع
آورد دست پیش ازین رو گدا گدا
جور رقیب یکطرف و هجر یکطرف
زین هردو آه و ناله مرا شد جدا جدا
باد صبا برو بگل اندام من بکو
از دشمن رسید هزاران جفا جفا
ای شاه نقشبند تغافل ز بنده چند
نالان بدرکعت بامید عطا عطا

(۲)

خورشید اوج چرخ ولایت حبیب ماست
ماه منیر برج کرامت ادیب ماست
آباد کشته ملک هدایت بجود اوست
ویرانه کرد خانه ضلال از عجیب ماست
بر تخت شرع ناجوری شاه تاج بخش

صیاد صید گاه طریقت نجیب ماست
 گرچه علیل و زارم اما بفضل حق
 هر درد اندرون و برون را طبیب ماست
 تیر نگاه این شه و صیدش هزار دل
 قربان هزار جان به نگاه لبیب ماست
 از دل عطا نمود غلامی او قبول
 زینجا مگر سعادت ابدی نصیب ماست
 مسکن به 'چشمه' دارد آن شاه نقشبند
 در صورت از بعید و بمعنی قریب ماست
 آن خواجه خواجهگان "عمر جان" جان ماست
 والله که ذکر نامش گوئی ذیب ماست.

'عطا' را با یک غلام از قبیله مهیسران یاری بود. در مطلع غزل
 زیرین، ترکیب 'مهی سر' تلمیح دارد بنام یار (محبوبش) 'مهیسر'.

قتیل عشق مهی سر با آسمان دارد
 شهید شور شهی شور در جهان دارد
 مرا به عشق همان ماه اضطراب چنان است
 که میل خاطر محزون باین نه آن دارد
 روم کجا و بجویم کجا که آن سرمست
 مکان خود ز تنظر بلا مکان دارد
 دلم که ساده زهر رنگ و نقش بود ولی
 کنون ز عشق دلارام سرگران آمد
 یکی جفای رقیبی که سرگران دارد
 دگر بلا که دلارام سرگران دارد
 برای استقبال اشاره چشمش
 صد ارجمند بترتیب خوش دوان دارد

سه عشر یکطرف و هفت دیگری بدگر (۲)
 کثیر و اندک را پیش و پس روان دارد
 نهان عطا سخن خویش می کند زان رو
 که نام یار در اشعار خود نهان دارد
 غزل

شدم مخمور سرشار از خمار نرگس سلمی
 بهائی این خمار خوش همه دنیا و مافیها
 نه من تنها شدم شیدا صفت از چشم مخمورش
 باین مخموری نرگس جهانی ساخته شیدا
 چو بینم سیر در چشمش دو چشم نشه آلوده
 کند آن طرفه نرگس که بر سرو آمده پیدا
 تعالی الله چه شور افکنده چشم این پسر درمن
 که نقش چشم او هر دم نماید در همه اشیا
 ز چشم نیم مست او عطا را مستی کامل
 ز هی مستی که آن بر مستی من مر کند غوغا
 غزل

در ملالم می ندانم این ملالم از کجاست
 دردمندم زاینکه این اندوه بر من از چه خاست
 ناکهان در ورطه اندیشه افتادم چنان
 پیش را از پس ندانم هم ندانم چپ برآست
 من باین جانکاه دردی هم چنان درمانده ام
 طاقت بطش نه در دست و نه رفتارم بیاست
 در جوابم گفت پرسیدم چو از اختر ساس
 تاخت بر ملک دل تو زان سه فرخ لغاست
 در شبانکه خفتن و آرام کار هر کس است
 زاری و آه و فغان و ناله ها کار عطاست

غزل

قضا راشد بیک نقطه زبان من زیان من
 ز هجرش میروند اکنون ز جسم من روان من
 چون شان کائنات اندر ازل تحریر می کردند
 عناو درد و رنج و غم مگر گردید شان من
 فراق نازنین خود چنان آواره ام کرده
 که از تفسیر او قاصر بود کامل بیان من
 خیال نرگس شهلاي او از هر خیال بود
 عطا این حالت نازک بود نام و نشان من

غزل

کرده اسیر در کلف خود غزالکی
 داده بعشق خویش چه درد و ملالکی
 گرچه هزار محنت و رنج بعشق اوست
 یا رب دمی مباد ز دردش زوالکی
 مارا کمال عشق و بیارم کمال حسن
 نقصان گهی مباد باین دو کمالکی
 جان بر لبم رسید ز درد فراق او
 پرسید هیچگاه ز عاشق نه حالکی
 دور از بساط قرب تو ماندم بقسمتی
 خواهش کنم کنون بدعاها وصالکی
 برد از عطا قرار دل و دین و صبر و عقل
 دلدار کی مهیسر کی خوشخصالکی

غزل

سلطان ملک جان تو کجائی بیا بیا
 ای نور دیدگان تو کجائی بیا بیا
 از عاشقان مست چو آهو رمیده ای

تاكي رمان رمان تو كجائي بيا بيا
 عزمت شده بجانم بار فراق را
 برداشت كي توان تو كجائي بيا بيا
 از فراق هجر تو جان مي دهد عطا
 آمد جنازه خوان تو كجائي بيا بيا
 اين اشعار هم از عطا است:

عطا بيچاره در عشق آمده چست
 اگر داني و گر ني عاشق تست

چشم و زلف و روي يارم نرگس و سنبل گلاب
 مرهم بر ريش قلب من بود اين هر سه كل

مجنون بعشق ليلي مشهور شد بعالم
 تو شهيرد گشت جانان بجهان بعشق مائي

مر عطا را بيني افتاده كهني بر كوچه ات
 سر يکطرف پا يکطرف جان يکطرف

گرچه نهان بعشق عطا سوختم تمام
 کردند آشكار بهر انجمن مرا
 غزل

روي يارم چو مطلع الانوار دهن اوست مخزن انوار
 سلک دندان هم چو مرواريد راست گوهر که سحر انوار
 الحق اي عطا وجود حبيب بي شک و شبهه انوار
 مرا از تست هر دم تازه غسقي برا هر ساعتی حسنی ذکر بار



مولوي قادر بخش گولہ

قادر بخش از قبیلہ 'گولہ بلوچان' ساکن نزدیک قریہ صحبتپور در نواحی جیکب آباد، در آخر قرن سیزدهم و اوایل قرن چهاردهم می زیست... درین غزل، مسکن معشوقش قریہ کاپاری (متصل شاهی واه، تحصیل جهت پت، ضلع جیکب آباد) را با جذبات صمیمانه یاد کرده است.

علم را برد با غمزه چنان جانانِ کاپاری
شراری سوز من شیدا شه نغمانِ کاپاری
زلیخا وار در خاطرِ هوایِ یوسفی دارم
کني حاصلِ خدا مارا مه کنعانِ کاپاری
چو مجنون مست از لیلی گرفتار مسکن صحرا
که باشد گه گذر لیلی ازین ره جانِ کاپاری
اسیر دامِ دلبر شد دل دیوانه قادر بخش
ازان بنمود غوغائی زهی مستانِ کاپاری.



مولوي نبي بخش کولاچي، آمين

عالم و فاضل و اديب نبي بخش بن قاضي عبدالعزیز، از قبيله کولاچي بلوچان، در شهر 'اوسته محمد' در حدود بلوچستان و سند متولد شد. از مولوي عبدالرحمان (در سکر) و مولوي عبدالغفور همايوني (در همايون) تعليم حاصل کرد. شاعر فارسي قادر الکلام بود و تخلص 'امين' مي کرد از زمره شعراء محفل جناب 'پير پاگاره' حزب الله شاه بود و تاهشت سال فرزندش شاهمردان شاه را تعليم داد. از طرف فرمانرواي بلوچستان، در شهر نصيرآباد قاضي مقرر گشت در سال ۱۳۴۴هـ فوت شد و شاگردش عطا محمد 'عطا' اين قطعه تاريخ وفات سرود:

آه قحط الرجال پيدا شد
رفت زين دار افصح الفصحا
حضرت اوستاد صاحب آنکه
ندا او در جهان است کالعتقا
نام ناميش در جهان مشهور
نبي بخش ابلغ البلغا
در تصانيف رسم ساميش
شد محمد امين بمجد و علي
يکفني داشت در جميع علوم
خاصه در فقه بود حنيفه لقا
در علوم فلاسفه بي قيل
بود همچون ابو علي سينا

بیست و یکم ربیع اول بود
که بامر جلیل داد رضا
سال ترحیلش از خرد جستم
گفت "غفران بیحد" عقل عطا.

این اشعار امین از مولوی عبدالحق کولاجی در شهر
اوسته محمد بتاریخ ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۲ ع شنیدم و نوشتم:

صبر دل برد زمن عشوه جدا ناز جدا
بی خبر جلوه جدا می کند انداز جدا
ای پری چهره دم پیش تو چشم بنشین
تا بگویم غم دل باتو جدا راز جدا
بگذارند که در کوی تو سازم گذری
سگ کوی جدا حارث نا ساز جدا
چه جفاها که نمودست بمن در ره عشق
ابروی یار جدا چشم فنون ساز جدا
آن ادائی که بیغما دل دین برد امین
جادو و سحر جدا، خانمش اعجاز جدا

—

روز فرقت نیستش پایان هنوز
نی صبر دارد شب هجران هنوز
حیله ها کردم ولی راهم نشد
مشکلم یا رب نشد آسان هنوز



میان احمد صوفی بهتائی، احمد

عالم و فاضل میان احمد، از قبیلہٴ 'بہتیان' (کہ از ایشان میان نور محمد استادِ شاہ عبداللطیف بود) در مکانِ 'بہت' (مرقد شاہ عبداللطیف) سکونت اختیار کرد و بہ آن نسبت 'بہتائی' مشہور شد. در نیمہٴ آخر قرن سیزدہم و اوائل قرن چہاردهم می زیست. بعد از سال ۱۲۰۴ھ فوت شد و متصل بیرون مقبرہ شاہ عبداللطیف مدفون گشت.

عالم زبان عربی و زبان فارسی بود و با معاصر خود مخدوم احمد ساونی مراسلت منظوم داشت متن 'رسالہ شاہ عبداللطیف' (سندي) را در ۱۲۹۴ھ و در ۱۳۰۵ھ کتابت کرد و این دو نسخ را بمیر عبدالحسین خان تالپور ہدیہ کرد میر موصوف در سال ۱۸۸۷ع باین عبارت میان احمد را یاد کرد "رہنمای سالکان، یگانہ، زمان، گزیدہ سبحان میان احمد صوفی خلیفہ در بہت شریف"

این تہنیت نامہ بر ولادت ایزد یار خان پسر میر عبدالحسین تالپور در سال ۱۳۰۱ھ نوشت

مراد دل کہ از بس آرزو بود یقین حاصل شد از افغان معبود
روان آب آمد از بحر مکارم امید باغبان صد بار ابرود
یم از بحر مکارم در طلاطم زبان خاص و عام از سکر یکسود
دل در فرحت ست و صد مسرت رخ از نور ضیا مسجل مقصود
ایا در دودمان میر صاحب رحیم الناس بوری نیک بخسود

خلاق هر طرف خمک زنان شاد امید بینوا را گنج افزود
 نگفتم نام سامی در مظاهر سر هر مصرع گیری هست موجود^(۱)
 مهجد میر صاحب با کرامت بود "عبدالحسین" از صدق معهود
 خدا یار آمدش فرزند اکبر بود اصغرش ایزد یار محمود^(۲)
 خداوندا بحرمت خاصگانت نگهدارش بظل فضل محدود
 چو جستم از خرد تاریخ تولید گل باغ کرم فرمود مولود
 بکش ده با دو زین ماده معدد هزار و سه صد و یک هست معدود
 بود "احمد" دعا گوی قدیمش بگوشش حلقه ای از یوم معهود



،

(۱) این طور در قطعه دیگر

(۲) یعنی دو فرزند، خدا یار خان و ایزد یار خان

میر امیر علی، علی آبادی، 'خاکسار' و 'امیر'

میر امیر علی بن میر فضل علی تالپور، از دودمان فرمانروایان خیرپور، در نیمه قرن سیزدهم هجری در قلعه علی آباد (کوت دجی) از توابع خیرپور، متولد شد.

در عصر خود، شاعر صف اول زبان فارسی بود نخست 'خاکسار' تخلص می کرد و بعد از آن 'امیر' - شاعر و ادیب و خوش نویس بود - در غزل، قصیده و مثنوی دسترس کلی داشت.

'امیر' معاصر میر عبدالحسین خان حیدرآبادی بود و نیز یکی از شعراء آن محفل که میر عبدالحسین خان آراسته بود. میر عبدالحسین خان در دست نویس خود این طور وضاحت نموده: "غزل از راقم اثر در جواب میر امیر علی خان خیرپوری علی آبادی تخلص "امیر" تصنیف کردم. بیاسخ نامه ایشان فرستادم. ۲ - اکتوبر ۱۸۹۹ - عبدالحسین" و نیز در حاشیه نامه نوشت که میر امیر علی خان صوفی صافی به رحمت حق پیوست به تاریخ ۱۰ - جولای ۱۹۲۱ ع

این چند بیت از آن غزل که میر عبدالحسین در پاسخ نامه خود به میر امیر علی فرستاد (۱)

تماشا کن که از وحدت چنان مظهر شود پیدا
که آئینه نکر تا صورت دلبر شود پیدا
عجائب قسمتی دارم که بهر رفع سودا

۱) برای تفصیل رجوع کنید به کلمات خانگی، نا منسجم، جلد اول، ص ۱۰۰

بجای زلف مشکین صورت اژدر شود پیدا
 تماشاگاہ دنیا را نظر باریک دیدستم
 بوصفش گر رقم سازم دو صد دفتر شود پیدا
 امیرا، لطف کردی یاد فرمودی پس از مدت
 تو خوش باشی و شعرت ہم ازین خوشتر شود پیدا
 این ابیات از غزل 'امیر' است:

ای شوخ سرفرازم از من چرا رمیدی
 باز آ کہ همچو بازم از من چرا رمیدی
 خورشید روی خود را از من نہان چو کردی
 شد این قضا نمازم از من چرا رمیدی

—

چون بہ گلشن ای صنم خود را خرامان ساختی،
 بلبل از گل رفت، گل را چاک دامان ساختی،
 باسہی قامت چو خود رفتار کردی در چمن،
 سرو ہم شمشاد را خجل و پشیمان ساختی،
 در کنار ماہ من در نیم شب چون آمدی،
 کلبہ ام تاریک را چون خود درخشان ساختی،
 چون بہ رقصیدن بتا برخواستی با عشوہ ناز،
 شد خجل ناہید و زہرہ را پریشان ساختی،
 مصرعہ خوش آمدہ مارا علی محمد کہ گفت:
 "خلق را آشفته چون خلخال نالان ساختی،"
 شکر حق یا شاہ مردان کار این سائل امیر،
 از تلافی بیکران بسیار آسان ساختی.



میر خداداد خان تالپور، عاشق

میر خداداد خان ولد خیرمحمد خان (ولد محمد حسن خان ولد میر رستم خان) تالپور 'عاشق' تخلص می کرد. بتاریخ ۱۵- شوال ۱۳۴۷ھ (۲۸ مارچ ۱۹۲۳ع) فوت شد بر وفق روایت (در کتاب 'میران خیرپور' تصنیف حامی) این غزل ازوست

ای شوخ چشم دلبر پرده نقاب چیست
از عاشقان صادق بر رخ محراب چیست
از چشم پر خمار مرا کرده ای ذبح
دیگر جفای مژگان بر من شتاب چیست
ویران دست کرده بر من شتافتی
ای آرزوی کشتن بر این خراب چیست
ای یار تند خوی بیا محفلم نشین
در وصل خستگان این رسم و غاب چیست
عاشق شده است هر دم در هجر مبتلا
بهر خدا بیا که ناحق عذاب چیست



میر خیر محمد خان تالپور

میر خیر محمد خان ولد میر محمد حسن خان (ولد میر رستم خان) از خانواده تالپور فرمانروایان خیرپور، در نیمه آخر قرن سیزدهم و اوائل قرن چهاردهم می زیست. این غزلها ازوست:

چشم من رنگ شفق اشک فشان می آید
دود آهر ز درون سینه عیان می آید
آتش عشق درونم هم جان را بگرفت
بین تماشائی که نفسم بچسان می آید
من چو یعقوب شدم دیده سفید از هجرت
نعره فریاد فراق ز زبان می آید
همچو موسیٰ به تمنای لقای ارنی
بهر دیدار تو هر طرف جهان می آید
خوبی حسن تو چون شمس بهر جا روشن
تیر مژگان از ابرو به نهان می آید
نیست کس واقف این رمز که حالم داند
آنچه احوال که بر درد کشان می آید
سالها خیر محمد به امید وصلش
انتظار است که آن شاه بتان می آید

—

آمده موسم بهاران شد بهار
 بلبلان اند مست بر هر شاخسار
 من ز هجرت در فراقم روز و شب
 میکنم فریاد و ناله زار زار
 روی تو دیدم سرگردان شدم
 رفت از دستم عنان اختیار
 برده ای دل را بعشوه ناز خویش
 گشته ام در عشق تو مستانه وار
 هیچ در بدنم نه مانده طاقتی
 برده ای از جان من صبر و قرار
 گر بایی سر بقدمت افکنم
 همچو پروانه در آتش بار بار
 از نقاب روی گر بیرون کنی
 میکنم بر تو دو عالم را نثار
 در کنارم گر کنی از لطف خود
 میکنی مستانه خود را هوشیار
 سالها شد شاه من یادی نکرد
 خیرمحمد همچنان در انتظار

—

اگر آن شه نظر دارد بحال ما غریبان را
 بهای یک نظر بخشم هم ملک سلیمان را
 نخواهم رفت در جنت که تا آن نازنین ابد
 نثار مقدمش سازم هم حوران و غلمان را

بیا تا مجلس سازم کشر اندوه صد ساله
 نداند حال ما دیگر چه آگه رهگذاران را
 بده ساقی شراب خوش که باشد قوت روحم
 رهاند از غم هجران به بخشد جان بیجان را
 خدا را وصل خود بخشید مسکین خیر محمد را
 چرا محروم می سازی ز در خود بینوایان را



میر خیرمحمد خان تالپور، ضیا

میر خیرمحمد خان بن خدا بخش خان (ثانی) [از خانواده تالپور
امیران از اولاد میر جام نده خان بن میر شهادت خان، متوطن
سوبهو دیرو، ضلع خیرپور] در نیمه آخر قرن سیزدهم و نیمه
اول قرن چهاردهم می زیست. جد امجد او خدا بخش خان عالم
و فاضل و شاعر زبان فارسی بود و 'ضیا' تخلص می کرد. خیر
محمد خان هم آن تخلص اختیار کرد. بتاریخ ۹- جون ۱۹۳۰ ع
فوت شد. این غزل ازوست:

ای شاه نیک سیرت چندین حجاب چیست
ای یار حال محرم بر رخ نقاب چیست
ای شوخ شه ستمگر ترس از وهاب کن
بر جان خسته عاشق چندان عذاب چیست
خواهر به روز محشر دادم خدا نه تو
ای شاه جسم و جان را کردن کباب چیست
با الف قامت تو سہی سرو خود نیاید
در نازکی بدنت آن کل کلاب چیست
چون من دگر نیابی بیدل بدل صداقت
در راه عشق بازی شیخ و شهاب چیست
دیدم از دریچه ناکاه روی دلبر
مہتاب خوش چین و ضیا افتاب چیست



میر راض محمد خان، عاشق

میر راض محمد خان فرزند میر سہراب خان (اول) شاعر زبان فارسی و سندی بود. عاشق تخلص می کرد. از اشعار اوست:

مشتاق جان نثارم بر سرو قد تو جانی
قوس قزح نشان است از سطر ابروانی
چشمان نیم خواب است مژگان ز تیر تیز است
مخمور سرخ رنگش چون آب ارغوانی
تیر از کمان گذشتہ در سینہ ام رسیدہ
دیگر کسی نہ دیدہ رفت از جگر نہانی
روی تو یار جانی از مہتاب بہتر
خورشید او بگویم یا یوسف کنعانی
چاہ زنج چہ گویم گنج حسن کہ داری
مار سیاہ بروی کردہ است پاسبانی
بر عاشقان بیدل رحم و کرم بفرما
تاچند ناز عشوہ بر عاشقان برانی
رازی ز راض محمد مخفی کنی چرائی
ظاہر بکن بہ مسکین از لطف و مہربانی.



میر علی محمد خان تالپور

میر علی محمد خان فرزند میر مبارک خان از خانواده تالپور
فرمانروایان خیرپور در نیمه دوم قرن سیزدهم و نیمه اول
چهاردهم می زیست. سخن سنج و ادیب و صوفی بود شاعر
معاصر میر امیر علی به این شعر میر علی محمد تحسین کرد
مصرعی خوش آمده ما را علی محمد که گفت:
خلق را آشفته چون خلخال نالان ساختی
این اشعار ازوست:

عید شد خیز که با دوست قرار می گیرم
دلربا روی قمر را به کنار می گیرم
شب مهتاب صنم تنگ در آغوش کنم
عقد پروین به ثریا نثار می گیرم

ای نازنین سرکش جور و جفای چیست
در مرگ عاشقان این رغبت رضای چیست
از تیغ ابروان تو مرا صدمه کرده ای
از غمزه کشته ای تو بلا بر بلای چیست
خنجر بدست کرده ای قتل بر امدی
من کشته ام ز فرقت دیگر سزای چیست
ای ماهرو بیا تو بچشمان جانی کن
درآمدن بخواب ترا اقتضای چیست
خسته شده ز دور زمانه دلم بسی
خوش شو علی محمد کردش سمای چیست



میر علیمراد تالپور، خیرپوری

میر علیمراد کوچک ترین فرزند میر سہراب خان (اول) بود و بعد استیلاء انگلیز بر سند (۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ع) او والی 'خیرپور ریاست' شد. در طب، "طب مراد" تصنیف اوست. شاعر زبان سنڌي و فارسي بود و در فارسي 'علي' و در سنڌي 'مجروح' تخلص مي کرد. بتاریخ ۲۴ ماہ رمضان ۱۳۱۱ھ فوت شد. این اشعار از کلام فارسي 'علي' است:

اي شوخ ستمگر، ستم بي حساب چيست
بر عاشقان صميم اين ناز و عتاب چيست
شمشير آبدار کشيدي شناختي
اين خشم بي گناه بر اين دل کباب چيست
از زلف پيچدار مرا تاب داده ئي
مژگان تست قاتل چندين عذاب چيست
ظاهر بيا براي خدا پيش مانشين
اين آمدن بسوخته عاشق بخواب چيست
پابند شد به عشق تو مسكين عليمراد
گاهي خيال آب اين گاهي حباب چيست. (۸)

آه از فراق تو سر دامن من گرفت
پروانه پيش شمع ره انجمن گرفت

(۸) روایت دیگر 'گاهي خلاف وعده و گاهي صواب چيست'

پروانه از فراق تو تنها نسوخت دل
 خود شمع در فراق را انجمن گرفت
 در محفلی که درد و غمت میزبان بود
 مهمان چگونه روی ازان انجمن گرفت
 در دور حسن روی تو اسلام کفر گشت
 داد از برهمنی که صنم از ثمن گرفت
 تاتار زلف پر شکنت چین رخ گرفت
 مرغ دل از خطا ره ملک ختن گرفت
 یعقوب وار گریم و تاب شکیب نیست
 خود یوسف دلم ره بیت الحزن گرفت
 رفتم بکوی دوست دهم شرح اشتیاق
 شوقم بگشت آتش دامن من گرفت
 جز هجر او نصیب نه گشته علیمراد
 آن هم زمان عمر به یغما ز من گرفت
 وله:

از خضاير نه نبود هيچ دلم را مطلب
 غرض اين است كه آهو صفتان رم نکنند



میر فخر الدین علوی

نبیرہء ولی و عارف شاہ فقیر اللہ علوی، میر فخر الدین بن حفظ اللہ، در شہر شکارپور متولد شد۔ در قرن سیزدہم می زیست۔ عالم و فاضل شاعر زبان فارسی بود۔ این نظم نعتیہ کہ در جواب شاعر معاصر سید محمد وفا لکھوی سرود ازو یادگار و مشہور است:

ای منور از جمالت ماہ و مہر و مشتری
ای مکرم از وجودت منصب پیغمبری
گلشن ایجاد را چون تو گلی ناید پدید
در میان شش جہت از ہرچہ گویم بہتری
نزد رخسار تو سردر جیب ابنای چمن
پیش قد دلکشت شرمندہ سروِ غرغری
در بہارستان حسنی رونق حور و پری
بر ہمہ خیل رسل فرمانروا و سروری
گر شبی ای ماہ خوبان شمع محفل ماشوی
تابد از لوح جبینم طالع نیک اختری
طرز شعر فخرالدین نظم 'وفا' را زیور است
گرزروی حسن و دانش حرف حرفش بنگری
ارمغانِ مجلس شاہ نظام است آنکہ گفت
"تو جیسا کوئی نہین ای ماہ اندر دلبری"

مجلس شاہ نظام: یعنی شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی ازین

تلمیح واضع است کہ در تصوف میر فخر الدین منسلک
بمسلکِ چشتیہ بود. مصرعِ آخر را، بمناسبت 'شاه نظام'، در
زبانِ دہلی (اردو) سرود. یعنی:

'ای ماهِ خوبانِ مثلِ توهیچِ دلبری نباشد'



میر علینواز، علوی

میر علینواز از خانواده علویان شهر شکارپور بود و در سال ۱۲۷۰ هـ (۱۸۵۴ م) آنجا متولد شد. تعلیم و تربیت در زبان عربی و فارسی و در طب و مطب از آباء و اجداد در ورثه یافت. شاعر زبان عربی و فارسی و سندی و سرائیکی و اردو گشت. اول مجرم تخلص می کرد و ازان پس تبدیل به علوی کرد، و اشعار خویش را بعنوان 'کلیات' مرتب کرد.

'کلیات علوی' نخستین بار از لاهور (۱۹۱۶ ع ۱۳۳۴ هـ) شایع شد. غزلیات، قصائد، مخمس و مسدس، رباعیات، قطعات و غیره دارد و جمله تعداد آن تقریباً یکصد و سی و چهار می رسد (۱). میر موصوف در سال ۱۳۳۸ هـ (۱۲- فیبروری ۱۹۲۰) فوت شد.

علوی در طب و مطب داری مهارت داشت و 'بیاض علوی در طب' (فارسی) از و ست. شاعر مولوی عبداللطیف ساکن شهر کوتری که از علاج حکیم علوی شفایافت در مدح او قصیده سرود که:

لقمان حکمت است دوائی علینواز
از بو علی ست رمز غذای علینوار
از علم فرس و فلسفه و فقه فائزست
تفسیر و هم حدیث برای علینواز...

۱۱. کتاب دیگر که به عنوان 'کلیات علوی' باهتمام دکتر عبدالخالق سومره در سال ۱۴۱۳ هـ ۱۹۹۳ ع از سندی ادبی بوره حیدرآباد سند انتشار یافت احوال شاعر بتفصیل دارد ولی متن اشعار کلیات ندارد.

اندر شکارپور که 'باب هزاروي' ست
مفتوح باد وي را شفای علینواز
از زمره شعرای معاصر، علي اصغر شاه 'علي'، محمد قاسم
قریشي 'قاسم'، رسول بخش 'رهي'، احمد علي 'احمد'، غوث
بخش 'خاکي' و غیرهم را علوي یاد کرده و با ایشان غزلهاي
خویش در موازنه سرود.

'اصغر' که پیر سخنوران است
سر حلقه، جمله شاعرانست
در جمله علوم بي نظیر است
او همسر سعدي و ظهير است.
علي اصغر شاه را خليل نیز در تکملة المقالات مدح خوان
است. علوي در مدح قاسم (محمد قاسم بن نعمت الله قریشي) گفت
هر که بدید شعر او مهر و را بجان گزید
همسري نیست هیچکس قاسم نامدار را
قاسم در جواب گفت:

هزارت آفرین علوي بدین رنگین غزل گفتن
نه قاسم بل نیارد کس چنین صنع سراپا را
این اشعار از علوي است

غزل

عقل از سر میروود در گردش احوال ما
غرق دریای جنون شد این دل پامال ما
همچو زلفش روز من از هجر غم نار یک سد
کي شود تابنده یارب کوکب اقبال ما
بس بکار دوستي بستم ولي لا تقنطوا
میکنند هر لحظه محکم رستم، امال ما

از ازل گشتم چو ساکن در بیابانِ غمش
می شود در عشق با مجنون موافق حال ما
گشت عمرم صرف در افعال زشت و ناصواب
رفت در کار مناهی روز و ماه و سال ما
نیست دردِ عاشقان را به افلاطون احتیاج
نشتر از مژگانِ دلبر میخورد قیفال ما
لطف حق دستم بگیرد ورنه بیدولت رقیب
بسته می آید کمر هر لحظه بر اضلال ما
غم مخور از کثرت عصیان ای دل شادباش
هست عهد روز اول مایه اعمال ما
هست علوی از ازل مداح درگاهِ رسول ص
غیر مدحش نیست دیگر هیچ قیل و قال ما
غزل

رسید موسم گل ترک کار باید کرد
نظاره گل روی نگار باید کرد
غم و نشاط جهان را چو اعتباری نیست
بعیش و عشق بتان اختصار باید کرد
به محمد ص عربی خسرو هم خوبان
بجان محبت او اختیار باید کرد
جز از ولای نبی و علی و آل علی رضه
ز هر چه هست بعالم فرار باید کرد
سرم فدای ره الفت نبی ص گردید
زیاده زین چه دگر افتخار باید کرد
دل از هجوم نشاویش گشت بس مغموم
بیاد حسن صنم دل قرار باید کرد

ز فیض الفت زنده دلان مشو مایوس
 براه عشق قدم استوار باید کرد
 به لیل هجر اگر ماندنت تحمل نیست
 بصبح وصل بتان انتظار باید کرد
 بشعر گفتن 'علوی' زبان فهم ترا
 مثال سعدی و صائب شمار باید کرد

—

نسبتِ رویت اگر با ماه و پروین کرده اند
 صورتی نادیده تشبیهی به تخمین کرده اند

—

تو خورشیدی و خوبان چون کواکب
 بیشت جملگی روپوش کردند

—

ای اسیر عشق توانس و ملک و ی گرفتار تو عالم یک بیک
 سر فدای حسن تو اهل زمین جان نثار دیدنت خیل فلک
 خسرو خوبان توئی در کن فکان بی مثل هستی تنهایی رب ملک
 حسن روز افزون تو کرد از دلم جز خیالت آرزوها جسد ملک
 علوی بیچاره را خاک درت باد در هر لحظه کحل مردمک

—

سازم از شیرین کلامش نقد جان و دل نثار
 کر مرا از لطف خود گوید که "ای علوی معال"

—

به جان و دل فدای جلوه رحمت جانم
 که از روز ازل شد عاشق حسن دل و جسم

—

نمی دانم ز حال زار من داری خبر یا نه
مرا جان سوخت در هجران ترا در دل اثر یا نه.

—

دیده گریان ز غمت سینه، سوزت بریان
دل به فریاد و فغان است تو هم می دانی
کوی پاکت شه کونین برای عشاق
بهتر از باغ جنان است تو هم می دانی.

—

علوی نعت رسول اکرم ﷺ را عزیز می داشت. در این معنی
تضمین او به نعت شیخ سعدی (بلغ العلی بکماله):

دیشب شه هردو سری تشریف برده بر سما
در شوق وصل کبریا، "بلغ العلی بکماله"
حق را به چشم نازنین، دید آن شه دنیا و دین
از عرش تا هفتم زمین، "کشف الدجی بجماله"
او شد ز نور حق عیان، پیدا ز نور او جهان
خلقش نکوتر از بیان، "حسنّت جمیع خصاله"
شیدای او "علوی" بجان، قربان ازو جان جهان
از شوق دل ای مومنان، "صلو علیه و آله".

در غزلهای خود نیز تلمیحات درین معنی باسلوب احسن آورده
است:

سوره، شمس است این یا روی تو
آیت واللیل یا گیسوی تو
هست این محراب یا قوس قزح
یا هلال عید یا ابروی تو
قبله دین است یا خلد برین
عرش رحمانست این یا کوی تو

عنبر سارا است یا مشکِ ختن
 یا دم عیسی بود یا بوی تو
 سرو باغِ خلد یا نخل بهشت
 یا الف یا قامت دلجوی تو
 فرحت جان است یا خلقِ عظیم
 عادت یزدان بود یا خوی تو
 در عشا و صبح و ظهر و عصر و شام
 سجده علوی است هر دم سوی تو

—

نمی دانم ز حال زار من داری خبر یانه
 مرا جان سوخت در هجران ترا در دل اثر یانه
 چنان در آتش دوری دلم از درد می سوزد
 که چندین تاب در محشر بود اندر سقر یانه
 ازین اندوه بی پایان که بر من است از هجرت
 رهائی یابم از لطفت شود عسرم بسر یانه
 کنم جان و دل از پای سگ کوی تو من قربان
 کنی از لطف بی پایان به من گاهی نظر یانه
 عجب دلکش فتاده مصرع "سعدی" مرا "علوی"
 "نمی دانم شب هجران من دارد سحر یانه"



نواب ولي محمد فقير لغاري، ولي

نواب فقير ولي محمد خان لغاري الصوفي القادري (بن نواب احمد خان بن نواب ولي محمد خان 'ولي' (اول) وزير اعظم و صاحب 'ديوان ولي') در سال ۱۲۵۲ھ متولد شد و در سال ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ع) وفات يافت.

راغب بہ سلوک و تصوف بود و در عمر چهل سالگي کاروبار دنيا و مافياها را بہ برادر سپرد و خود گوشہ نشين شد. 'تاج مرصع' حکمراني را بہ 'تاج فقيري' بدل کرد.

شاعر زبان سندي، اردو و فارسي بود. کلياتِ کلامش بتصحیح نگارنده در سال ۱۹۸۸ع انتشار يافت. چند غزل فارسي کہ دران وقت دستیاب شد در آخر آن کتاب مطبوع است. ازان اين انتخاب:

دلا دور دنيا بقايي ندارد
گذر گاه نامش وفائي ندارد
چرا مي خوري غم نشيب و فرازش
بجز جام وحدت دوائي ندارد
بذکر خدا باش مقبول دائر
کہ اين نامه حق فنائي ندارد
بين سیر ظلمات همچو سکندر
بجز شمع خضري ضيائي ندارد
بود شعر تو زيب ور اي ولي
کہ بس بي بها شد بهائي ندارد

منم آن مرغ ملکوتی کجاشد آشیانه ما
 درین ملک فنا آورد خواهش آب ودانه ما
 بدام زلف افتادم چو مجنون بر رخ لیلی
 کجا داند ظاهر بین ز لذت جاودانه ما

—

راه ملامت است رسیدن بکوی دوست
 خاموش باش اینجا این بار نارک است

—

عبرت پذیر گشتم در سیر معنوی
 اثبات نیز اورا دستوروار کن



شعراء قرن چهاردهم و پانزدهم

سوبها خان، عاصي

حاجي سوبها خان شاهلڙئي جمالي بلوچ در مضافات خيرہ ديره
(ضلع جيڪب آباد) متولد شد و در قرن چهاردهم مي زيست.
مردی نیکوکار و بردبار بود. در حدود ثمانين از قرن چهاردهم
هجري فوت شد.

شاعر زبان سندي و اردو و فارسي بود و 'عاصي' تخلص مي
کرد. اين اشعار از او است:
اين طريقه ترانمي شايد قيد کردن چنين نمي بايد

يار من نيست يوسف ثاني
بلکه زياده حسين ز کنعاني

هست او بيتاب چون ماهي که دور افتد ز آب
او بجويد آب را، عاصي بجويد نازنين



عبدالرحمان پتافي، ضيائي

عبدالرحمان، فرزند بهاء الدين 'بهائي'، نزد قريه داد لغاري، تعلقه ميرپورماتيل (حاليا ضلع گهوتکي) متولد شد. راقم با ضيائي صحبتها داشت. از رقعش مورخه ۱۹- اپريل ۱۹۶۹ع معلوم شد که ولادتش در ماه صفر بتاريخ نوزدهم روز پنجشنبه سال يکهزاروسي صد و هفده (۱۳۱۸هـ) است. مزید اين که "تاريخ فوت شدن عندالله مرقوم است، نمي دانم که بکدام وقت و سال بجانب خود طلب خواهد فرمود". پس در ماه صفر سال ۱۳۹۷هـ (۱۷- فيبروري ۱۹۷۷ع) فوت شد رحمه الله

شاعر زبان سندي و فارسي بود. 'ضيائي' تخلص مي کرد و در هر دو زبان ديواني بنام 'ديوان ضيائي' دارد. نیز او را 'مجموعه غزليات' است که دران غزلهای فارسي دارد در علم قافيه "القول الکافي في شرح تذکرة القوافي" (فارسي)، و در عروض "روائع العروض شرح بدرالعروض" (فارسي) تصنيف کرد.

در مراسلات ضيائي غزلهائي از خود براي من فرستاد منتخباتي ازان:

تکرار صلح کرد ضيائي برين اميد
کان جنگجو بعفو بفرستد پيام صلح

ترش عيشان عالم را نه آن بايد نه اين بايد
براي دفع تلخي از لبانش انکبين باند
بجز ديدار رويش عزت دارين شد ذلت
اسير دام زلفش را نه دنيا کونه دين بايد

شدم تا آشنای اوزخود بیگانه تر گشتم
 مریدِ حضرتِ عشقم یقین پیرِ چنین باید.
 زدستِ فرهم لاغرمیان را خار خار آید
 که گل پیراهنان را لمسِ دستِ نازنین باید.
 نگاهِ شاهبازان برمگس هرگز نمی افتد
 که بهر صید شیر پیلتن آهوی چین باید.
 مشوگردیده، نقش جدارِ کعبه ای غافل
 ز عزِ امکنه املاک اعزازِ مکین باید.
 خیالِ شادمانی را ضیائی دورکن از دل
 پی فیضانِ لطف او دلِ اندوهگین باید.

—

نخستین از برای وصل در دل آرزو باید
 وزان پس ترک خوابِ غفلت و بایقظه خوباید
 ازین یک جامِ میِ آخرچہ حاصل می شود ساقی
 پی سیرابی این تشنه لب دوسه سبو باید.
 عزیزِ عشق راهرگز نکو نامی نمی باید
 چو بدنامان مگر یک شهره اندر چار سو باید
 گرت قصد تماشای جمالِ دوست می باشد
 نخستینت بجان با آب چشمِ دل وضو باید
 دل عاشق که صد چاک است از دردِ غمِ هجرت
 خدارا بارها باسوزنِ وصلش رفو باید.

—

من که دیدم جمالِ سوي تو
 شدم از جان اسیر موي تو
 ساختی ترک صحبتِ گل را
 بلبلِ ارمی شنیده بوي تو

داند ایزد که صرف ساخته ام
 عمر خود را به آرزوی تو
 لال گشته است سوسن اندر باغ
 چون شنید است گفتگوی تو
 ترک بنموده هر دو عالم را
 میل دل ساختم بسوی تو

—

چو لاله داغ از درد غمت برسینه میدارم
 شعور و آگهی از دانش درسی نمی دارم
 ز کنه هستی موهوم تا آگاه گردیدم
 نه باکس دوستی دارم نه باکس کینه می دارم
 نه دیبا دوست میدارم نه باطلس بود الفت
 بخاطر بس که ذوق خرقه، پشمینه می دارم
 ز فرط ناز میل دل بجام جم نمی افتد
 ز دل باخویشتن اسکندری آئینه می دارم
 بدرس عشق تا رفتم شدم مجنون حسن آخر
 نه چون طفلان خبر از شنبه و آدینه می دارم
 گر آهی برکشم از دل زخم آتش در آب و گل
 ز اندوهش ضیائی شعله، دیرینه می دارم



عبدالستار، احقر

عبدالستار در ربع اول از قرن چهاردهم زندگاني مي کرد. اين اشعار از یک دست نويس منقول گشت:

کفش چو ابر بهار است در عطاء کرم
عجوف مانده صدف چشم سایل ست کجا
چه احقرا توئي، همچون تو بردرش صدها
برند بهره ز گسترده خوانچه یغما

اشعاري از قصیده اي که در مدح میرزا قليچ بیگ تصنیف کرده است:

کرده اي تاکه برون چهره گلناري را
در رشک انداخته اي بلبل گلزاري را
بلبلا شيفته، حسن رخ گل چه شوي
گل دو روزي نکند بيش وفاداري را
قامتِ سرو چو قدش بمثل مي گفتم
سرو مي داشت اگر جلوه، رفتاري را
از غم کاکل مشکين تو اي رشک ختن
خون بدل گشت گره نافه، تتاري را
اي ميانث اثری نیست نظر نازان را
از دهانت خبري نیست خبرداري را



عبدالغفار شاه راشدي

حکیم پیر عبدالغفار شاه بن امان الله شاه راشدي (از اولاد عارف کبیر سید محمد راشد، صاحب روضه)، در قریه ریلن متصل لارکانه، در ماه شعبان ۱۳۰۱ھ متولد شد. تعلیم علوم شرعیه و زبان فارسی در مکتب و مدرسه و تربیت در طب و مطب دارای از والد خویش حاصل کرد. مصنف کتاب 'انوار علماء اهل سنت سند' در ترجمه او گفت که حضرت پیر عبدالغفار شاه، شاعر زبانهای فارسی، سندی، سرائیکی و اردو بود و 'حسینی' و 'سچیدن' تخلص می کرد. بتاریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ (۴- جولای ۱۹۶۱ع) فوت شد. اشعاری از نظم نعتیه او منقول است:

مصحف روی تو شد سبب عشق ما
به همه احسان صفات ما تو شد
بس نداریم جز تو که عزیز
که روح اعظم شش جهات ما تو شد
دست حسینی بدامنت مضبوط زد
حمد خدا که وسیله نجات ما تو شد



علي اکبر شاه رضوي روهري

علي اکبر شاه (ثاني) بن جان محمد شاه (ثاني) تخلص 'عاشق' (بن علي اکبر شاه اول (ف ۱۲۷۰هـ) بن مير جان الله صوفي (ف ۱۱۶۷هـ) از دودمان سادات رضوي در شهر روهري متولد شد و آن جا بتاريخ ۲۶ شوال ۱۲۴۱هـ وفات يافت. راقم بتاريخ ۱۷- اگست ۱۹۵۲ع در شهر روهري بودم که بعضي اشعار سيد علي اکبر شاه نوشته ديدم در کاغذات که در تحويل ميزبان مرحوم سيد عطا حسين شاه موسوي بود. اين یک بيت نقل کردم که فرصت ضايع گشت:

سوي افلاک دويد آخر از شرم مسيح
چون نداشت دوا دافع بيماري دل



علي محمد کاکيپوتہ

علي محمد کاکيپوتہ نزد 'گڑهي ياسين' از مضافات سکر متولد شد. تحصيل علم در دارالعلوم دیوبند و دهلي کرد. براي مزید تحقیق و تخصص در کلیه علوم مشرقیه در لاهور اقامت کرد، و مقالات محققانه نوشت که در مخزن کلیتہ نشر شد. ازان جمله تدوین فهارس نوادر ابي علي قالي (طبع بیروت) موجود است.

بعد ازان معلم شد و در مدارس سند درس می داد شاعر زبان فارسی و عربی و سندی بود. بر وفات او تاج محمود امروتی، مرثیه در زبان عربی سرود با این مطلع

بکت عینی علي شیخ کبیر

جری دمعی کما من غدیر

این بیت از علي محمد به یادگار است:

مریض عشق سامانی ندارد

جنون دارد بیابانی ندارد

بتاریخ بیست و یکم ذیقعدہ یوم آدینه ۱۳۸۶ھ ۳۱ مارس ۱۹۶۷ع فوت شد



علي محمد مهيري، علي

‘علي محمد’ از قبیله مهيري بلوچان، در قریه بجاري (حالا تعلقه گولارچی، ضلع بدین) در سال ۱۲۹۴ھ متولد شد. در مدارس آن دیار تکمیل تعلیم در عربی و فارسی نمود. از استاد کبیر علامه حامدالله میمن که نابغه روزگار بود علم حاصل کرد و خود عالم دین و فقیه و مدرس شد. زندگی را در حسنات و خدمات بسر برد و در ۹ تاریخ ۲۲ شعبان ۱۳۶۹ھ فوت شد. شاعری پسندیده خاطو بود و علی الاطلاق در عربی و فارسی و سندی شعر می سرود. ‘علي’ تخلص داشت. یک بار در قصیده عربی ابیاتی در وصف اشتران فرمود:

طَوَالَ الْعُنُقُ تُحَسِبُهَا سِطَاعًا وَآذِ سَيْفَتِ تَخْلِيهَا شِرَاعًا

غزل زیر فارسی فی البدیه املا کرد: (۱)

حاصلت چون نیست تقوی گر هم دانی چه سود
ور باستنباط در تخریج نعمانی چه سود
روز تو چون نشده از صحبت ابرار زهد
در زبان فارسی گر همچو سلمانی چه سود
اندرین ره نیست هرگز ظاهرت را اعتبار
صدق یوسف چون ندانی ماه کنعانی چه سود
هیچ نفع نیست از اشکار واز ایجاب و سلب

(۱) اشعار ‘علي’ نوشته نشد ولی متداول به روایت است که سقم دارد ترجمه علی

میمنی بر کتابچه مولوی محمد نورنگ زاده است که شاگرد ‘علي’ بود

جسم و جوهر گرهم را بر زبان راني چه سود
 چونکه دارد در سويدائي دلت اغيار يار(؟)
 طائر افکار را برفلک پراني چه سود
 خاطر خود را بياد حق هم مشغول دار
 در خيال زید و خالد گر پریشاني چه سود
 درمياني باطنت معمور صدها بتکده
 حسب ظاهر پيش مردم گر مسلماني چه سود
 نيست مقصد غير از اخلاق اينجا اي 'علي'
 ور بنغمات طرب هر دم غزل خواني چه سود



غلام رسول جان سرہندی، غلام

پیر فضل محمد عرف غلام رسول جان بن غلام مجدد سرہندی بتاریخ ۶- شوال ۱۳۳۱ھ در قصبہ متیاری متولد شد۔ تعلیم مکتبی را در 'متیاری' مکمل کرد و بعد ازان از درسگاہ 'دابہیل' (در ہند) فارغ التحصیل گشت۔ از مصنفاتش، در زبان فارسی، انساب نامہ (سرہندیان) و لذۃ الارواح و ملفوظات الاکابر مطبوع است۔ نگارندہ را ملاقات با پیر موصوف در بیستم ماہ اکتوبر ۱۹۸۹ع در خانہ او در شہر متیاری میسر آمد۔ اشعار خویش را سرود ولی نقل نکردم۔

پیر در تاریخ ۲۷ صفر یوم شنبہ سنہ ۱۴۱۱ ہجری (۱۹۹۰ع) وفات یافت۔ شاعر زبان فارسی بود۔ تخلص 'غلام' می کرد۔ این قطع تاریخ وفات پسرش (غلام مجدد) ازوست:

بستم بسی خیال کہ بینم جمال دوست
آن ہم نہ شد میسر و سودای خام شد
قطعہ تاریخ خواجہ عبدالرحیم:

پیر پیران خواجہ شہ حضرت عبدالرحیم
حضرت آقا ولی اللہ مشہور انام
شد قرین او فوض نسبت

از وجودش تافت در عالم کمال این
گفتم این نظمی بوصف سِلک ارباب الکمال
یا الاهی کن قبول این تحفه، احقر غلام.



غلام حسین سچاروی، مشتاق

غلام حسین سچاروی، از قبیلہ، براہمانی بلوچ، در شہر حیدرآباد مقیم است۔ در سال ۱۹۳۷ ع متولد شد و عمرش تا امروز قریب شصت و نہ سال است۔ چہ خوش اتفاق کہ چند بیت از نتیجہ فکر او شنیدم و نویسہ تاکہ معلوم شود کہ روایت شعر فارسی ہنوز در سند باقیست۔

مشتاق در کلام نعتیہ سرود:

کسی باشد نہ مارا در دو عالم جز تو محبوبی
دل 'مشتاق' گرویدہ 'بعشقت' یا رسول اللہ۔
این ابیات از یک غزل اوست:

ایاز است این کہ صد محمود در بند کمر دارد
بہتائی در طریق عشق رفتار دگر دارد
جہان ذوق و مستی او بود از کہکشان برتر
نہ این شمس و قمر دارد، نہ این شام و سحر دارد
نگاہ فیض شمع کشتہ را بخشد حیات نو
شکستہ پر پرد بر عرش گرسویش نظر دارد۔
'بہتائی' یعنی شاعر سندہ شاہ عبداللطیف بہتائی۔



غلام عمر آریجوی، غلام

فاضل مدرس مولوی غلام عمر، ساکن قریہ آریجا از توابع لارکانہ، در نیمہ اول قرن چہاردهم می زیست و رسالہ ای در ”سلسلہ عالی مزاج اہل اللہ“ در مثنوی منظوم کرد. سبب نظم این رسالہ:

تا کنر در آئندہ نظمی عیان عکس سیرت سالکان و صالحان مقصود از سیرت سالکان و صالحان، مسلک قادریہ و نقشبندیہ است. در آخر این رسالہ مدح پیر پاگاہ شمس العلماء، شاہ مردان شاہ است:

اقتباس از این رسالہ:

رونی بزم سخن حمد خداست	آنکہ فتاح در دارالہدی ست
سلسلہ جنبان جماع سالکان	معرفت افزای زمر، عارفان
شمع افروز انجمن خلوت نشین	پردہ دارد مونس گوشہ کزین
صاف فرما سینہ، صاحب دلان	گنج معنی نہ بصدر مقبلان
مردم آرا دیدہ ہای دوربین	در دل انسان ایمان افرین
تزکیہ افزا دکای نفسیہ	تصفیہ فرما درون قلبیہ
تجلیہ روح از لوامع روی اوست	تنقیہ جوہر دماغ از بوی اوست
ذات پاک او منزہ از ابتدا	ہم مبرا، ز اوسط و ہم انتہا
مدرکہ ز ادراک او شد بی بصر	واہمہ از فہم دانش ہی حیر
خرد خسرد بین نداند غیر ازین	اوست بیچون بسحکون، بر سر



قاضي محمد ابراهيم، خليل

قاضي محمد ابراهيم بن قاضي خدا بخش در قريه کارژه (تعلقه شهدادکوت) در عشره اول قرن چهاردهم متولد شد. پدرش نیز عالم و فاضل، مدرس و طبيب بود و سجعش "از خلت خليل خدا بخش خلعتم". فرزندش را تربيت کرد و او هم عالم و فاضل و طبيب گشت شاعر بود در شعر فارسي 'خليل' تخلص مي کرد. در عنفوان شباب، کریمای شيخ سعدي را در اشعار خود تصنيف کرد.

رئيس العلماء غلام صديق شهدادکوتي در سال ۱۳۲۲هـ فوت شد و اين قطعه را تصنيف کرد.

رئيس علماء غوث زمان غلام صديق

شده بخلد مربع نشين الي الابدی

ربيع اول دو شنبه و بيست و یکم

نمود وصل بمحبوب خویش حق احدى (۱۳۲۲)

— در باب کسی نابکار این ابیات (در تتبع اولین، هاتفي وغيره) ضرب المثل را گذاشت:

اگر بچه، گرگ را پروري بصد ناز و نعمت کرم گستري

ازین تربيت او چون گردد بزرگ شود عاقبت بچه، گرگ گرگ

شود تربيت او همه رایگان نه گردد مبدل سرشتش نهان.

— در مدح شاعر و امیر گل محمد خان 'زیب' گفت:

خلعت فقر و فخر خود دارد از امارت لوا بيد دارد

هنرها در سخن دو صد دارد در بلاغت نه هيچ حد دارد

سخن زیبایش همچو نلبي اوست و دچه نامر است و کلامی اوست.



محمد اسمعیل جان سرهندي، روشن

آغا محمد اسمعیل جان پسر آغا محمد حسین جان 'سرهندي' در سال ۱۳۰۷ هـ در قریه تکهر متولد شد. در سال ۱۳۱۲ هـ در مکتب نشست و تعلیم عربی و فارسی از حافظ محمد یوسف و فرزندش حافظ محمد هارون 'دلگیر' و قاضی اسدالله شاه 'فدا' حاصل کرد. در خدمت دین بکوشید و کتابهایی تصنیف کرد. ازان جمله است در فارسی (۱) انشای روشن (خطبات منظوم و منثور) (۲) نسیم چمن، در تتبع نفحة الیمن و (۳) جواهر نفیسه (در تصوف).

روشن با والد خود بیست و دو سال در تکهر مقیم بود. تا آنکه در ۱۳۲۹ هـ والدش از تکهر هجرت کرد و در نواحی شهر ساماره (حالا ضلع عمرکوت مقیم شد ازان پس، روشن نیز تاحیات با والد خود در قریه نو زندگانی می کرد تا آنکه در ۲۴ جمادی الاول سنه ۱۳۶۱ هـ ازین جهان رحلت کرد

چه خوش بود که بیایی شبی به خانه ما
کني چو مطلع خورشید آشیانه ما
دلر گرفت کنون از سکونت تکهر
نه دامن اینکه کجا هست آب ودانه ما

روشن را دو دیوان است دیوان روشن فارسی و دیوان روشن سندي در عربی، اردو، پشتو و سرانیکي نیز شعرخوانی می کرد در قصائد ابی جای تخلص آره سن، نام

خود محمد اسمعیل را آورد. دیوان روشن (فارسی) دارای غزلیات، قصائد رباعیات، و مخمسات است. 'دیوان روشن' که 'دیوان بوالعجب' نیز نامیده شد، بسعی فرزندش محمد اسحاق جان در سال ۱۲۸۱ هـ (۱۹۶۱ ع) چاپ شد. شعر اول این دیوان:

بوالعجب ماندم ز اعلی شانت ای رب العلی

هست ادنی قدرتت چون خلقت ارض و سما

و آخر شعر، زیر قافیه 'یا':

بینم به گل رویش گو غصه کند یاری

کس چید کجا گلها بی سرزنش خاری

از مطالعه 'دیوان روشن' بر می آید که روشن بعضی غزلیات را در تتبع متقدمین سروده است، و در نازک خیالی آرزو برسیدن مقام 'بیدل' می داشت.

باین نازک خیالی ها به این معنی طرازیها

به بیدل روشنا آخر رسیدن آرزو دارم

در مقابل شاعران سند، خود را در سبقت تصور می کرد.

خواهر که در مقابله شاعران سند

'روشن' برون نمایمی طفل شبانه را.

این چند غزل از دیوان روشن است:

دراشکم اگر بهامی داشت برسر افسر تو جامی داشت

دامنت راچسان زدست دهد دربرت آنکه چون قبا می داشت

می نه رفتی به راه بیمار گرنه راهی به کف عصا می داشت

نشدی چشمم مست او بیمار تیرا هر اگر خطا می داشت

مژده ها هر زمان نه بستی صف به نمازی اگر قضا می داشت

میلر افزود ترش گفتارش زانکه چون سرکه اشتها می داشت

سیر می کرد دائما روشن آب و نان گرچو آسیا می داشت

ز هجر تو که سوزان شعله رنگ است
 دلم صد داغ چون پشت پلنگ است
 درین گلشن چسان چون گل بیالم
 فضاي این بهارستان چوتنگ است
 نه از گلها است رنگین ساحت باغ
 ولی گل ریخت از شرم تو رنگ است
 به پشت نیست ممکن دم کشیدن
 که بر آئینه از اسباب زنگ است
 به سنگ تفرقه بشکست دل را
 حیات این گلستان یک ترنگ است
 گرفتار آمدم از سیر سبزه
 که دام این چمن هم سبز رنگ است
 چسان هر کس به عشقت مست گردد
 مگر این سبزه، خط تو بنگ است
 نگرده هیچ درصد سال زائل
 به دل نقش هوایت نقش سنک است
 چسان آب بقا نوشم زلعلت
 که بر حوض دهن خالت نهنک است
 خدارا ای نسیم یک نکاهی
 که دل در این چمن چون غنچه تنک است
 به آهی بشکنم سقف فلک را
 که آن آماجگاه این خدنگ است
 به زیر چتر کردون حال روغن
 چو سنک آسیا کان زیر سنک است

صبا با من ز طیب منزل جانانه می گوید
 به بوی خوش عدیل گلستان آن خانه می گوید
 نمی دانم که از بهر چه بخت من همی خواهد
 مگر با وی دل از احوال خود افسانه می گوید
 چسان مخفی کنم عشقش که چشم خون فشان من
 ز خود حرف غمش با خویش و با بیگانه می گوید
 ز دلها جام می گرد الم شوید به میخانه
 صراحی این سخن در گوش با پیمانه می گوید
 گشادن هر گره از گیسوی اوکار هرکس نیست
 زبان شانه بامشاط این افسانه می گوید
 بتا تصویر تو درخنده دل آنچنان جاکرد
 که دل خود خویشتن را این زمان بتخانه می گوید
 مکدر می شود چون زالتماسر خاطر صافت
 به گل بلبل چو حال زار خود روزانه می گوید
 چرا بر من نه سوزی دل نمی بینی که سوزد شمع
 حدیث عشق خود با شمع چون پروانه می گوید
 ریا و سماع چون نزدیک روشن بدتر از کفر است
 به رغم بوالفضولان هر غزل رندانه می گوید

چو پرتو افگند شمع جبینش شود پروانه شمس خاورینش
 به آغوش خیالم خسته گردد چه نازک هست جسم نازنینش
 چو برگ گل خراشد ساعد یار ز بوی گل بسازد آستینش
 رسد پروانه خط از زیست بر مرگ شوم چون دم مردن قرینش
 بباغ غصات گردست یابم به لب چنم گل چین جبینش

شرر هاز آتش دل مي فشانم که گردد نرم قلب آهنيش
 ز وارون بختي عاشق نگين ساز نوشت نام او چپ درنکينش
 نه مشتاقش ز پيري موسپيداست دلي غم ساخت خاکستر نشينش
 سواد دیده ام رابيش افزود چو من دیدم بخال سرمکينش
 چو چاي آرزويم سرد گردید نمودش گرم روي آتسينش
 بسویش رفتن ارکس را دهد دست ز شادي کي رسد يا بر زمينش
 به سير لاله و گل آن کسي را چه حجت چون شد این کل همشيش
 زبیداري بخوابي زان خوشم تا بخوابي بينم آن روي حسينش
 ز آسیب خزان این گلستان را سلامت دار رب العالمينش

مگر شعرت شکر لب خواند روشن

که کويد هر سخندان انکبينش

در غزل زیر روشن یاد رود کي را تازه کرده است

سویم آن سرو روان اید همی کوثیا در جسم جان اید همی
 در کمان ابرو فکنده تیر ناز بنهر صید مرغ جان اید همی
 عیسی من بادم یحي العظام سوي مشت استخوان اید همی
 ماد من زاد است یا چون رهروان زاد سوي رهروان اید همی
 ماد من شمع است جانم شمعان شمع سوي شمعان اید همی
 ماد من نور است ما چون دیدگان نور سوي دیدگان اید همی

از دل روشن به زاد دیدگان

خون دل مسد کرده ان اید همی



مولوي عبدالسلام، عزيز

عبدالسلام بن مولوي عطا محمد 'عطا'، شاعر فارسي بود و تخلص 'عزيز' مي کرد. تاريخ ۱۹ ذوالحج الحرام سنه ۱۳۶۱هـ ۱۵۱ نومبر ۱۹۴۸ع فوت شد اين غزل با دستخط خويش از و يادگار است:

راضي شدم بدانچه تو اي دلبر بما کني
خواهي جفا و جور کني يا وفا کني
مرغ دلم ز اول دستت فتاد شد
خواهي به بند سازي خواهي رها کني
در عين انتظار وصال نشسته ام
گاهي نقاب را ز رخ خويش وا کني
بر خاک پاک پاي تو بادا سرم فدا
جان نيز گر قبول براي خدا کني
از دست دوست هرچه بر آيد همه نکوست
زنهار اي "عزيز" که چون و چرا کني
الراقم فقير عبدالسلام



مولوي محمد بخش ماتهيلوي، خيالي

مولوي محمد بخش، فرزند ارجمند مولوي بهاء الدين بهسي، در
عشرد آخر قرن سيزدهم متولد شد علم دين و علم اديب
فارسي از والد حاصل کرد و هم در خدمت والد راغب به شعر
فارسي شد و 'خيالي' تخلص مي کرد در ماه ربيع الاول
۱۳۷۶هـ فوت شد باقيات شعر خيالي ضايع شد مولوي کتبه
'کريما خيالي' که در سال ۱۳۲۸هـ ۱۹۱۰ع در هندوستان
پريس اليتهور بناولپور مطبوع گشت اين کتاب از جمله
اوراق 'کريما خيالي' است شروع به مشاجرت پيدا کرد، درجست
الدعوات است

کريما کن کرم بر حال دارم مکن حالم تو چون حال دارم
منم عاشقي و عاجز بي زور دارم چو ارم چون ندارم چو ارم
بغير از تو ذکر ياري ندارم بغير از عاجزي کاري ندارم
ندارم غير تو باري ذکر کس تواني بار من کند تو چنان شعر
در شاي پيغمبر ۱۳۷۶

زبان تا در دهانم جا يکير است مرا لغت محمد زکرياء
که اوج احطاف را انبايست بسلامت ده چنين حالي دارم
خطاب به نفس

الا جل سال از غسر کيريت گشت اسير من
مکن تکيه بر کين کبر عالم منم منم منم منم منم
که تا که اين ترا پس خوار سازد به حاکم منم منم منم منم
کار از دني مستغول مي پس به حاکم منم منم منم منم

در صفت کرم:

کرم ساز و بعالم نامدارت کرم ساز و دما دم کا مکار
ورای لطف نبودت کارنیکو که باشد لطف کاروبار نیکو
ز لطف عالمی را تازه میدار جهان از لطف پر آواز میدار
کرم باشد هم کار کریمان کرم شد پیشه هر اهل ایمان
کرم می کن کرم می کن کرم کن بعالم خویشتن را محترم کن
در صفت سخاوت:

دلا گردان سخاوت را تو عادت که یابی از سخاوت صد سعادت
سخاوت اولیا را هست عادت بود خوش سرمه در چشم محبت
سخاوت هست داروی همه درد نتابد از سخاوتی همه مرد
سخاوت گلبن باغ وفادان بدل روح محبان صفادان
در مذمت بخیل:

بخیل ارچه جهانی شد غلامش و گرچه مرغ دولت شد بدامش
وگر شد گردن آفاق پستش ز قارون جمله گنج آمد بدستش
بحاجت گرچه گردی عاجز و زار نباید بُرد نام اویکی بار
در صفت تواضع:

دلا گردان تواضع خوی خود را بکن عاشق جهانی روی خود را
در مذمت تکبر:

تکبر ای پسر باکس مگردان که این باشد خلاف نیکمردان
تکبر پیشگان را کرد بس خوار بین ابلیس را گشت او چون بیکار
در فضیلت علم:

دلا می باش هر دم شاغل علم زهر سو از دل و جان مائل علم
بسوی راه حق علمت بخواند به هرجای که می خواهی رساند



مولوي هدايت الله ميمن هالائي

مولوي هدايت الله ميمن، ساکن شهر هالا، ثم کراچي، در قرن چهاردهم مي زیست. عالم و فاضل و شاعر بود، و بر هر دو زبان عربي و فارسي دسترس کلي داشت.

فقيه و صوفي بود. در فقه حاشیه بر 'درمختار' نوشت. رساله شاه عبداللطيف را که در زبان سندي شاهسوار است در فارسي مثنوي ترجمه نمود و اقتباسات اولين در مجله سندي 'توحيد' (کراچي ۱۹۴۶ع) شایع شد. تاريخ دويم سوال ۱۳۶۵هـ - ۲۹۱ - آگست ۱۹۴۶ع فوت شد.

پيش راقم مخطوطه اي دست نويس انجذاب است که در آن نامه هاي خویش را بزبان عربي ترجمه دارد و در بعض اندراج تاريخ ها امده جون ۱۹۵۱ع و ۸۱ جمادي الثاني ۱۳۵۱هـ است. مزید آنکه زائد از نصف اين مخطوطه مستعمل است بر ترجمه یک 'داستان' (سر آبري) از 'رساله شاه عبداللطيف' در فارسي مثنوي است. در اين ترجمه، 'آبيات' رساله سندي را بعنوان 'اشعار' و صنف 'واثي' (سندي) را به عنوان 'عزل' ترجمه است. متن اين طور است:

اشعار

آبيات سندي اول آخر اه الخ

ابتدا و انتها چون يار اوست مسلک مسدود پست مسدود است
کو تش پسماندگان و عاجزان خدا هرگز نداد کسي رحمت
از عمير لعنف کن يا فخر الجلال پس از ما کم مستحرم است محال

ابیت: کجی پند پچان تو۔ الخ

رہروی عشق را آثار چیست این سلوک شوق را اسرار چیست
بی خودی و نیستی دارد نشان هستی و مستی باو دارد زیان
تا نیابی با حبیب خود وصال جوش از جانت نگردانی رحال

ابیت: کجی نہ جنبہ جاء۔ الخ

رہروی عشق باشد مشکلی نیست ہر کس را درین رہ منزلی
ہمرد من آن کسی باشد براہ کو ندارد نفس خود را در نگاہ

ابیت: کاکل کئی جا۔ الخ

آنکہ کشتہ کاکل مشکین شود کی برآش در جہان تکفین شود
ان شہید خنجر جانان بود در حریم حضرتش شادان بود

ابیت: عمر سپ عشق سین۔ الخ

آنکہ دارد عشق صادق بہر او ۴ وز محبت باشد اندر جستجو
کاذبان با او تقابل چون کنند ہم چسان لاف تماثل می زنند
آنکہ میرد در خیال آن حمید طالعش نیکو زہی فال سعید

ابیت: کن ٹی کیچین کیچئو۔ الخ

کوش شو! آن دلبرت گفتار کرد بند کن نطقت کہ سخن یار کرد
آن اشاراتی کہ یاران را بود از سکونت حاضران خوشتر شود
در حضور شان نشین و دارکوش تا کہ یابی در دل خود سوز و جوش

غزل

اوانی سندی کالہیون ہوت پاروچی سان

با حبیب و دوست و پاکی نژاد هست گفتار دل و راز نہاد
سر کشیدم در جبال و کوهسار باہمان پیوستگی و اعتماد
درہ درہ این رجودم را کنم در صعود این جبال و این صناد
اندوین کردیدہ و اوار کی عقل و دانش را نسودم افتقاد
تو کہ ہرگز من نہ کردانم از دست شوق و شوق و عشق ہم حب و وداد

این عظیم و بی نشان را کن نصیب آن حریم و بارگاه خوش سینه
 بر این نهج فاضل مرحوم مشغول گشت تا که جمله
 متن سندي 'رساله شاه عبداللطيف' را بزبان فارسي ترجمه کند
 ولي کار تمام نشد که زندگي وفا نکرد. رحمه الله



میر گل محمد مگسی، زیب

میر گل محمد، فرزند ارجمند سردار میر قیصر خان (دویم)، از خانواده سرداران قبیلہ مگسی در قصبہ جہل، ایالت قلات- بلوچستان، در سال ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ع) متولد شد. در مدارس بلوچستان و سند تعلیم در زبان فارسی یافت. در شعر فارسی استادش عالم و حکیم و شاعر معروف عبدالغفور 'مفتون' همایونی (ساکن همایون ضلع سکر سند) بود.

میر گل محمد تخلص 'زیب' و فارسی غزل را در صنعتهای بسیار سرود. در زبانهای سندی، سرائیکی، بلوچی و اردو نیز شعر می سرود. در صنف 'سندی قافی' مجموعہ کلام او مشہور است. و هم 'دیوان سندی' را بیادگار گذاشت. ذخیرہ کلام او در فارسی مشتمل بر (۱) 'پنج گلدستہ زیب یعنی پنج دیوان فارسی از زیب نامہ، دیوان عجیب، دیوان البحور، کتاب صنایع و ترجیح بند، و کتاب الافراد' (۲) مخمسات زیب (۳) و ارمغان عاشق این جملہ مطبوع و معروف است.

اشعار در این پنج دواوین بہ تعداد ۳۳۸۵ بیت می رسد. کتاب الافراد تقریباً مشتمل بر ۱۵۶ بیت است. شاعر معاصر زبان فارسی سید محمد علی 'امید' بر اشاعت "پنج گلدستہ" خراج عقیدت این طور داد:

۱- پنج گلدستہ زیب ۱۳۰۳ع، مخمسات ۱۳۰۳ع و ارمغان ۱۳۰۳ع در قرن ہفتم میلادی از مطبع نولکسور ہندستان التیار یافت. دواوین نجس فارسی بلوچستان کونست در سال ۱۳۰۵ع بہ اشاعت این ذخیرہ اختتام کرد.

صد گل معنی ز فیض گل محمد خان زیب
 در شگفت و بر دمید از گل زمین معنوی
 رنگ اشعارش دهد از بلبل آمل نشان
 طرز گفتارش بیاد مر داد طرز مولوی
 نیز قاضی محمد ابراهیم ساکن قریه کارره در صفات زیب
 مدحیه سرود:

خلعت فقر و فخر خود دارد از امارت لوا بید دارد
 هنرها در سخن دوصد دارد در بلاغت نه هیچ حد دارد
 سخن زیبایش همچو نملی اوست و چه نام است و کلامی اوست
 این ابیات از اولین غزل در زیب نامه است

ای از بهشت بوی تو خجلت بهار را
 پیچ از کمند موی تو مشک تار را
 آهو بر آهوست ز صیاد چشم تو
 غم از غبار خط تو خط غبار را
 از خاک راه خویش مکن منع زیب را
 اکسیر هست خاک رهت خاکسار را

بعض بحور از اختراعات زیب در دیوان البحور موجود
 است. مثلاً این غزل در بحر "فعلن فاع مفعول فاعلاص"
 رویت رشک خورشید آسمانی لعلت رشک باقوت، لعل کبر
 مویت مشک تاتار و بوت عنبر دندان تو رشک در کبر
 مشتاق تو کشته چو با صداقت کن با بوسه بر لب و دست
 تخمیس و تضمین زیب بر غزل امیر خسره

من فسرده تو کل شکفته ای جان من با طرد اسفند ای
 ای بدندان کوهر ناسفند ای هر ده عالم دست حد کشد ای
 نرغ بالا کن که ارزانی دهد

زیب بر اکثر شعرای ایران و خراسان و هند در کلامش تخمیس
نموده درجائی گفته:

جامی و طوسی و سعدی و نظامی و غنی
زیب خوانند بجان شعر دل افزای تو.
دیوان عجیب^۱ مشتمل است بر غزلیات که دران به صنعتهای
عجیبی پرداخت. مثلاً غزل در صنعت سوال و جواب:
قاصد آمد گفتمش آن شاهد شیدا چه گفت
گفت اصبر، گفتمش دیگر برای ما چه گفت
گفت عشق آسان نباشد هست تن را سوختن
گفتمش تن سوختن لیک از دل رسوا چه گفت
گفت دل را زیور صدق و وفا باید مدام
گفتمش این هر دو دادم و ز تب اعضا چه گفت
گفت درمان تب غم نیست بی لبهای دوست
گفتمش دارم تب غم لیک زان لبها چه گفت
گفت لبهایم نصیب عاشق مخمور باد
گفتمش مستم ولی از آمد اینجا چه گفت
گفت خواهم آمد اما چون زمستان دم زند
گفتمش می در زمستان خوب و از صبا چه گفت
گفت باید باده حاضر طالب دیدار را
گفتمش هر دم مهیا هست وزین سودا چه گفت
گفت این سودا نخواهد رفت بی سکر وصال
گفتمش آری مگر از نظر و از انشا چه گفت
گفت زیب استاء انشاست و هم علام نظر
گفتمش کو گفت کم گوکان بت رعنا چه گفت

در این غزل صنعت ادهاج مرتب است:

من نه شیدای تو ام تنها جهان شیدای تو
من نه مولای تو ام تنها جهان مولای تو
تیربالایت دل زار مرا مجروح کرد
خون من گر من بمیرم هست بربالای تو
کس برای تو بخواهد رفت در آتش مکر
من برای تو روم باشد چنین کر رای تو
همسری باتو نزیبید شاهدان روم را
چون سکندر بادشاهی نیست کس دارای تو
قیس بهر جلوه جان را داد توهم میدهی
زیب از سودای مجنون نیست کم سودای تو

چند منتخب اشعار از دواوین زیب

بر گور من میار رقیب فسرده را
کاتش نمی زنند مسلمان مرده را

—

ز لب تو خجل شکر دیدم رخ تو حیرت فرستاد
هست معشوق من جلیل و عجیب در وطن یوسف معصوم

—

چو ابروت کردهون کسائی ندارد خو مزکانت کئی سائی ندارد
بذکر تو زیب است هر شب سخن کو جز این داستان داسائی ندارد

—

سر از سجود در دوست بر نخواهم دانست که این نام ندارد

—

چه می پرستی که از دست حکم نه در دامن هست
گریزان سایه هست از من چنانکه از سایه من هست

علم از آه دارم فوج از اشک
طفیل عشق عالیجاه هستم

نغمه عشق است جاذب سبحة و زنار را
سازیک دارد برای خویشتن دو تار را

صد تاب دادم ای جان از زلف تابدارت
بسررم خمار هر دم از چشم پر خمارت
نازیکه از تو دیدم، دردی که زر کشیدم
آید نه در تکلم گنجد نه در عبادت

غزل مصنوع عجیب:

ای رخت گنجی چه گنجی گنج حسن دلربا
ای لب لعلی چه لعلی لعل از کان ادا
ای قدت نخلی چه نخلی نخل باغ دلبری
حسن تو باغی چه باغی باغ احسان خدا
زلف تو ماری چه ماری مار گنج حسن تو
سایه اش ظلی چه ظلی ظل ازبال هما
بوی تو عطری چه عطری عطر فردوس برین
خط تو مشکی چه مشکی مشک خوارزم و ختا
خنده ات خمري چه خمري خمر شیراز و فرنگ
جلوه ات شمعی چه شمعی شمع ایوان علا
رنگ تورنگی چه رنگی رنگ یاقوت بدخش
عرق تو آبی چه آبی آب ینبوع بقا

ناز تو تیغی چه تیغی تیغ میدان جمال
 غمزہ ات تیری چه تیری تیراز قوس قضا
 ہجر تو دردی چه دردی درد سخت ولادوا
 وصل تو دولت چه دولت دولت ہردو سرا
 'زیب' شد عاجز چه عاجز عاجز قید فراق
 نالہ اش شوری چه شوری شور میدان غزا

گل محمد خان زیب، قریب تر در این زمانہ در سال ۱۹۵۳ ع در
 شہر آبائی جہل مگسی بہ آرامگاہ جاودانی رفت و خفت



میر مہر نجف خان تالپور، غریب

از دودمان فرمانروایان خیرپور، از نبائر میر رستم خان
تالپور، در قرن چہاردہم ہجری می زیست. شاعر زبان فارسی
و زبان ہندی بود. 'غریب' تخلص می کرد. این غزل ازو است.

دریغ عمر برفت جان فدا نشدم،
چرا بہ کوی رہ یار خاکپا نشدم.
فکند سایہ ظلمت شب وصال بہ من،
ز دوست تا بہ سر ساعتی جدا نشدم.
جہان گذشت بہ غفلت بہ من ہزار افسوس،
دمی بہ معرفت یار آشنا نشدم.
بہ خواب کرد دلم سیر وادی، ایمن،
ولی چہ سود کہ چون موسیٰ و عصا نشدم.
غریب، آہ کہ عمرم بہ رائگان بگذشت
فدای خاک شہیدان کربلا نشدم.



نور محمد شاہ، نورل

نور محمد شاہ بن قائم شاہ از قبیلہ سادات متیاری، در قریہ 'موری منگر' از توابع حیدرآباد متولد شد. در قرن چہاردہم می زیست. از 'کلیات نورل' (سندي) معلوم می شود کہ بتاریخ ۱۲ شوال ۱۲۸ھ (۱۶ فیبروری ۱۹۶۵ع) فوت شد. در شعر سندي و فارسي 'نورل' تخلص می کرد کریم سعدی را بنام "حلیما عجب" در سندي ترجمہ کرد. مجموعہ شعر بہ فارسي داشت ولی بعد وفات ضایع شد این اشعار ازوست:

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
سازم بہ لب خود کہ بیایت رسیدہ است
صد بار ثناخوان شوم کوش خویش را
کہ شیرین سخن تو بصدافت شنیدہ است
بینی من بوئید، بوی بہار تو
آن بو بہ دلم و سینہ من دم دمیدہ است
باجان و دل و چشم ہم نورل نثار شد
با قد سہی خود کہ بہ پیشت خمیدہ است



محمد ابراهيم جان سرهندي

محمد ابراهيم جان بن خواجه محمد اسمعيل جان 'روشن'
بتاريخ ۱۳ رمضان ۱۲۳۴هـ در قريه 'تنده سائينداد' (نزد تنده
محمد خان) متولد شد. جد او خواجه محمد حسين 'سرهندي'
ويرا تربيت کرد. در عنفوان شباب مجموعہ اشعار جدش را
بعنوان "خيابان سرهندي" مطبوع گردانيد. صاحب علم و فضل
و همت بود. در تبليغ دين متين بکوشيد و تصانيف در زبان
سندي وارو در تبليغ دين نوشت و مطبوع گردانيد. بتاريخ ۲۲
ربيع الاول ۱۴۲۳هـ وفات يافت.
در زبان فارسي اين قطعه تاريخ بر وفات پدرش خواجه محمد
اسمعيل جان ازو يادگار است:

به دنياي دون هيچکس نارميد	ز دوران کسي غير غمها چه ديد
فلک تيز بيدار بي امتياز	زند بر سر هر شقي و سعيد
ز بازار اين عالم پر فساد	بجز رنج و غم هيچ نتوان خريد
بجز ناله و نوحه اندر جهان	صداي مسرت کسي کمر شنيد
ز گلزار هستي نگر هيچ کس	گل راحت و شادمانی نچيد
دريغا که مار فلک بي دريغ	به نيش مصائب دل ما گزید.....
به علم و ادب شان شان بس بلند	به شعر و سخن گو برد از لبید
بگو با سر درد با هرکسي	که روشن ز دنيا به جنت رسيد

۱۳۵۷



فہرست مصادر

- س. ارمغان حامد، مطبوع مسلمان پرنٹنگ پریس، میرپور خاص ۱۳۴۴ھ ۱۹۲۶ع (س. ہندی)
- س. اصغر سائین جو کلام، مطبوع، درگاہ پیران پاکارد، ضلع خیرپور، ۱۴۰۰ھ
- ف. انیس المریدین، تالیف صاحبزادہ محمد حسن مجددی نقشبندی، مطبوع مکتبہ آصفیہ علوم اسلامیہ، امرتسر ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ع، (ف. فارسی)
- ف. بیاض، دستخط آخوند احمد ساوئی
- ف. بیاض، دستخط میون وڈل حیدری
- ف. بیاض قاضی دین محمد بختیارپوری انیمہ آخر قرن سیزدہم یا اول قرن چہارہم، ذخیرہ دکتہ بلوچ محفوظ در Sindh Archives کراچی
- س. بیاض واحدی جلد اول (مقدمہ)، مطبوع سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، سندھ، ۲۰۰۶ع
- ف. بیاض اشعار، آخوند امید علی شاہ ساوئی، ساکن ہالہ سندھ
- ف. تکلمہ مقالات الشعراء، مخدوم محمد ابراہیم خلیل صاحب، حواشی، پیر حسام الدین راشدی، سندھی ادبی بورڈ، کراچی، ۱۳۹۵ھ
- ف. تاریخ کنجینہ جہان نامہ خطی، مسدود، محمد عاقل عرف پیر محمد عباسی کھروئی

- س. تالپور حاکمن جا علمی کارناما، مقالہ مرزا گل حسن کربلائی (نئین زندگی انتخاب نمبر)۔
- س. تذکرہ مشاہیر سند، جلد اول، مولوی دین محمد وفائی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد سند، ۱۹۸۵ع۔
- س. تذکرہ مشاہیر سند، جلد دوم، مولوی دین محمد وفائی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۸۵ع۔
- س. تذکرہ مشاہیر سند، جلد سیوم، مولوی دین محمد وفائی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد سند ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶ع۔
- س. تذکرہ لطفی، تصنیف لطف اللہ بدوی، جلد یکم تا جلد سیوم، حیدرآباد سند (۱۹۶۷-۱۹۶۸)ع۔
- س. تذکرہ شعراء تکہر، مرتب اسداللہ شاہ، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۹ع۔
- ف. تذکرہ مخادیم گہرا (خطی)، تصنیف مخدوم اللہ بخش عاصی
- س. 'خیرپور جی میرن جو ادب، سیاست ۽ ثقافت م حصو'، تصنیف عطا محمد حامی، مطبوع انسٹی ٹیوٹ آف سندالاجی، سند یونیورسٹی، ۱۹۹۴ع۔
- ف. پنج گلدستہ زیب، یعنی مجموعہ پنج دیوان فارسی تصنیف گل محمد خان مگسی، تخلص 'زیب'، مطبوع بار اول در مطبع نامی نولکشور، لکھنو ہندوستان، ۱۹۳۱ع۔
- ۱۳۵۰ھ، و بار دوم بعنوان گلدستہ زیب، باہتمام انجمن فارسی بلوچستان، کوئٹہ ۱۹۹۵ع۔
- (اردو) سندھ کے تالپور حکمران، تصنیف مولانا نور احمد خان فریدی، ملتان، ۱۹۸۴ع۔
- ف. خیابان سرہندی، یعنی مجموعہ کلام آقا محمد حسین جان سرہندی مجددی، شایع کردہ صاحبزادہ محمد ابراہیم جان بن محمد اسمعیل جان سرہندی

- س. خدا یار خانی میان سرفراز خان عباسی، تالیف مرزا عباس علی بیگ، انسٹی ٹیوٹ آف سندالاجی، سندھ یونیورسٹی، حیدرآباد ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ع
- ف. دیوان بھائی، یعنی کلیات مولوی بھاو الدین پتانی بھائی، مطبع راشدیہ (الیتھو)، قریہ سلطان گبول، ۱۳۳۹ھ
- س. دیوان بیدل، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۵۴ع
- س. دیوان بلبل، دیوان کلام سندی شمس الدین بلبل، مطبوع سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد
- ف. دیوان روشن، دیوان محمد اسماعیل جان سرھندی مجددی، شایع کردہ محمد اسحق جان سرھندی، میرپور خاص ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ع
- ف. دیوان مسکین (خطی)، یعنی دیوان میر سہراب خان (ثانی) تخلص مسکین ابہ توسط سید بچل شاہ، پنکھ کوٹ دجی، خیرپور
- ف. دیوان واسع، دیوان عبدالواسع صدیقی سیوستانی نسخہ خطی ۱۲۰۵ھ، ذخیرہ سلیم اللہ صدیقی
- اردو دیوان شوق افزا عرف دیوان صابر میر محمود صدیقی، تخلص صابر، تحقیق دکتر نبی بخش خان بلوچ لاہور، ۱۹۸۲ع
- ف. دیوان غلام، دیوان غلام محمد خان لغاری، تخلص نبی بخش خان بلوچ، مطبوع سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد
- (اردو) دیوان ماتم، دیوان فضل محمد عباسی تخلص حیدرآبادی، تخلص ماتم، تحقیق دکتر نبی بخش خان بلوچ، سندھی ادبی بورڈ ۱۳۸۱ھ ۱۹۹۰ع

- ف. دیوان مسکین. دیوان پیر پاگاره سید حزب اللہ شاہ، با مقدمہ دکتر بلوچ و مفتی محمد رحیم سکندری، ناشر جمیعت العلماء سکندریہ، درگاہ 'پیران پاگاره'، ضلع خیرپور، ۱۹۸۵ع
- س. دیوان گل. دیوان خلیفہ گل محمد ساونی، چاپ دویم، حیدرآباد سند ۱۹۴۳ع
- س. دیوان قلیچ. دیوان میرزا قلیچ بیگ، سندھی ادبی بورڈ، کراچی حیدرآباد ۱۹۵۶ع
- س. 'الرحیم'، ماہنامہ، شمارہ خاص ۱۹۶۷ع، شاد ولی اللہ اکادمی، حیدرآباد، سند
- س. "ریاست خیرپور"، تصنیف مرزا قلیچ بیگ، فیض پریس ریاست خیرپور، ۱۹۲۴ع
- ف. رسالہ در بغاوت بکھر، مقالہ دکتر قریشی حامد علی خانائی، مطبوعہ سہ ماہی مہران، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۹۵ع
- ف. زبدۃ المعاصرین: (خطی)، تصنیف حسین الحسینی شیرازی، سال ۱۲۴۰ھ
- س. غزلیات صاحبزاد آزاد، مقالہ پیر حسام الدین راشدی، مجلہ سہ ماہی مہران، ۱۹۵۵ع
- س. 'فیض العشق'، کلام فیض محمد لاشاری فیض، درگاہ فیض پور شریف، تعلقہ اوستہ محمد، ضلع جعفر آباد، بلوچستان، ۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ع
- ف. کریمہ خیالی (در تتبع کریمہ شیخ سعدی)، تصنیف مولوی محمد بخش خیالی، مطبوعہ الیتھوا، صادق الانوار پریس بہاولپور، ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ع

- س. کلام شاہ نصیر، مرتبہ دکتر نواز علی شوق، نوشہرہ فیروز، ۲۰۰۴ع.
- س. کلیات سانگی، تحقیق دکتر نبی بخش خان بلوچ، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد، ۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ع
- س. کلیات علوی، کلیات میر علینواز علوی شکارپوری، مرتبہ دکتر نواز علی شوق، کافی پبلیکیشن، کراچی ۱۹۸۲ع
- س. کلیات میر علینواز (متن اشعار ندارد)، مرتبہ دکتر عبدالخالق سومرو، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ع
- س. کلام فقیر نواب ولی محمد خان لغاری، مرتب و محقق دکتر نبی بخش خان بلوچ، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۵۴ع ۱۹۶۱ع
- ف. کلیات سرفراز کلیات متن کلام فارسی میان سرفراز خان عباسی (کلہورہ)، بتصحیح و تعلقیات سید خضر نوشامی و مطبوع باہتمام کلہورہ سیمینار کمیٹی، غسی پرنٹرس کراچی، ۱۲۱۸ھ ۱۹۹۶ع
- س. کلیات دلگیر مرتبہ اسداللہ شاہ بیخود، سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۶۸ع
- ف. کنجید خطی و هنری تالیوران، دکتر قاسم صافی اسلام آباد، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۲۰۰۵ع
- ف. مثنویات ہیر و رانجہا تصحیح و مقدمہ حسن ہوشیارپوری، سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۸ع
- ف. مجموعہ دلکشا، خطی، مرتبہ مس ک، سندھی ادبی بورڈ، فرمانروا، سند
- ف. محک خسروی الخطی، برآمد میر مراد علی خان تالیور، فرمانروا، سند، مرتب در سال ۱۲۳۸ھ

- س. 'مخدوم فتح محمد صدیقی'، مقالہ دک: 'نبی بخش خان بلوچ'، مجلہ سہ ماہی 'مہران'، شمارہ جنوری مارچ۔ اپریل ۲۰۰۶ء۔
- ف. مقالات الشعراء، تصنیف میر غلام علی شیر قائم تتوی، مقدمہ تصحیح و حواشی سید حسام الدین راشدی، سندھی ادبی بورڈ، کراچی ۱۴۷۱ھ
- ف. مقالہ شعراء فارسی سند، نوشتہ ڈٹریکٹر فرہنگ ایران حیدرآباد سندھ
- ف. منتخب صوفی (خطی)، جنگ بیاض انتخاب انوار فارسی از نواب الہداد خان لغاری صوفی، ذخیرہ دکتربلوچ
- ف. منتخب (اول) میر عبدالحسین خان سانگی، ذخیرہ دکتربلوچ (در آرشیو کراچی)ء
- ف. منتخب (دوم) میر عبدالحسین خان سانگی، ذخیرہ دکتربلوچ (آرشیو کراچی)
- (اردو) میرزا غازی بیگ ترخان اور اس کی بزم ادب، مرتبہ سید حسام الدین راشدی، انجمن ترکی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۷۰ء
- Sadarangani, Dr. H. L. Persian Poets of Sindh, Sindhi Adabi Board, Hyderabad Karachi, 1956
- ف. نامہ نغز، مصنف باغ علی 'خائف' خطی جمادی الاخری ۱۱۶۶ھ، مکتبہ سندھی ادبی بورڈ البصرہ غلام رسول منیر مصنف تاریخ سندھ عہد کلہوڑہ جلد اول، مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد ۱۹۵۸ء



contribution. During my reading of the past record, papers and manuscripts, I found a few contemporary poets missing in the above anthologies.

The primary objective of undertaking this assignment was to save this record from oblivion. My knowledge of Persian poetry is limited, and there is no claim for any original research. The generous reader may improve upon my expressions and revise my conclusions. Hardpressed for time, this study has been completed within a few months (June 2006-March 2007); a more strenuous study may be rewarded with a *Fatimnah* to this *Takmilat al-Takmilah*.

I am indebted to all the friends who have kindly helped me to locate the material. Dr. Qasim Safi Gulpayagam of Tehran University (presently a visiting Professor at the Oriental College, Lahore) kindly read through the whole manuscript and made useful suggestions.

I thank Professor Fatch Muhammad Malik, Chairman of National Language Authority, Pakistan, who agreed to include this Urdu Edition of the *Takmilat* under the publication programme of the National Language Authority.

Dr. N.A. Baloch

Allama I.I. Kazi Chair,
University of Sindh,
Hyderabad Sindh,
17 April, 2007

Preface

With the advent of Islam in Sindh in the early 8th century A.D., Arabic became the language of official communication and education. It was in the 14th century A.D., during the reign of Sultan Feroz Shah, that Persian replaced Arabic as the language of official communication and of cultural development. The record of Persian writing in Sindh has survived in the inscriptions at the Dargah of Shaikh Uthman 'Qalandar Shahbaz' at Sehwan and at the mausoleum of Shaikh Turab at Gujjo near Thatta. The earliest Persian verses in which the city of Thatta comes under reference are those of Amir Khusraw and Mutahhar in the 14th century.

Persian poetry in Sindh was cultivated foundly during the Mughal rule, beginning from the 17th century A.D. In 1174H/1760-61, the eminent poet, literature and historian Mir Ghulam Ali Sher Qani of Thatta composed Maqalat al-Shuara, a comprehensive anthology of as many as 719 poets. More than a century later, in 1305 A. H/1888, another scholar of Thatta, Muhammad Ibrahim 'Khalil', composed Takmilat Maqalat al-Shuara purporting to be a completion of Qani's work. Therein, eighty eight poets were laid under

Marfat.com

Marfat.com

Persian Poets in Sindh:

The Final Phase

By:

Dr. N.A. Baloch

M.A., LL.B (Alig)

M.A., Ed.D (Columbia)



NATIONAL LANGUAGE AUTHORITY
PAKISTAN